یورپ کے ادبی مشاہیر
تعارف، شاعری
ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company
امجد مرزا امجد

آپ کے ادبی ذوقِ مطالعہ

کی نذر

بصد خلوص

امجد مرزا امجد ، لندن

یورپ کے ادبی مشاہیر

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم، لندن

کے کامیاب مشاعرے

یـــــورپ کے ادبی مشاہیر

برطانیہ و یورپ کے معروف قلمکاروں
پر تعارفی مضامین اور ان کی

تخلیقـــــات

امجد مرزا امجدؔ

Europe Ke Adbi Mushaeer

کتاب : یورپ کے ادبی مشاہیر

مصنف : امجد مرزا امجدؔ

کمپوزنگ : امجد مرزا امجدؔ

سرورق : امجد مرزا امجدؔ

ناشر : امجد مرزا امجدؔ (**سویرا اکیڈیمی**، لندن)

اشاعت : 2023ء

تعداد : 1000

قیمت : 10 پونڈ

ملنے کا پتہ:

Amjad Mirza `amjad`

M.phone: 079393830093

E.Mail :mirzaamjad@hotmail.co.uk

انتساب

ان تمام قابلِ احترام قلمکاروں کے نام
جنہوں نے دیارِ غیر میں اردو ادب
کی شمع جلا رکھی ہے ۔

فہرست

پیش لفظ

امجد مرزا امجدؔ

جی دوستو! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اور اس کتاب کو پڑھ رہے ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ پڑھ کر مجھے اس کے بارے میں اپنی قیمتی رائے سے بھی مطلع فرمائیں گے۔

2014 میں میری پہلی کتاب اس موضوع پر "برطانیہ کے ادبی مشاہیر" کو بے حد سراہا گیا تھا اس زمانے میں شعرا بھی بہت قد آور اور ادب سے سچی لگن اور محبت رکھنے والے تھے جنہوں نے بہت ہی کم مدت میں مجھ سے تعاون کیا مالی بھی اور ادبی بھی۔ اس کتاب کا بجٹ 3200 پونڈ تھا جو ایک آدمی کے بس کی بات نہ تھی مگر ادبی دوستو کی بے پناہ مدد و تعاون سے مجھے کسی قسم کی کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کتاب منصۂ شہود پر آئی تو تین مختلف مقامات پر اس کی تقریب رونمائی کی گئی بے شمار کتابیں خریدی گئیں میں نے ایک سو سے زائد کتب لائبریریوں اور یونیورسٹیوں میں بھجوائیں۔ اخبارات ورسائل نے بھی اچھی کوریج دی۔

اور آج تک برطانیہ و یورپ میں کسی نے بھی اس موضوع پر کوئی کتاب نہ لکھی۔۔کیوں۔۔؟ اس لئے بھی کہ دوسروں کی تعریف میں مضامین لکھنے ان کی شاعری کو شائع کرنا کتابی شکل میں کوئی آسان کام نہیں۔ ہم اکثر اپنی ہی شاعری پر توجہ دیتے ہیں برسوں کی محنت اور زر خیر رقم خرچ کے کوئی کتاب تحفے میں دے تو پڑھ کر اس پر دو لفظ تک لکھنا گوارا نہیں کرتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ کسی اچھے معروف شاعر ادیب کو کتاب دی کچھ مدت بعد جب اس سے پوچھا گیا کہ کتاب کیسی لگی تو یقین کیجئے کئی بار ایسا جواب ملا۔۔"او۔۔یار وقت ہی نہیں ملا۔۔بہت جلد پڑھوں گا اسے۔۔" ارے بھائی! کیا کہوں تجھے۔۔تیرا قصور نہیں ہے آجکل تو ہر کوئی تجھ جیسا ہی ہے۔۔!! کتاب شیلف میں سجائی جاتی ہے۔ پڑھی نہیں جاتی۔۔!! خیر۔۔! آئیے کچھ اس کتاب کے بارے میں بات ہو جائے۔۔!!

دوستو! اس کتاب کو شروع کرنے کے دو تین مقاصد تھے۔۔ایک تو وہ دوست جو برطانیہ سے باہر رہتے ہیں ان کا اصرار تھا کہ ہمیں بھی اس میں شامل کریں۔۔دوئم۔۔چند ایسے مہربان بھی تھے جنہیں بار بار کہہ کر بھی انہوں نے پہلی کتاب میں شامل ہونا ضروری نہ سمجھا۔ کہ کیا ہوگا۔۔ایسی کیا کتاب ہوگی جس کے لئے یہ بار بار یاددہانی کرا رہا

ہے۔۔مگر جب کتاب شائع ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو ایک تاریخی کتاب منوایا۔۔جو ڈائیریکٹری کے طور پر بھی مانی گئی تو انہیں احساس ہوا اور کئی مہربان شامل ہوئے۔میں شکر گزار ہوں ان کا۔۔

سوئم۔۔یہ وجہ بھی تھی کہ کئی سال تک کسی دوست نے بھی اس قسم کی کتاب لکھنے کی کوشش نہ کی حالانکہ یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ادیب شاعر اپنے کلام کو کتابی شکل نہیں دے پاتا۔۔تو کم ازکم اس کا نام کام کچھ تو تاریخ کا حصہ بنے اور کتابی شکل میں موجود رہے۔۔مگر اس بار یہ تجربہ بہت سخت تھا۔۔شاید وہ لوگ نہیں رہے آج جنہیں کسی دوسرے کے کام کا احساس تھا یا ادب سے سچی لگن پیار تھا۔۔میں نام لینے لگ جاؤں تو دس سال قبل کیطرح مجھے پھر کورٹ کچہری کے چکر لگانے پڑ جائیں گے۔۔!!اس کتاب کے لئے کئی شعرا کو بار بار لکھا واٹس اپ کئے فارم بھیجے۔کسی سے مالی امداد کی مانگ بھی نہ کی۔۔مگر حیران ہوں کہ خود کو شاعر ادیب کہنے والے مشاعروں میں تصویریں کھنچوانے والے کئی ایسے مہربان ہیں کہ انہوں نے جواب تک دینے کی زحمت نہ کی۔۔

"ارے بھائی! میں آپ کی تعریف میں دو صفحات کا مضمون لکھ رہا ہوں آپ کی شاعری اپنی کتاب میں شائع کر رہا ہوں مع آپ کی تصویر کے اور کچھ مالی امداد بھی نہیں مانگ رہا۔۔پھر بھی۔۔۔!!۔۔چلیں جہاں ہیں خوش رہیں۔!"

میں ان تمام مہربان دوستوں سے معذرت خواہ ہوں جنہوں نے پہلی درخواست پر لبیک کہا اور اپنے ادبی اور مالی تعاون سے نوازا۔۔کہ اس کتاب کو مکمل کرنے میں تین سال لگ گئے حالانکہ ان تین برسوں میں میری چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔۔دو وجوہات ہیں اس کی!۔

اول: میں لندن کے سکھ بھائیوں کے دو مشاعروں میں کئی برسوں سے جا رہا ہوں مزے کی بات یہ بھی ہے کہ میں اکیلا پاکستانی مسلمان ہوں جسے وہ آنے کی دعوت دیتے ہیں اور بے پناہ پیار محبت اور عزت بھی۔۔ان سے جب اس کتاب کا ذکر ہوا تو کچھ شعرا نے فوراً فارم بھرے ایک کتاب کی قیمت دس پونڈ بھی دی۔اب مسئلہ ان کی زبان کا آ گیا۔گورمکھی کون پڑھے اور کون کمپوز کرے۔۔

دوئم: اوپر سے کرونا کی بیماری نے ساری دنیا کو اپنے گھروں میں محصور کر دیا۔دو سال اسی طرح گزر گئے۔۔میرا رابطہ کسی سے نہ ہو سکا۔۔اللہ اللہ کر کے اس موذی وبا کا زور کچھ کم ہوا تو میں نے ان کے دو مشاعروں میں اعلان کیا کہ مجھے یہ مجبوری ہے میری مدد کریں تو بھلا ہوا ایک بزرگ دوست شاعر ہر چرن سنگھ سہتی صاحب کا انہوں نے حامی

کے ہاں جا کر گورمکھی کا ترجمہ کیا، پھر تمام شعرا پر مضمون لکھے پھر ان کا ترجمہ گورمکھی میں مشکل ہوگیا۔اب ان کی کمپوزنگ کا مسئلہ آگیا۔اس میں بھی کافی وقت لگ گیا کیونکہ کتاب کے آخر میں ان شعرا حضرات کی شاعری ان پر مضامین بھی گورمکھی میں شامل کرنے تھے۔

بحرحال اللہ کا فضل رہا کہ عزیزہ اقرا نبیل کے توسط سے انڈیا پٹیالہ کے ایک نہایت مخلص نوجوان شیوراج سنگھ نے گورمکھی کی کمپوزنگ مکمل کر دی۔اور آج یہ کتاب دو زبانوں میں اردو اور گورمکھی میں شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔۔مگر اس کتاب کو مکمل کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔جس کی وجہ سے میں ان تمام احباب سے معذرت خواہ ہوں جنہوں نے میری پہلی آواز پر لبیک کہا اور میرا ساتھ دیا۔آپ سب کا دلی کی گہرائیوں سے شکرگذار ہوں۔

انشاء اللہ اس کتاب کو بھی میں لندن اور یورپ کے ان ممالک کی لائبریریوں میں ضرور بھجواؤں گا جہاں جہاں میرے روابط ہیں۔آپ سے بھی درخواست ہے کہ آپ اپنی جانب سے بھی ایک دو کتابیں خرید کر لائبریری اور یونیورسٹوں میں بھیجیں۔تاکہ یورپ کے ان مشاہیر کی جان پہچان دور دور تک ہو سکے جو اصل میں اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہے۔آج ہم یہ بات بہت فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ دیارِ غیر میں ہم نے اپنے دیگر فرائض پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زبان اور ادب کی ترقی و ترویج کے لئے بھی کوئی کسر نہ اٹھارکھی اور پوری کوشش سے اس فریضے کو بھی احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔۔البتہ یہ دکھ اور کمی کا احساس ضرور ہے کہ اپنی زبان و ادب کو ہم اپنی نسل تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہوئے، آج ہماری تیسری نسل ان ممالک میں جوان ہو چکی ہے مگر وہ اردو پنجابی یا ہماری مادری زبانوں سے بہت دور ہیں۔یہ کمی ساری عمر ہمیں اپنی کوتاہی ناکامی کا احساس دلاتی رہے گی۔۔!!

آج پہلی کتاب کے ستائیس معروف شعرا و شاعرات اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں جو رہ گئے ہیں وہ بیمار اور گھروں تک محدود ہو گئے۔ایک زمانہ تھا جب مشاعروں میں ہال بھرے ہوئے ہوتے۔۔آج مشکل سے بیس پچیس لوگ ہوتے ہیں جو بتدریج کم ہوتے چلے جاتے ہیں یہ میں اپنے پچیس سالہ تجربے سے کہہ رہا ہوں سابقہ پندرہ برسوں سے میں ہر ماہ کی پہلی اتوار کو مشاعرے کا انعقاد کرتا ہوں۔کہاں ڈیرھ دو سو کی تعداد ہوتی تھی اور آج۔۔بیس لوگ بھی آجائیں تو غنیمت!۔سوچتا ہوں کل ہم نہ ہوں گے تو ہماری زبان ہمارے ادب کا کیا ہوگا۔۔!! دل دکھ رہا ہے آنکھیں نم ہو رہی ہیں۔۔شاید اور کچھ نہ لکھ سکوں۔۔اجازت!! آپ کا اپنا۔۔امجد مرزا امجدؔ۔۔۔لندن

اجیت ستنام کور (لندن)

Ajeet satnam Kour

E.Mail:

اجیت ستنام کور نہایت خوبصورت خوش شکل خوش لباس اور خوش اخلاق خاتون ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میری نہایت مخلص دوست ہیں ہم نے بے شمار مشاعرے، ٹیوی پروگرام اکٹھے کیئے۔آپ ایک بار شوکت نواز (مرحوم) کی دعوت پر میرے مشاعرے میں تشریف لائیں اور اپنے کلام سے نوازا جسے بہت پسند کیا گیا، کلام کے ساتھ آپ کا انداز بیان بھی اعلی تھا جس پر آپ کو بہت داد ملی۔ پھر آپ سے "سیون کنگ" اوراپٹن پارک کے سکھ مشاعروں میں ملاقات رہی اور یوں ایک مخلص اور پاکیزہ دوستی کی ابتدا ہوئی۔آپ میرے مشاعروں میں بھی باقاعدگی سے تشریف لاتی رہیں۔آپ پنجابی میں لکھتی ہیں۔

آپ انڈیا کے مشہور شہر آگرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔اعلی تعلیم یافتہ ہیں۔آپ کے دو بہت ہی پیارے بیٹے ہیں۔ لندن میں آپ نے بہت محنت کی اور اپنے دونوں بچوں کا پالا انہیں اچھی تعلیم دلائی اور آج وہ دونوں بہت اچھی نوکریوں پر فائز ہیں۔

ستنام کو شاعری کے علاوہ فلم کا بھی شوق ہے۔آپ شاعری کے علاوہ نہایت خوبصورت کہانی کار بھی ہیں۔لہذا آپ کی ایک کہانی کو فلم ڈایئریکٹر نے پسند کیا اوراس پر ایک پنجابی ٹی وی فلم بنائی جو بہت پسند کی گئی۔آپ کا بیٹا نہایت خوش شکل اور ہیرو ٹائپ ہے لہذا آپ انڈیا گئیں اور بطور ہیرو بیٹے کی فلم بنائی جس کی ڈایئریکشن بھی آپ نے کی یہ فلم بھی بہت پسند کی گئی۔

آپ کی کہانیاں شاعری اور کالم لندن اور انڈیا کے کئی گورمکھی اخبارات ورسائل میں باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔گوابھی تک آپکی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی مگر آپ مسلسل لکھ رہی ہیں۔آپ نے دورِ حاضر کے کرب کو اپنے اندر سموکر اپنے تجربات کو شعری اور نثری سانچے میں ڈھالا ہے جوان کا امتیازی نشان ہے --

❁

زندگی جیویں وی میری بسر ہو گئی
اکھ لگی وی نہ سی تے سحر ہو گئی

اک پل وی نہ ملیا سکوں دا مینوں
رات کنڈیاں تے جیویں بسر ہو گئی

سنگ زندگی دے اسیں انج ٹردے رہے
اسیں اوتھے ہی رہے او خورے کدھر ہو گئی

جد توں تکیا مڑ کے وچھڑدیاں ہوئیاں
جد وی یاد آئیوں اکھ تر ہو گئی

اسیں چوری چوری کیتا سی پیار تینوں
خورے کنج زمانے نوں خبر ہو گئی

رات لنگدی گئی آس بجھدی گئی
اسی آس دے وچ سحر ہو گئی

جد تیرے جیا ملیا ستنامؔ نوں
زندگی میری فیر تے امر ہو گئی

❁

دل دے بندھن جد نبھانے پیندے نیں
فیر حق وی تے جتانے پیندے نیں

جد نہ دیوے کجھ زمانہ کسی نوں
فیر اپنے ہتھ ودھانے پیندے نیں

من لوئیے جد کسی نوں اپنا
فیر فرض وی نبھانے پیندے نیں

رُس جاوندے جد پیار کرن والے
فیر نچ کے یار منانے پیندے نیں

جد رہوے نہ سر تے سائیں اپنا
پھٹ دلاں دے فیر چھپانے پیندے نیں

لکھ کے گیت ستنامؔ اُس دی خاطر
سامنے بہہ کے فیر سنانے پیندے نیں

تیری دعاواں دی ہے لوڑ مائے

تیری یاداں دے نال ہی میں رہندی آں
جند جان ہیں میری ایہ کہندی آں
نال سینے لا توں مینوں پالیا سی
آپوں گلی ، مینوں سکی تے سوالیا سی
ساری حیاتی توں ظلم جے سہندی رہی
اک شبد وی مونہوں نہ کہندی رہی
سارے کنبے تے چھت توں اُسار دتا
ہر ساہ اپنے سکھ دا توں وار دتا
جنہیں دکھ دتے تینوں عمر ساری
تو اُس نوں وی کنا پیار دتا
ہزاراں میل دور میں ہو گئی آں
تینوں ملن توں مجبور اج ہو گئی آں
توں رو پئیں جد مرا فون جاوے
مینوں فون چوں تیری خوشبو آوے
اس خوشبو پارے میں جی لاں گی
صبر دا پیالہ میں پی لاں گی
مینوں کسی شے دی نہیں تھوڑ مائے
بس تیری دعاں دی ہے لوڑ مائے
میں کجھ نہیں منگدی آں ہور مائے
بس تیری دعاں دی ہے لوڑ مائے

بھائی دی یاد وچ

ساڈے سر دا سایہ سیں
توں میرا ماں جایا سیں
ویر میرے دونویں پیارے سن
ماں دے راج دلارے سن
اج میر اک ویر رہ گیا اے
خورے کیویں درد نوں سہہ گیا اے
سبھاں توں اج دور آں میں
پردیس چہ بیٹھی مجبور آں میں
بہہ کلیاں اج کرلاندی آں
تیری یاد چہ اتھرو وگاندی آں
ہتھ چک کے دعاواں کردی آں
تیرے دکھ وچ آہواں بھر دی آں
تیرا دکھ کدی نہ جاوے گا
کیویں صبر مینوں فیر آوے گا
سوورگ دی راہ دا توں راہی سیں
میرا ڈاہڈا سوہنا بھائی سیں

❁

خورے کیوں نہیں چنگی لگ دی ہن گل میری
ایس عمرے توں غصہ نہ اتنا کریا کر

میں جے کہہ جاواں کجھ غصے نال کدی
سچے نال توں وی گل میری نوں جریا کر

دھی آں میں پنجاب دی رہندی آں ولایت دے وچ
ایہہ گل نہ بھل جایں، ہتھ ہولا جیا دھریا کر

جے میں اوکھی ہو کے سارے دن دی تھکی ٹٹی
کریں نہ غصہ کہہ جاواں پرے ہو کے مریا کر

میں تے جین مرن دی کھادی قسم اے تیرے نال
کجھ دیر لئی اڑیا توں وی میرے نال ٹریا کر

نال میرے اج دو شینہ پتر کھلوتے نے
ذرا سوچ سمجھ کے گل نوں بیا کریا کر

❁

جو وی ہووے جیون دے وچ پالو عادت مسکراون دی
لوکاں کولوں اپنے دل دے زخماں نوں چھپاون دی

جنا وی ہن تنگ کریں پاویں توں ستاویں
مینوں وی ہن عادت پے گئی ہے مسکراون دی

میں دھی وی آں بھین وی تے ماں وی آں
بن گئی ہے عادت جئ ہن پھٹ کھاون دی

اپنے دیس دی مٹی چھوڑ پردیساں نوں
اج کنج دی پے گئی رسم روزی کماون دی

چنیا سی جس لیڈر نوں دیس دی رکشا لئی
اُس نوں پے گئی عادت دیس نوں کھاون دی

کنج کہوے ستنام ماں دے وگدے ہنجواں نوں
کوئی آس نہیں رہی واپس گھر نوں آون دی

احسان شاہد (لندن)

Mr.Ahsan Shahid

فون نمبر: 179990 7801 44+

احسان شاہد لندن کے معروف شاعر اور کامیاب کاروباری شخصیت ہیں۔آپ نے جو اپنے بارے میں تفصیل بھیجی وہ اس قدر طویل ہے جس کے لئے کئی صفحات درکار ہیں۔ میں ان کے بارے میں چیدہ چیدہ معلومات درج کروں گا تاکہ ان دو صفحات میں پورے ہو جائیں۔

آپ 1964 میں میاں چنوں میں پیدا ہوئے۔بی اے تک وہیں تعلیم حاصل کی۔انگلینڈ آکر اکاؤنٹ ڈپلومہ،اور خوراک کی تیاری کی سیفٹی کا ڈپلومہ بھی حاصل کیا۔کچھ مدت ملازمت کے بعد 1990 سے اپنے ذاتی کاروبار میں مصروف ہیں۔جس میں خوراک،اسکولوں کی کیٹرنگ اور کار ریسل وغیرہ شامل ہیں۔ان دنوں آپ نے فری کچن کے نام سے بے گھر اور غریب لوگوں میں مفت کھانا تقسیم کرنا شروع کیا جس کی کئی برانچیں ہر شام ہزاروں بے گھر لوگوں میں کھانا تقسیم کرتی ہیں۔آپ نہایت مخیّر کھلے دل والے اور دوست وادب نواز انسان ہیں۔

دیگر ذمہ داریوں میں جنرل سیکریٹری پاکستان ویلفیئر ایسوسی ایشن ہنسلو،برٹش پولیس پارٹنرشپ کے ممبر،اسکول گورنر،اردو تحریک عالمی کے پیٹرن،اور مزید کئی ادبی گروپوں کے ساتھ تعاون شامل ہے۔پاکستان انڈیا امریکہ اٹلی ٹرکی کے علاوہ دنیا کے 76 ممالک میں ادبی تقریبات اور ریسرچ،چیریٹی کاموں میں شمولیت رہی۔بے شمار علمی، تحقیقی اور تہذیبی اداروں سے منسلک ہیں۔بزم سخن برطانیہ کے بانی،جنرل سیکریٹری،بخش میموریل سوسائٹی لندن، وائس چیئرمین کاروانِ ادب برطانیہ اور رکن ایڈوائزری بورڈ برائے یورپ و برطانیہ،مجلس فروغِ ادب دوحہ،قطر، آپ کی ادبی خدمات اور ادبی سرگرمیوں پر معروف ادبا نے مضامین بھی لکھے جن میں معروف ادباء حیدر طباطبائی، منصور آفاق،عطاء اللہ قاسمی،ڈاکٹر طاہر تونسوی،نبیل انجم اور ڈاکٹر عبدالغفار شامل ہیں۔

ان کے علاوہ بھی تیس سے اوپر معروف ادبا نے مضامین لکھے۔

آپ کئی ادبی جریدوں کی سرپرستی بھی کرتے ہیں۔جن میں ایمز انٹرنیشنل لندن کے چیف ایڈیٹر، سہ ماہی شہزاد لندن کے معاون مدیر، استنبول یونیورسٹی ترکی کے رکن مشاورتی کمیٹی ادبیات، بزم جوان فکر میاں چنوں پاکستان کے جنرل سیکریٹری، چیف رپورٹر برطانیہ پاکستانی ٹیلی ویژن PTV اسلام آباد اور دیگر بے شار علمی وادبی تنظیموں کے ساتھ عملی وابستگی اور بے شار تنظیموں کی اعانت بھی کرتے ہیں۔

آپ ڈایئریکٹر حلال فوڈ اتھارٹی لندن بھی ہیں اور بانی ہیں اوپن کچن کے جو عرصہ دراز سے لندن اور دیگر شہروں میں بے گھر افراد کو مفت کھانا تقسیم کرتے ہیں۔۔اللہ پاک انہیں اس نیکی کا اجر عظیم عطا فرمائے۔انہی خدمات کے اعتراف میں ملکہ برطانیہ نے انہیں ایم بی ای کے خطاب وایوارڈ سے بھی نوازا۔برطانیہ میں ہزاروں لاکھ پتی اور امیر ترین لوگ موجود ہیں مگر ایسی نیکی کی توفیق اللہ اپنے خاص بندوں کو ہی دیتا ہے۔۔۔!!

احسان شاہد نہایت منکسر المزاج خوش گفتار وخوش اخلاق انسان ہیں اور ہمیشہ ہر کسی کی امداد کے لئے تیار رہتے ہیں۔دنیا کے کئی ممالک میں اردو کانفرنسوں میں شمولیت کی اور مقالات پڑھے۔جن کی طویل لسٹ ہے۔۔

آپ کی تصانیف میں،"مشاہیر میاں چنوں یاد ماضی، اجنبی بستی شاعری، اجنبی لڑکی شاعری، درویش وزیر اعلی غلام حیدر وائیں کی زندگی پر نثری کتاب، رہتا ہے میرے ساتھ . شاعری، اور دو کتابیں "ذوق آوارگی (سفر نامہ) اور مجھے کیوں نکالا (سیاسی تجزیے) زیر ترتیب ہیں۔

آپ کی ادبی، معاشرتی خدمات پر بے شار ایوارڈ بھی دیئے گئے جن میں ان کی سوشل خدمات پر لندن کے کئی 'باروز' کے میئر نے ایوارڈ عطا کئے، ادبی ایوارڈ کے علاوہ امریکہ، عمان ہالینڈ، جرمنی، سپین، قطر، شارجہ، میاں چنوں پاکستان لاہور، ناروے کے علاوہ دیگر کئی ممالک اور پاکستان کے کالج، یونیورسٹوں نے 100 کے قریب ایوارڈ دیئے گئے،

میرے لئے بھی ایک اعزاز ہے کہ احسان شاہد جیسے نامور شاعر ادیب، سماجی کارکن اور ایک بہترین دوست نواز انسان کی شمولیت میری اس کتاب میں ہوئی۔

میری دلی دعا ہے کہ محترم احسان شاہد بھائی کو اللہ پاک اس سے بھی زیادہ عزت، احترام اور درجات عطا فرمائے اور آپ اسی طرح ادب اور انسانیت کے لئے کام کرتے رہیں۔۔آمین

بات بنتی ہی نہیں بات بنائیں کیسے
مسئلہ یہ ہے کہ ماضی کو بھلائیں کیسے
پہلے بھی پاس ہمارے تو بچا کچھ بھی نہیں
اور جو بچ بھی گیا ہے وہ گنوائیں کیسے
بدگمانی کی کوئی بات تو کرکے دیکھو
پھر غلط فہمی کی چلتی ہیں ہوائیں کیسے
گیت آنسو کی طرح پلکوں پہ آجاتا ہے
بھاری ہو جاتی ہے آواز تو گائیں کیسے
پھول دینا بھی تو اچھا نہیں سمجھا جاتا
لوگ تہوار محبت کا منائیں کیسے
ایک رستہ ہے ملاقات کا اس سے ممکن
ہم پرندوں کی طرح خود کا اڑائیں کیسے
رب اُسے رزق دیئے جاتا ہے اور ہم سوچتے ہیں
وہ تو کافر ہے اُسے دوست بنائیں کیسے
کوئی رستہ بھی محبت کا نہیں ہے شاہدؔ
اُس کے ہم شہر سے جائیں تو پھر آئیں کیسے

کیسے عجیب شہر سے پالا پڑا رہا
تاریکیوں کی زد میں اُجالا پڑا رہا
آدھا فسانہ پڑھ کے مجھے نیند آگئی
سینے پہ ادھ کھلا رسالہ پڑا رہا
رشتوں کا اک مکان مرے جسم میں بھی تھا
جس کے ہر اک کونے میں جالا پڑا رہا
مجھ کو لگا ہوا تھا مری ذات کا گرہن
اپنی ہی روشنی سے میں کالا پڑا رہا
کتنے سوال شور مچاتے رہے مگر
لب پہ خموشیوں کا ہی تالا پڑا رہا
گل تو بکھر گئے تھے ہوا کے وجود سے
کچھ پتیوں میں اُن کا حوالہ پڑا رہا
احسانؔ مجھ پہ روشنی غارِ حرا کی تھی
جلتے ہوئے دِیوں میں نرالا پڑا رہا

بِنا مطلب کسی ذرّے کو تارا کون کرتا ہے
منافع گر نہ صاحب خسارا کون کرتا ہے
میں جب بھی سیپیاں چُننے کبھی ساحل پہ جاتا ہوں
سمندر پار سے مجھ کو پکارا کون کرتا ہے
بگڑ جاتے ہیں میرے ہاتھ سے یہ روز و شب میرے
پھر اپنے ہاتھ سے اُن کو سنوارا کون کرتا ہے
یہ مجھ کو کون دیتا ہے کبھی ذلّت کبھی عزت
کوئی پتھر ہو یا کہ پھول ، مارا کون کرتا ہے
پرانی دوستی میں رخنہ پڑتا ہے روّیوں سے
وگرنہ اپنے یاروں سے کنارہ کون کرتا ہے
اکٹھے ہوں تو اوروں کو بھی رستہ دینا پڑتا ہے
گزر بھی ہو نہ پائے تو گزارا کون کرتا ہے
میں شاہدؔ کس طرح اُس کے اُتاروں گا یہ سب احسانؔ
مری خاطر یہ اتنا کچھ خدارا کون کرتا ہے

❁

پھر سے درپیش یہ صورت نہیں ہونے والی
اب مجھے کوئی محبت نہیں ہونے والی
خلقتِ شہر نے سب چالیں سمجھ لیں اُس کی
حاکمِ شہر کی عزت نہیں ہونے والی
یونہی بارود کا گر ڈھیر رہے گی دنیا
یہ زمیں پھر کبھی جنت نہیں ہونے والی
جتنا تم خرچ کرو اُتنی بڑھے گی صاحب
ختم یہ علم کی دولت نہیں ہونے والی
اب اگر لوٹ کے آؤ بھی تو میں جانتا ہوں
پہلے جیسی مری حالت نہیں ہونے والی
اس قدر لوگ مجھے چھوڑ گئے ہیں اب تو
کوئی جاتا ہے تو حیرت نہیں ہونے والی
میں اگر راستہ دیتا ہوں نئے لوگوں کو
مجھ کو اس میں کوئی زحمت نہیں ہونے والی
میرے نزدیک تو کردار ہی سب کچھ ہے یہاں
صرف چہرے سے تو رغبت نہیں ہونے والی

❁

میری تنہائی بڑھانے کے لئے آتے ہیں
دوست آتے ہیں تو جانے کے لئے آتے ہیں

ان گلی کوچوں میں اب کوئی نہیں ہے اپنا
ہم تو بس قول نبھانے کے لئے آتے ہیں

یہ جو موسم یونہی آتے ہیں چلے جاتے ہیں
کچھ ہمیں یاد دلانے کے لئے آتے ہیں

یہ دعا ہے کوئی برباد نہ ہونے پائے
لوگ تو جشن منانے کے لئے آتے ہیں

تجھ سے ملنے کے لئے پہلے یہاں آتے تھے
اور اب دیپ جلانے کے لئے آتے ہیں

کیسی تعبیر میاں ہم کو تو سارے ہی یہاں
بس فقط خواب دکھانے کے لئے آتے ہیں

ہم نے اس شہر سے کچھ بھی نہیں لینا دینا
چند لمحے ہی بتانے کے لئے آتے ہیں

اُن سے یہ کہنا ہے سینے پہ مرے وار کریں
جو عدو میرے نشانے کے لئے آتے ہیں

چاند تاروں کو کوئی کام نہیں ہے شاید
بس مری نیند اُڑانے کے لئے آتے ہیں

جانتے ہیں نہیں یادوں کے علاوہ کچھ بھی
یہی سامان اٹھانے کے لئے آتے ہیں

یہ شب و روز سمجھ میں نہیں آتا شاہدؔ
کس کا احساںؔ اٹھانے کے لئے آتے ہیں

ارشد منیر (لندن)

فون نمبر: +44 7958 300481

اصل نام محمد منیر ارشد ہے جبکہ تخلص منیرؔ لکھتے ہیں۔ارشد منیر صاحب سے ملاقات کا سلسلہ ہمارے سانجھے دوست معروف شاعر جناب چوہدری محبوب احمد محبوبؔ کے مشاعروں سے ہوا جو ایک مخلصانہ دوستی میں تبدیل ہوا۔آپ میرے مشاعروں میں بھی تشریف لا کر اپنی شاعری سے داد وصول کرتے رہے۔

آپ ایک نہایت پاکیزہ خیالات مذہبی رجحان کے مالک باریش شخصیت ہیں اور بڑی مدبرانہ گفتگو کرتے ہیں۔آپ کی شاعری میں صوفیانہ جھلک پائی جاتی ہے۔اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں نہایت اچھی شاعری کرتے ہیں گو ابھی تک ان کا کوئی مجموعہ کلام منظر عام تک نہیں آیا مگر لندن کے اکثر مشاعروں میں خوب داد وصول کرتے ہیں۔

نعت شریف سے محبت ان کو والدین سے ملی ستر کی دہائی میں جو کہ ان کے اسکول کا زمانہ تھا۔اپنے علاقے میں جب بھی کہیں نعت خوانی کا پروگرام ہوتا آپ ایک کارکن کی حیثیت سے گلی گلی اشتہارات لگاتے اور تانگے پر لاؤڈ سپیکر سے اعلان کرتے یہ سب اس کملی والے کے عشق میں ہوتا جو آپ کو والدین کی نیک پرورش سے ملا جو آج تک قائم ہے۔بقول ان کے اکثر شعر فی البدیہہ ہوتے ہیں اور زیادہ کلام نعت پر ہی مبنی ہے گو اردو پنجابی میں غزل نظم بھی بہت اچھی لکھتے ہیں۔شائستہ قسم کا مزاح لکھنا بھی پسند کرتے ہیں۔بے شمار نعت خواہوں کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

عشقِ محمدیؐ اور عشقِ الٰہی کی صدائے پرسوز جس دل کو چھو لیتی ہے اس کے دھڑکنے کا مزاج ہی یکسر بدل جاتا ہے کیونکہ یہ وہ نوائے پُر کیف ہے جو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے ہر دھڑکن کو نبضِ کائنات سے ہم آہنگ کر دیتی ہے اور اعلانِ حق کی صدائے اثبات بلند کرتی ہے۔۔

ے
سب سختیوں سے نعمتوں کے ہر زوال سے ہوں ملتجی پناہ کا میں ذوالجلال سے

اگلے تین صفحات میں ارشد منیر کی دونوں زبانوں میں شاعری پڑھ کر آپ محسوس کریں گے کہ ان کا اسلوب

سادہ، رواں اور دل کش ہے۔ان کی شاعری کے متعدد اشعار کی خوشبو ادبی بستیوں کو معطر کئے ہوئے ہے۔
آپ کو سیاحت کا بھی شوق ہے اور اب تک دنیا کے تین برِ اعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ کے بیس ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔
نعت خوانی کے لئے پاکستان کے علاوہ انگلینڈ، ویلز، فرانس، ہالینڈ، ناروے اور اٹلی کا بھی سفر کیا۔ برطانیہ کے ہاؤس آف کامن میں بھی نعت سنانے کا موقعہ ملا۔

ے نا آشنائے سخن ہیں بے بہرۂ ادب اوروں سے سیکھتے ہیں بڑی عاجزی سے ہم

حلقۂ موج (پنجابی) اور "دیا گروپ" سے ہمیشہ بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔اور ہمیشہ شرکت کی کوشش کی۔
آپ لکھتے ہیں کہ "مجھے حضورﷺ کی لوری سے ماں نے پالا ہے لہذا نبی اکرم ﷺ کی نعت ہی اب تو مرا حوالہ ہے۔"

ے منیؔر دنیا و عقبیٰ کی مل گئی راحت ہر ایک غم مرا نبیؐ نے ٹالا ہے

جذبہ عشق انسانی فطرت کا اٹوٹ جز ہے جس کی حقیقت دل پر آشکارہ ہو جانے کے بعد انسانی ذات وسعتِ بے پایاں و بے کراں سے ہمکنار ہوتی ہے۔دل کی نرم مٹی سے جب یہ پودا نشو ونما پاتا ہے تو اس کی شاخوں پر صفاتِ احسن کے پھول کھل اُٹھتے ہیں اور کردار سرچشمۂ سوز و گداز ہو کر سلامتی اور امن کی علامت بن جاتا ہے۔

ے جب تک رسولؐ پاک کی مجھ پہ نظر نہ ہو
لکھتا کہاں ہوں نعت میں جو پُر اثر نہ ہو

میرے بہت ہی معزز مخلص اور خوبصورت شاعر جناب ارشد منیر صاحب کا شکریہ جنہوں نے مجھے اپنے خوبصورت کلام اور پر تفصّل تعارف سے نوازا اور اس کتاب میں شرکت کی جو میرے لئے اعزاز ہے۔
اگلے تین صفحات میں آپ کی اعلیٰ شاعری کے کچھ نمونے شامل ہیں جنہیں پڑھ کر آپ محظوظ ہوں گے۔
میری دلی دعا ہے کہ ارشد منیر کو اللہ پاک صحت تندرستی والی طویل زندگی عطا فرمائے تا کہ وہ ادب کی دونوں خوبصورت زبانوں میں اپنے کلام سے آب یاری کرتے رہیں۔۔آمین

☆☆☆

نعت

مشتاق ہو دل سنگ میں ہو دیدہء تر بھی
پل بھر میں ہو طے پاک مدینے کا سفر بھی
پڑ جائیں اگر نورِ زُجاجہ کی شعائیں
بوسے کو ترے آئیں چلے شمس و قمر بھی
منزل پہ لئے جائے مرا عشق ہے رہبر
ہے زادِ سفر ساتھ دُرودوں کا ہنر بھی
جھکتے ہوئے چوکھٹ پہ چھپا لی جو دھڑکن
مل جائے گا اے دل تجھے الفت کا ثمر بھی
اشکوں کی زبانی ہی سنا غم کا فسانہ
ہو جائے گا سرکارؐ کا منظورِ نظر بھی
وہ مالک و مختار ہیں اور جود و سخا سے
جھولی میں بجھائیں گے تری لعل و گہر بھی
اُنؐ پر ہیں فدا ارض و سما ، جن و ملائک
عاشق ہیں اُنہیؐ کے یہ شجر بھی یہ حجر بھی
تخلیق میں ثانی ہے نہ سایہ کہیں اُنؐ کا
وہ نورِ خدا بھی ہیں خدا کے ہیں بشر بھی
صدقہ جو عطاء کر دیں منیؔر آلِ عبا کا
موت آئے مجھے طیبہ میں ہو خُلد میں گھر بھی

❋

سرکا نقاب قبر پہ جیسے ہی یار کا
دیکھا ہے رقص چرخ نے میرے مزار کا
مرنے کے بعد ہی سہی آئے تو ہیں حضور
مجھ کو ملا ہے خوب صِلہ اعتبار کا
تُربت پہ ہو رہی ہیں عِطر بیز بارشیں
پاکر اُنہی کو مست ہے موسم بہار کا
اُن کی نظر کا فیض ہے معتبر تو دیکھئے
قُدسی کریں طواف دلِ تار تار کا
کالی گھٹائیں چا سُو پھرتی ہیں بے قرار
لگتا ہے یہ دھواں سا دلِ داغدار کا
مانا کہ خط و خال پہ ہم جاں فِدا ہوئے
ہم نے تقاضہ کب کیا ہے اختیار کا
پی کر نگاہِ ناز سے مدہوش ہو گئے
چرچہ ہے میکدوں میں ابھی تک خُمار کا
جی جاں سے پیار کیجئے بس پیار کیجئے
انجامِ بد ہے آخرت میں خلفشار کا
کِبر و اَنا روا نہیں ہے عشق میں منیؔر
اجرِ عظیم شرطیہ ہے انکسار کا

پنجابی غزل

جنھے جگ دی نوری ناری
سوہنے رب دی خلقت ساری
ہیڑے دل نوں رب چن لیندا
اوہ ہو جاندا اندروں جاری
چھڈ دے دنیا میرا ہو جا
کیہندا مڑ مڑ فضل باری
ہر ویلے کھا ذکر دی گولی
نفس ترے دل سی مٹے بماری
عیب پھرول نہ مول کسے دے
پنڈھ گناہ دی کر نہ بھاری
رب دی یاد توں غافل اوہو
جس دی مت ابلیس نے ماری
جس کیتا اے مان عملاں دا
جتی بازی اُس نے ہاری
کیوں ہویا ایں عقل توں انھا
مٹھے دی تھاں پینا ایں کھاری
چار دیہاڑے کھٹی کھٹ لے
اے جیون نئیں دوجی واری
اوڑک تے ایہہ ساہ مک جانے
بیٹھی تاڑ اچ موت شکاری
چوداں طبق جے دل رشناؤناں
انج دے گھاٹے پھیر دے آری
دوش کسے سر کاہدا دنیا
دھکے کھا کھا عمر گزاری
سانوں ملیا مرشد کامل
ڈبدی بیڑی اوس نے تاری
من وچ جھات منیر نہ پاوندے
مٹی پھک دے پھرن پجاری

پنجابی غزل

تیڈی یاد آئی ساڈی دھڑکن وچ
پئے دھک دھک دے سو رولے
آبسم اللہ لنگھ اکھیاں چوں
دل ترس دا راہیں ٹولے
تیڈا استقبال ہے واری جاں
در ساہنواں دے سب کھولے
گل یار سنا ساڈی پیاس بجھا
کہیا جیب نوں اج نہ بولے
ایہہ عشق دے تھل بن جان پنل
اساں ٹر دے ہولے ہولے
پھڑ اکھیاں کاسے دید کنوں
گل پا لئے ساوے چولے
لکھ ہیراں سوہنیاں سسیاں کوں
ساڈا دل نہ تک تک ڈولے
اسیں چپ چپ ہر دم رہندے آں
نہیں راز دل دلاں دے کھولے
تیڈے ہجھ غماں دی گٹھڑی کوں
کوئی ہور نہ آکے پھولے
تیڈا پیار منیؔر کوں یاد سجن
باقی بھل گئے ماہیے ڈھولے

سچے عاشق

کرن وفا تے صلہ نہ منگن عاشق جیہڑے سچ دے
فصلی ہون بٹیرے جیہڑے کندیں قولی وچ دے
جیہڑے اصلی مجنوں ہوندے لہو جگر دا دیندے
ٹھگ نسل دے عاشق جیہڑے جان چھڑا کے بھج دے
یاری لا کے توڑ نبھاؤنا کم منیؔر جنہاں دا
اکھیں ویکھ کے عیب سجن دے سو سو پردے کج دے

ارشاد محمد خان کاکوی (لندن)

فون نمبر: +44 7592 337794

ا

ارشاد محمد خان کی پیدائش KPK میں ضلع ہزارہ کی تحصیل ہری پور میں 1941 میں ہوئی جس کی وجہ سے دوست احباب خان کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ پشاور یونیورسٹی سے گریجویشن کے دوران مادر ملت کی سپورٹ میں اپنے ہی ہم شہر جنرل ایوب خان کے خلاف سیاسی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اور اسی سیاسی وابستگی اور ایک فوجی ڈکٹیٹر سے مخالفت کی وجہ سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے فوراًبعد پاکستان چھوڑ کر 1965 میں انگلینڈ آ گئے۔اور اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے برمنگھم یونیورسٹی سے بایومیریکل جینٹکس میں ایم ایس سی کرنے کے بعد ولورہمپٹن یونیورسٹی سے 'پوسٹ گریجویٹ سٹرٹیفکیٹ آف ایجوکیشن' کیا اور تعلیم وٹریننگ مکمل کر کے انگلینڈ ہی میں مستقل سکونت اختیار کی اور 30 سال تک بطور سائنس ٹیچر، سینئر ٹیچر اور سینئر سپورٹ آرڈینیٹر کے عہدوں پر انگلینڈ کے مختلف تعلیمی اداروں میں فرائض انجام دیتے رہے۔

2006 سے لندن میں اپنی فیملی کے ساتھ ریٹائرڈ زندگی گذار رہے ہیں۔اور اپنا زیادہ وقت ادبی خدمات اور اسلامی خطاطی میں صرف کرتے ہیں اور اپنے وسیع بیک گارڈن کی نگہداشت میں گزارتے ہیں۔

انہیں اپنے ملک وملت سے دلی محبت ہے اور آپ کی شاعری بھی اسی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

میری پہلی ملاقات خان صاحب سے معروف شاعرہ محترمہ سیما جبار کی ادبی تنظیم ”بزم شعروادب“ کے مشاعرے میں ہوئی جس میں میں برائے نام خزانچی تھا۔

آپ نہایت مخلص ادب نواز دوست نواز اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔سیما جبار کی بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے مشاعروں کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ میرے مشاعروں میں باقاعدگی سے آنے لگے۔اور اپنے کلام سے خوب داد پائی۔ محترم ارشاد صاحب بھی مشرقی شاعر کی طرح اپنے غزلوں میں حسرت ناک خوابوں اور نیم جان ارمانوں کی مشعل فروزاں کرتا راستہ تلاش کرتے ہیں تو ان کے ذہن ودل کی طرح الفاظ ومعانی کا نگار خانہ جگمگانے لگتا ہے ایک ایک

تجربہ بولنے لگتا ہے ایک ایک داغ لو دینے لگتا ہے ہر ایک کیفیت جاگ اٹھتی ہے اور ہر ہر حادثے کا چہرہ نکھر جاتا ہے۔ان کی شاعری قارئین کا دامن تھامنے کا ہنر جانتی ہے اور وہ حقیقت کے اظہار کے لئے ماضی کے واقعات سے بھی بھرپور قوت حاصل کرتی ہے اور تلخیوں کو اپنا کر اپنا مدعا بیان کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔

گو ابھی تک ان کا کوئی شعری مجموعہ شائع نہیں ہوا مگر آپ کے کلام کو سامعین بے حد پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی شاعری میں ہجرتوں کی اذیت ناکی لفظ و شعر کے لباس میں صفحۂ قرطاس پر اترتی ہے تو ان کا غم کچھ ہلکا ہو جاتا ہے اور راحت و انبساط کی کہکشاں ان کی نظروں میں منور ہو جاتی ہے۔۔

آپ کے کلام کی کچھ جھلکیاں اگلے صفحات میں شامل ہیں امید ہے آپ انہیں پڑھ کر محترم ارشاد محمد خان صاحب کو داد دیں گے۔

میری خان صاحب سے گزارش ہے کہ اپنے کلام کو کتابی شکل ضرور دیں تا کہ آپ کا یہ خوبصورت کلام جس میں وطن کی محبت کی گہری خوشبو محسوس ہوتی ہے محفوظ ہو جائے اور آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بنے۔۔

ے
سچ بات میرے لب پہ ، آئی جو بار بار
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اُٹھا لئے

انسانیت کا درد رکھنے والا ہر شاعر یہی کہے گا جو ارشاد محمد خان صاحب نے اپنی طویل نظم ''مجھے تکلیف ہوتی ہے'' میں بیان کیا ہے۔

ے
سوالی جب نظر آئے
کسی کو بھوک تڑپائے
دوا دارو کے بدلے جب
کوئی بے موت مر جائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

آپ بڑی سادگی سے اپنے دل کی بات کہنے میں مہارت رکھتے ہیں۔۔اگلے صفحات پر ان کی خوبصورت شاعری سے لطف اندوز ہوں۔۔۔۔۔۔

سچ بات

سچ بات میرے لب پہ، آئی جو بار بار
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اُٹھا لئے
محنت کشوں کے حق کی باتیں کہاں کروں
حاکم نے اب تو واعظ بھی اپنے لگا لئے
حق بات جو کہے ، غدارِ وطن ہوا
سچ کے لبوں پہ سوچ کے تالے لگا لئے
فکرِ حُسین بدل کر ذکرِ حُسیں ہوا
کیا رسم و رواج ہم نے اپنے بنا لئے
بنانے تھے جو شبیر حق بات کے لئے
ہاتھوں میں ہم نے ان کے مصلّے تھما دیئے
کس کو کہوں میں مومن کس کو کہوں مسلماں
رہبر وطن کے ہم نے فرعون بنا لئے
دوزخ بنا دی دنیا جنت کے واسطے
طالب نے میرے ہاتھ میں خنجر تھما دیئے
فرقوں کی بات ہر سمت قرآں کو چھوڑ کر
نفرت کے بیج ہم نے ہر سُو اُگا دیئے
ملتا ہے ہر گلی میں یوں دین کا سپاہی
دینِ خدا پہ خون کے دھبے لگا دیئے
سجتی ہے کیا کیا محفل داتا کے نام پر
کیوں حرص کے پجاری مرشد بنا لئے

❁

زندگی کی کشمکش نے زندگانی چھین لی
میری قدروں کی درخشاں اک کہانی چھین لی

آہ نکل آتی ہے اکثر درد کی ہلکان سے
اب کہ جراح نے مجھ سے میری بے زبانی چھین لی

کیا ، یہ پرانا گھاؤ تھا یا ، چھبا نشتر نیا
میرے زخموں نے تو مجھ سے ترجمانی چھین لی

ہے حرم پارساؤں کا مسکن اور مے کدوں میں رند تھے
تُو نے آنکھوں پہ بٹھا کر بے مکانی چھین لی

مزدور ہی کے خون سے روشن گھروں کی روشنی
ان گھرانوں نے کیوں ان کی شادمانی چھین لی

لُوٹ کو گھر کا تقدّس شادؔ سے وہ کہہ گیا
میں نے تیرے دین کی پہلی نشانی چھین لی

مجھے تکلیف ہوتی ہے

خشک سے ہونٹ جب دیکھوں
دلوں میں کھوٹ جب دیکھوں
زخم بے چوٹ جب دیکھوں
لاوارث موت جب دیکھوں
مجھے تکلیف ہوتی ہے

سوالی جب نظر آئے
کسی کو بھوک تڑپائے
دوا دارو کے بدلے جب
کوئی بے موت مرجائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

کبھی زچگی میں ماں جائے
کبھی بچوں کو موت آئے
کوئی بیٹی کا غم کھائے
کوئی جینے سے گھبرائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

جو جینا روگ بن جائے
گرہستی سوگ بن جائے
لہو آنکھوں سے بہہ بہہ کر
یوں دامن بوجھ بن جائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

کرب کو سہہ سہہ کر
کوئی مانوس ہو جائے
دعاؤں کے تقدس سے
کوئی مایوس ہو جائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

ڈھکی ہوں ، کھال میں ہڈیاں
تپش سے رنگ ہوں کالے
تپتی ریت چل چل کے
پڑے ہوں ، پاؤں میں چھالے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

علی چرواہے کا سوچوں
تو میری ، نیند اُڑ جائے
پیئے اُس جوہڑ کا پانی
جہاں کتوں کو نہلائے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

میرے مزدور محنت کش
کما کر پردیس سے لائیں
حکمران ، لُوٹ سرمایہ
وطن سے باہر لے جائیں
مجھے تکلیف ہوتی ہے
مجھے تکلیف ہوتی ہے

پردیس گئے

پردیس گئے پردیس رہے
پھر لوٹ کے آنا بھول گئے
جب دانا دنکا باہر ملا
ہم گھر کا کھانا بھول گئے
کچھ وعدے کرکے آئے تھے
کچھ قسمیں ہم نے کھائی تھیں
آنکھ ملی جب جولی سے
ہم پیار پرانا بھول گئے
ہم گرم وطن کے بندے تھے
جذبات ہمارے اندھے تھے
ہم عاشق تھے مدہوشی میں
ہم ہوش میں آنا بھول گئے
ٹھنڈے جب جذبات ہوئے
ہم دو بچوں کے باپ ہوئے
جب خط آیا رخسانہ کا
ہم خط کو جلانا بھول گئے
سب بچے اب جوان ہوئے
یہ مغرب کے انسان ہوئے
کیا دین اسلام سکھلائیں انہیں
جو خود کو سکھانا بھول گئے

میری بے

بند ہوئے اج بے دے بوہے اُجڑی گھر دی تھاں وے
شور شغب نہ جھگڑا کوئی ، کوئی دَسے کتھے ماں وے

سکیا شہد شتوت دا بوٹا سارے پتے وِکھر گئے
اُڈ گئے گھر دے پنکھ پکھیرو اک دوجے توں وِچھڑ گئے

نہ بیری نہ دریک دا بوٹا نہ امرود نہ مُٹھے
مالی مالن ٹر گئے دوویں میں لوڑاں کتھے کتھے

گنڈیاں تالے لگ گئے سارے مُکیاں اج دعاواں
جد پردیس توں آویں شادو کون تکے گا رہواں

رنگ چڑھی تے جیویں پُترا کون مینوں اج کہوے
کس نال غم تے خشیاں ونڈاں کون دلاسے دیوے

مُک گئے گلے شکوے سارے مُک گئے بحث مباحثے
مُک گئے بھین بھرا دے جھگڑے مُک گئے گھر دے ہاسے

ماں دے پیٹ دے مِٹھے رشتے مِٹھے ماں دے جائے
سب نوں رب سلامت رکھے دُکھ نہ ہور وِکھائے

محمد اسحاق ساجد (جرمنی)

Post flach 1010-66970'

Rodalhen.GERMANY

فون نمبر:293 7600 1523(0)49+

اسحاق ساجد صاحب جرمنی کے معروف شاعر ہیں ۔ 23 مئی 1959 کی پیدائش ہیں ۔ایم اے نفسیات میں کیا۔نویں جماعت سے شاعری شروع کی ۔غزل اور گیت لکھنے میں اپنا ایک نام رکھتے ہیں ۔میرے مشاعروں میں کئی بار تشریف لائے ۔ دو بار جرمنی میں بھی برلن اور فرینکفورٹ کے مشاعروں میں ملاقات ہوئی ۔ واٹس اپ، ای میل اور فون پر اکثر رابطہ رہتا ہے۔نہایت دھیمے لہجے میں منکسرانہ مزاج رکھتے ہیں ۔انڈیا، پاکستان، لندن اور جرمنی کے عالمی مشاعروں میں شرکت کی ۔اسی طرح انڈیا، پاکستان اور لندن کے ادبی رسالوں میں ان کا کلام تواتر سے شائع ہوتا رہتا ہے۔

2007 میں ان کا شعری مجموعہ ''جمالِ دوست'' شائع ہوا ۔2010 میں گیتوں کا مجموعہ ''گیت میرے میت'' اور پھر 2010 میں ''جشن ہجراں'' نے ادبی حلقوں میں دھوم مچائی ۔اس کے علاوہ ''محبت کا پیمبر (غزل)'' ''ساون آیا تم نہ آئے'' گیتوں کا دوسرا مجموعہ زیر ترتیب ہے ۔اس کے علاوہ بے شمار شعرا کی کتب پر دیباچے اور تعارفی مضامین لکھے۔

ان کو ادبی خدمات پر بے شمار اعزازات و انعامات بھی ملے جن کی طویل لسٹ ہے مگر چند ایک درج ذیل ہیں ۔انڈیا انٹرنیشنل پیس ایوارڈ، مشہور قلمکار ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی جو بہار یونیورسٹی کے اردو ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ہیں نے اپنی کتاب میں ''اسحاق ساجد عصری شعور کا فنکار'' کے نام سے مضمون شامل کیا۔ 2016 میں امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ''ڈاکریٹ ہیومرس سٹائیل'' دی گئی ۔

آپ نے جرمنی سے ادبی میگزین ''سمندر'' نام سے بھی جاری کیا جس کے بانی اور ایڈیٹر تھے۔مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہم لوگ ادبی رسالوں کے ساتھ نہ ہی مالی اور نہ ہی علمی تعاون کرتے ہیں جس کی وجہ سے اچھے اچھے میگزین چند عرصہ بعد بند کردیئے جاتے ہیں۔

اسحاق ساجد صاحب کا لہجہ پرانی غزل سے بھی آشنا ہے اور نئی غزل کی رعنائی سے بھی، اسی لئے وہ غزل کی دنیا میں ایک نیا نگر بساتے نظر آتے ہیں۔

صحنِ تنہائی میں احساس کے جادو کی طرح یا مہکی ہے کبھی زلف کی خوشبو کی طرح

راس آتے نہیں مانگے کے اجالے ہم کو عشق چمکائے ہمیں بھی کسی جگنو کی طرح

اسی طرح خوبصورت گیت لکھتے وقت وہ قاری کو ایک انوکھی دنیا میں لے جاتے ہیں۔ان کے گیتوں میں مکھڑوں انتروں کا اس طرح خیال رکھا جاتا ہے جیسے وہ خود ایک ماہر موسیقار ہوں۔۔!!

دھیرے دھیرے جن آنکھوں میں اتری جائے شام

اُن پر آتا خواب میں کھوئے اپنے کا الزام

چاند ستارے رات کا منظر کوئی نہ من کو بھائے

ساون بیتا جائے۔۔۔

وہ دونوں کی روایت و حکایت سے آشنا ہیں۔اسی لیے ان کے ہاں صبح کے دم پھولوں کی پتیوں پر شبنم کے موتی جھلملاتے نظر آتے ہیں تو کبھی گلابی جاڑوں میں ٹھٹھرتی ہوئی دھوپ دکھتی ہے۔

میرے بہت ہی عزیز دوست جناب اسحاق ساجد نے غزل ،نظم ، گیت اور نثر میں اپنا ایک اعلی مقام حاصل کیا ہے۔۔ان تینوں اصناف میں بہت لکھا اور خوب لکھا ہے۔ان کے اشعار ہمارے دلوں کے دروازے کھٹکھٹاتے چلے جاتے ہیں اور اسی کھٹکھٹاہٹ میں زندہ ساعتوں کی تھاپ والا پ ہمیں سحر زدہ کرتا چلا جاتا ہے۔

میں انہیں دلی مبارکبا د دیتا ہوں۔۔اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ان کی قلم میں مزید برکت دے اور وہ اسی طرح دیارِ غیر میں علم و ادب کی شمع جلائے رکھیں۔آمین

گیت

ساگر میں طوفان اٹھا ہے کریں ہوائیں شور
دیکھ بھال کے چل او مانجھی لہریں ہیں منہ زور
ہوش کو کام میں لاؤ
مانجھی نیا پار لگاؤ
ابھی ہے دور کنار تجھ سے دور تری منزل
رات نے آگھیرا تو مانجھی ہوگی بڑی مشکل
موجوں نے کیا ہے گھراؤ
مانجھی نیا پار لگاؤ
گرج رہا ہے ساگر موجیں لپکیں تیری اُور
بادل برسے بجلی تڑکے کریں ہوائیں شور
پھر بھی دل میں خوف نہ لاؤ
مانجھی نیا پار لگاؤ
موج موج زہریلی ناگن خطرے میں ہے جان
ہمت سے ہی ہوگی تیری ہر مشکل آسان
چپو تیز چلاؤ
مانجھی نیا پار لگاؤ
بھنور جال کے ناگ نے مانجھی دیا ہے جبڑا کھول
دیکھ بھنور میں پھنس کر نیا جائے نہ تیری ڈول
جل کا ہے تیز بہاؤ
مانجھی نیا پار لگاؤ

گیت

دور ہے منزل رستہ ہے دشوار سکھی
آؤ کریں مل جل کے دریا پار سکھی
جُھول رہی لہراتی نیا ساگر میں
جیسے چھل چھل کرتا پانی گاگر میں
شور سنائی دیتا من میں آندھی کا
ہاتھ بٹاؤ آکر اپنے ساتھی کا
تھاموتم بھی ساتھ مرے پتوار سکھی
آؤ کریں مل جل کے دریا پار سکھی
لگتا ہے ڈر ساگر کی گہرائی سے
اونچی اونچی موجوں کی انگڑائی سے
بات یہی رہ جاتی اک سمجھانے کو
آتے ہیں یہ سارے مسافر جانے کو
سچائی سے کس کو ہے انکار سکھی
آؤ کریں مل جل کے دریا پار سکھی
ٹوٹی کشتی تیز ہوا چڑھتا پانی
اس پر بھی کرتا ہے دل یہ من مانی
چھوتی ہیں پھر امبر کو اُٹھتی لہریں
چین سے راہی دو پل کیسے اب ٹھہریں
دکھتے ہیں پھر طوفاں کے آثار سکھی
آؤ کریں مل جل کے دریا پار سکھی

❀

ہر کوئی ماحول سے جب باخبر لگنے لگا
مجھ کو اپنے گھر کی دیواروں سے ڈر لگنے لگا

خواب آنکھوں میں سجے تو چار سُو کوئی نہ تھا
دھوپ میں سایہ بھی مجھ کو ہم سفر لگنے لگا

رات دن شوقِ سفر میں وادیاں بستی رہیں
میں جہاں ٹھہرا وہیں گلزار گھر لگنے لگا

ریت کہتی ہے کہ ہیروں کی یہاں بھی کان ہے
پھر مجھے تیشہ بکف کیوں بے ہُنر لگنے لگا

دیکھتے دیکھتے ہی سب چھٹ گیا گردوغبار
وہ شجر پھر پہلے کے جیسا شجر لگنے لگا

اب مرے بھی سو رُکی فطرت سمجھ آنے لگی
حرف سناٹوں کا مجھ کو معتبر لگنے لگا

نیند سے جاگا تو سب تاریکیاں ساجؔد گئیں
آئینہ دیکھا تو وہ مثلِ قمر لگنے لگا

❀

اے رفیقو یہ میرے ساتھ میں کیا ہوتا ہے
سر اُٹھاؤں تو اُسے وہم انا ہوتا ہے

کیسی مُشکل ہے رقابت کی فضامیں یا رب
خوش میں ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے خفا ہوتا ہے

یہ تو میری ہی بصارت کا ہُنر ہے ورنہ
شام ہوتی ہے تو ہر نقش مٹا ہوتا ہے

پھوٹ پڑتا ہے مری آنکھ سے جھرنا کوئی
وہ سمجھتا ہے کہ اِک ضرب سے کیا ہوتا ہے

رفع کرتا تو ہے وہ روز ہی حاجت لیکن
سب کے کہنے سے کوئی شخص خدا ہوتا ہے

اُس کے ہونے کا نہ ہونے سے تعلق ہے ضرور
دل نشینوں کو مکانوں کا پتا ہوتا ہے

عام ہوتی ہے زمانے میں عنایت ساجؔد
گُل کی خوشبو سے ہواؤں کو بھلا ہوتا ہے

❁

گھر کے دالان کی منزل بھی سفر جیسی ہے
ہر زمیں میرے لئے راہ گزر جیسی ہے

دل کے وعدے کو تو کہتے ہو غلط ہے لیکن
وہ محبت کی نظر بھی تو نظر جیسی ہے

ذہن مرکوز ہے بے جان صدا کی صورت
خامشی بھی تو یہاں ایک خبر جیسی ہے

رنگِ ظاہر سے جھلکتا ہے نہیں باطن ورنہ
میری بستی کی فضا بھی مرے گھر جیسی ہے

دن کے سوئے ہوئے جاگے ہیں یہ کس کی خاطر
کس کے ایوان کی ہر رات سحر جیسی ہے

گُل کو ہے کس لئے اب خود پہ ملامت آخر
گُل کی رنگت بھی تو اب خونِ جگر جیسی ہے

دھڑکنیں دل کی دِلاتی ہیں یہ ساجؔد احساس
اس خرابے کی بناوٹ بھی نگر جیسی ہے

❁

غُبارِ راہ ہے تاروں کے کارواں کی جگہ
زمیں کو رکھ کے ذرا دیر آسماں کی جگہ

ہر ایک شخص ہی کرتا ہے عشق کا دعویٰ
کوئی بھی رکھتا نہیں دل مگر زباں کی جگہ

ہوائے تند سے خائف نہیں کوئی طائر
ہیں بال و پر کی پناہیں اب آشیاں کی جگہ

سوائے سنگ کے کچھ بھی نظر نہیں آتا
یہ کیا بنا دیا تم نے مرے مکاں کی جگہ

سپرد میرے کوئی گلستاں نہیں پھر بھی
میں دیکھتا ہوں سدا خود کو باغباں کی جگہ

فلک سے روز برستے ہوں دن کے انگارے
ہماری آنکھ کی پلکیں ہیں سائباں کی جگہ

کسی کا نام بدلنا کبھی دُرست نہیں
کوئی غنیم سہی آج مہرباں کی جگہ

اسداللہ غالب ماجدی (لندن)

11 Graham avenue

Mitham,London,Surrey.CR4 2HJ

فون نمبر:+44 7957 286990

ای میل: asadullahghalib@yahoo.com

اسداللہ غالب اصلی نام ہے جبکہ قلمی نام غالب ماجدی سے جانے جاتے ہیں۔ بھارت کے صوبہ بہار کے شہر مظفر آباد میں 18 اکتوبر 1949 کو پیدا ہوئے، اور مشرقی پاکستان سے ہوتے ہوئے کراچی پاکستان بس گئے جس کے بعد آخری ہجرت برطانیہ کی۔ تعلیم سائنس گریجویٹ، ایرو ناٹیکل انجینئر نگ۔ پی ائی اے میں ایر کرافٹ مینٹیننس انجنیئر کے طور پر ملازمت کی۔ گھر کا ماحول علمی تھا آپ کے والد ماجد پروفیسر عبدالماجد اختر 36 برس تک درس و تدریس کے شعبے سے منسلک رہے۔

شاعری کا آغاز 15 سال کی عمر میں ہی شروع ہوگیا تھا ایک بار جب والد صاحب نے نماز کی تاکید کی تو یہ شعر کیا۔۔

ہمیشہ ہم نے چاہا کہ خود کو قبلہ رو کرتے
مگر یاں وقت سجدہ تو گزرتا ہے وضو کرتے

اسکول کے زمانے میں مختلف رسائل میں بھی لکھتے رہے۔ اور مقامی مشاعروں میں شرکت شروع کی۔

اگست 1967 میں رانچی کے ہندو مسلم فساد میں ایک عزیزی کے قتل سے دلبرداشتہ ہوکر سارا خاندان مشرقی پاکستان ہجرت کر گیا۔ جب پی آئی اے میں ملازمت ملی تو 1968 میں کراچی منتقل ہوگئے۔ ایک مدت تک کسب معاش اور دوسری الجھنوں میں اس قدر مشغول رہے کہ شاعری پس پشت رہ گئی۔ البتہ کبھی کبھار جنگ اور حریت اخبار کے ادبی صفحات پر غزلیں بھیج دیتے۔ یا پھر گلشن اقبال میں عظمت علی خان کی بزم سائنسی ادب میں شریک ہوکر غزلیں یا نظمیں سناتے۔ اس کے علاوہ لاہور کے روزنامہ 'ہاٹ لائین' میں کئی مہینوں تک حالات حاضرہ پر قطعات بھی شائع

ہوتے رہے۔

ستمبر 1999 میں جب پی آئی اے نے لندن تبادلہ کیا تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے ۔۔لندن کے مشاعروں میں برادر محترم سید حسن کیفی کے ساتھ اکثر شرکت کرتے مگر مشاعرے اکثر ہفتہ اتوار کو ہوتے لہذا نوکری آڑے آجاتی ۔لیکن مشاعروں نے انہیں دوبارہ شاعری کی جانب راغب کیا۔لیکن بقول ان کے کہ ابھی اس قدر مواد جمع نہیں ہو پایا کہ کتاب شائع کی جائے۔۔!!

برلن ،فرینکفرٹ، جرمنی ،ٹورانٹو کینڈا، کوپن ہیگن ،ڈنمارک ،ڈیلس ، بھارت اور کراچی کے کئی مشاعرے پڑھے اور داد وصول کی ۔اسی طرح پرواز ،صدا، سفیر اردو، ساحل ،قرطاس انتساب آنگن ادبیات اور شاعر جیسے ادبی رسالوں میں بھی لکھتے رہے۔۔

غالب ماجدی نہایت منکسر مزاج اور پرخلوص انسان ہیں ۔ادب نواز اور انسان دوست ہیں۔خود بھی اپنی ایک ادبی تنظیم کے تحت سال میں ایک کامیاب عالمی مشاعرہ کا انعقاد کرتے ہیں۔

میری ادبی تنظیم "دالتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم" میں بھی کئی بار تشریف لا چکے ہیں۔ان کی کئی وڈیوز یوٹیوب پر بھی موجود ہیں میرے مشاعروں کی۔

فرماتے ہیں کہ "ابتدا میں روائتی شاعری ہی کرتا تھا، پھر ترقی پسند تحریک سے متاثر ہو کر ترقی پسند شاعری شروع کردی مگر وہ دیرپا ثابت نہ ہوئی کہ ترقی پسند تحریک ہی ختم ہوگئی ۔اب ملی جلی مگر با مقصد شاعری کرنیکی کوشش کرتا ہوں ۔میں عروض، تراکیب اور اسطلاحات پر زیادہ نظر رکھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ روزمرہ اور عام بول چال کے جملے استعمال کروں اور مصرعے اتنے آسان ہوں کہ ان کی مزید نثر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔" اگلے صفحات میں محترم غالب ماجدی کی نہایت خوبصورت غزلیں شامل اشاعت ہیں۔محترم غالب ماجدی صاحب نے اپنی غزلیات میں ان تمام موضوعات کو سمونے کی بھرپور کوشش کی ہے جن کا تعلق عملی سوچ سے بہت گہرا ہے جو حیات و کائنات کے سچے مسائل کی اس طرح عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی بات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں صحت تندرستی کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور وہ اسی طرح خلوص دل سے ادب کی خدمت میں مصروف رہیں۔۔آمین

بند کرو در و روزن مجھے ڈر لگتا ہے
شمع رہنے دو روشن مجھے ڈر لگتا ہے
آؤ بیٹھو مرے پہلو میں ، قریب اور قریب
لاؤ آگے رخِ روشن مجھے ڈر لگتا ہے
اپنی صورت سے بھی آنے لگا اب خوف مجھے
توڑ دو سارے ہی درپن مجھے ڈر لگتا ہے
حسن و اُلفت کے خلاف اتنا زمانہ کیوں ہے
ہم پہ لگ جائے نہ قدغن مجھے ڈر لگتا ہے
کوئی آسیب ہے، سایہ ہے، ہوا ہے، کیا ہے
پھر سے ہلنے لگی چلمن مجھے ڈر لگتا ہے
عمر میری بھی ڈھلی جاتی ہے اب دیر نہ کر
ڈھل نہ جائے ترا جوبن مجھے ڈر لگتا ہے
عرضِ الفت پہ وہ شرمائیں تو سمجھوں اقرار
بل سے بھر جائے نہ چتون مجھے ڈر لگتا ہے
لے نہ جائے یہ بہا کر کہیں بستی اپنی
کتنا برسے گا ابھی ساون مجھے ڈر لگتا ہے
شکر ہر حال میں اللہ کا غالبؔ کیجئے
چھوڑیئے نالہ و شیون مجھے ڈر لگتا ہے

وصال کرکے محبت کی انتہا نہ کرے
خدا کرے کہ وہ آجائے پر خدا نہ کرے
ہوں مستعار جو سانسیں تو پھر جیا نہ جائے
ہوا کی زد پہ جلے یا دیا جلا نہ کرے
دوبارہ راہ پہ آنے میں عمر لگتی ہے
ہمارا قافلہ چلتا رہے رکا نہ کرے
پرندہ راہ بھٹکتا نہیں کبھی اپنی
تو کیوں پرندے کو انسان رہنما نہ کرے
شروع سوچ سمجھ کر سدا کرے ہر کام
مگر اُس کے بعد کوئی دل میں وسوسہ نہ کرے
سنے ہر اک باتیں بہ انہماک و سکوں
یقین ہر ایک کی باتوں پہ کر لیا نہ کرے
گرہ سے باندھ لے ہر شخص میری باتوں کو
نصیحتیں مری سن سن کے مضحکہ نہ کرے
خود آپ بخش دے مجھ کو خدا تو خلد قبول
کوئی بھی شخص مرے واسطے دعا نہ کرے
زباں خیال و مضامیں کے ہیں غنی غالبؔ
سخن وری میں کوئی بھی مقابلہ نہ کرے

خدا کا فضل ہے مجھ پہ کہ سُر والوں میں سرور ہوں
بہت اچھوں سے اچھا ہوں میں بہتروں سے بہتر ہوں
کبھی شعلہ، کبھی شبنم ، کبھی پتھر ، کبھی اخگر
کبھی میں فاختہ بے پر کبھی شاہین شہپر ہوں
اک اک قطرہ جمع ہو کر سمندر جیسے بنتا ہے
پیادہ ہوں اکیلا میں مگر دیکھو تو لشکر ہوں
مرادوں کے گہر مجھ کو ملے لیکن تگ و دو سے
کہ خود بحرِ تمنا کا میں اک اچھا شناور ہوں
حقیقت کیا ہے میری اے فرشتو میں بتاتا ہوں
اگرچہ بت ہوں آذر کا مگر میں خود بھی آذر ہوں
جھکوں دنیا کے آگے کیوں کہ ہوں اللہ کا بندہ
مجھے محشر کا ڈر کیوں ہو ، غلامِ شاہِ محشر ہوں
ادب میں حیثیت کیا ہے میری ، معلوم ہے مجھ کو
میں طالب علم اردو کا بہت ناچیز و احقر ہوں
مری کٹیا فروزاں ہے ادب کے ماہتابوں سے
قدآور شاعروں میں آج غالبؔ میں قدآور ہوں

جز و کوکل کی طرف دہر میں مائل پایا
گر کے دریا نے سمندر میں ہی ساحل پایا
ہر کوئی خود کو سمجھتا ہے ارسطو سقراط
ابلہوں کو بھی یہاں میں نے تو عاقل پایا
چور جب ہو گئے کوتوال تو خطرہ کیسا
ہم نے تریاق کی بوتل میں ہلاہل پایا
ساتھ میرے فقط انبر ہی نہ رویا شبنم
میں نے تاروں کی نگاہوں کو بھی جھلمل پایا
میرے بستر پہ کتابوں کا تھا انبار بہت
صبح دم خود کو مگر اور بھی جاہل پایا
حق کا رستہ تو دکھانے کبھی اوتار آئے
پیروکاروں کو مگر رہ روِ باطل پایا
دان دینے کی بنے فلم ، دکھائے ٹی وی
اچھے اچھوں کو بھی اس دوڑ میں شامل پایا
سمجھا منزل کو بھی رستے کا ہی حصہ غالبؔ
اُس نے رستے کو بھی صورت گرِ منزل پایا

❁

میں سوچتا ہوں آج اک اچھی غزل کہوں
معیار کیا ہے اچھی کا ، ویسی غزل کہوں

مقدور ہو تو میرؔ سی اصلی غزل کہوں
غالبؔ کی طرز پاؤں تو غیبی غزل کہوں

مومنؔ، ظفرؔ کی ذوقؔ کی آتش راہ لوں
یا میر دردؔ جیسی حقیقی غزل کہوں

جذبیؔ ، فراقؔ ، داغؔ و یگانہؔ سے فیض لوں
فانیؔ کے جیسی کوئی سسکتی غزل کہوں

اقبالؔ و عندلیبؔ سے حسرتؔ سے داد لوں
یا پھر جگرؔ کے طرز کی عشقی غزل کہوں

دو مصرعوں میں ربط ہو صوری نہ معنوی
دورِ جدیدیت کی میں الجھی غزل کہوں

نقشِ قدم پہ فیضؔ کے سیمابؔ کے چلوں
احمد فرازؔ جیسی پھڑکتی غزل کہوں

مضمون جو بھی چاہوں غزل میں سمولوں میں
سائنس کی بات کرلوں سیاسی غزل کہوں

صنفِ غزل ہے کتنی مہذب دکھاؤں میں
اس نیم وحشی صنف کی فکری غزل کہوں

رخسار و لب کا ذکر غزل کا مزاج ہے
کہنا اگر میں چاہوں جدیدی غزل کہوں

اسلوب و لہجہ خاص ہو ندرت ہو فکر ہو
غالبؔ میں اپنے طرز کی اپنی غزل کہوں

اشتیاق احمد گھمن (لندن)

Din Motors LTD

Premier Business Centre

Park Royal Road.LONDON.NW10 7LQ

Mob: +44(0)7735256131.E.mail:ishghumman@yahoo.com

اشتیاق احمد گھمن صاحب سے پہلی ملاقات ایک مشاعرے میں ہوئی ۔چھتیس سال کے خوبرو نوجوان ہیں آنکھوں میں ذہانت زبان پر مکمل کنٹرول پہلی ملاقات میں ان کے پر خلوص اور میٹھے لہجے سے متاثر ہوا اور پر خلوص دوستی کی ابتدا ہوئی ۔لاہور سے تعلق ہے بارہ سال سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔پنجاب یونیورسٹی سے ایم کیا ،شروع سے ہی اخبارات سے تعلق رہا،بہترین کالم نگار،تبصرہ نگار، رپوٹر ہیں،اخبارات کے ہر شعبہ میں کام کی مہارت رکھتے ہیں۔2014 میں ان کی ایک کتاب ''برطانیہ میری نظر میں'' شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہے

پہلا کالم 1997 میں شائع ہوا،کالج میگزین بھی نکالا۔ایک این جی میگزین بھی جاری رکھا۔تھنک ٹینک میں بھی نوکری کی۔قومی اخبارات کے تمام ڈیسکوں پر کام کیا۔ 2006 سے 2010 تک ''ڈیلی پاکستان'' میں کالم لکھے۔''ڈیلی نئی بات'' میں 2014 سے کالم لکھ رہے ہیں۔بطور سب ایڈیٹر بھی کام کیا اور نیوز روم میں ایڈیٹنگ کا تجربہ حاصل کیا۔ اپنے ذاتی کاروبار کے علاوہ فیس بک اور واٹس اپ پر نہایت دلچسپ ''صاحبان علم وادب برطانیہ'' کے نام سے سلسلہ جاری ہے جس میں پاکستان ویورپ کے معروف نامور اخباری شخصیات ، رپوٹر،ٹی وی اینکرز اور کالم نگار شامل ہیں جو نہایت اہم مفید معلومات مہیا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ ''ورلڈ کالمسٹ کلب برطانیہ'' کے صدر ہیں۔

شاعری کرتے نہیں مگر شاعری کا ذوق ہے اور اکثر مشاعروں میں شرکت کر کے شعرا کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔الحمرا ہال کے کئی مشاعروں میں شرکت کی ۔ مطالعہ کا بے حد شوق ہے ۔آٹو بائیوگرافی ،تاریخ اور سیاست پسندیدہ موضوع ہے۔اس کے علاوہ سپورٹ کا بھی شوق رکھتے ہیں۔تیراکی ،ٹیبل ٹینس اور بیڈمنٹن پسندیدہ کھیل ہیں۔سیر وسیاحت کے بھی دلدادہ ہیں انگلینڈ، ہالینڈ ، ڈنمارک ،اٹلی اور مڈل ایسٹ تک گھوم آئے ہیں۔ان کے کالم

زندگی کے ہر مسائل پر ہوتے ہیں، وطن عزیز کی سیاست پر ان کا گہرا مشاہدہ ہے اور عقابی نظر رکھتے ہیں۔

آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی محنت، مسلسل لگن اور ریاضت سے کامیابوں کی چوٹیاں سر کر لیتے ہیں۔ جو روشن ستارے کی مانند طلوع ہو کر دیکھتے ہی دیکھتے ادبی و صحافتی افق پر چھا جاتے ہیں۔ اور اپنا مقام ہمیشہ قابل رشک رکھتے ہوئے ایک شجر سایہ دار کی طرح بے شمار لوگوں کو فیض یاب کرتے ہیں۔

آپ کی کتاب ''برطانیہ میری نظر میں'' کے کچھ اقتباسات اگلے صفحات میں نقل کئے جا رہے ہیں۔ ''میں کیوں لکھتا ہوں'' کے باب میں اشتیاق احمد صاحب رقمطراز ہیں۔

''میں پانی کے سوا سگریٹ پیتا ہوں نہ کچھ اور' لہٰذا مجھے لکھنے کے لیے کسی خاص ماحول اور چیز کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ضرورت پڑتی ہے تو بس لکھنے کی۔ سوچتا ہوں اگر نہ لکھوں' تو شاید پھٹ جاؤں۔ پہلی فرصت میں انگلیاں کی بورڈ (key board) پر چلنے لگتیں اور وقت دوڑنے لگتا ہے۔ کئی بار خیال آیا کہ انسان کتنا مجبور ہے کہ سب کچھ بس میں ہونے کے باوجود اپنی منشا کے مطابق بسا اوقات نہیں کر سکتا۔ کم سنی سے ہی جی چاہتا تھا کہ وہ خطوط یکجا کر کے چھپواؤں کہ جو ''آتش'' نے زمانہ طالب علمی میں بہت سُوں کو لکھے اور اب بھی جب کبھی پڑھنے کا اتفاق ہوا' تو جذبات کی گرمی سے پیشانی دہک گئی' جسم بھیگ گیا اور آنکھیں وا ہو گئیں' مگر صد افسوس کہ ایسا نہیں کر سکا۔ رسوم و رواج اور روایات بھی بعض اوقات انسان کو مصلحت پسند بنا دیتی ہیں۔ معاشرے کی ذرا سی ملامت سے ڈر جانے والوں سے کسی بڑے کام کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ میں چھوٹا آدمی ہوں کہ جس کی آنکھ میں ہر چھوٹا کام بڑا ہوتا ہے اور میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا۔''

اشتیاق احمد گھمن صاحب میری نظر میں بہت بڑے آدمی ہیں جنہیں میرے جیسا آدمی ٹوپی پر ہاتھ رکھ کر دیکھتا ہے۔۔ دلی دعا ہے کہ اللہ ان کے قلم میں برکت دے اور وہ اسی طرح لکھتے رہیں۔ اور ہم پڑھتے رہیں۔۔ کیونکہ جو کچھ بھی وہ لکھتے ہیں سچ لکھتے ہیں۔۔!!------------------------------

''برطانیہ میری نظر میں'' میں سے کچھ اقتباسات۔۔

☆ بلاشبہ دوام اُو پروالی ذات کے سوا کسی کو نہیں' لیکن پھر بھی معیار اور اخلاص کام کو اکثر اوقات لازوال کر دیتے ہیں اور یہی حال تحریروں کا بھی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک بات دل سے نہ نکلے اپنا اثر نہیں دکھا سکتی اسی طرح

جو تحریر خونِ جگر میں انگلیاں ڈبو کر تکمیل نہیں پاتی ' عروج کو نہیں پہنچتی ۔ آج بد قسمتی ہے کہ ہمارے ہاں لکھاری بھی جتھہ بندی کا شکار ہیں ۔ تقریباً ہر ادیب ' دانش وَر اور لکھاری اپنے اپنے حلقے کو پروموٹ کرنے میں لگا ہوا ہے ۔ کسی نو وارِد کی قسمت کا فیصلہ اُن کے ہاتھ میں ہے کہ جو ادبی حلقوں کے امام کہلاتے ہیں ۔ دوستو! مجھے کل کے طلوعِ آفتاب سے کہیں زیادہ اس بات پر یقین ہے کہ کسی سطحی ' غیر معیاری اور محض پیٹ کی خاطر لکھے گئے کام کو ادیبوں کی ساری انجمنیں مل کر بھی دیرپا ثابت نہیں کر سکتیں ۔ سچ ' اخلاص ' محنت اور ایمان داری کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے جسے کسی سہارے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ میں ہٹا کٹا اور صحت مند و توانا ہوں ' ایک چلتے پھرتے انسان کو بیساکھیوں کی ضرورت کیوں؟ میرے اُستاد تو بہت ہیں ' الحمدللّٰہ ' مگر دعوائے امامت کسی کو نہیں ۔ ''

☆ '' یہاں برطانیہ میں ایک نو وارِد کو جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ عوام کی اپنے نمائندوں تک آسان رسائی ہے ۔ منتخب نمائندوں کی سادگی اور اپنے ہاتھ سے سارے کام کرنے کی روایت بڑی اعلیٰ ہے ۔ وہ نہیں جانتے کہ لیڈری کیا ہوتی اور کیسے کی جاتی ہے ۔ مرزا طاہر کی سزا پر عمل درآمد رکوانے کے لیے وزیرِ اعظم کو پاکستان سے دارالعوام میں خود معافی کی اپیل کرنا پڑی ۔ اہم امورِ سلطنت نمٹاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے قائدین نہ جانے وقت کیسے نکال لیتے ہیں ۔ لگتا ہے کہ یہاں کے لیڈرانِ کرام قوم کے لیے ناگزیر بھی نہیں ہیں ' کیونکہ اِن کی روانگی اور آمد سے گھنٹہ بھر پہلے ٹریفک کے اشارے بند کر کے عوام کو سکیورٹی کی اہمیت سے روشناس بھی نہیں کرایا جاتا ۔ ہر عوامی جگہ وہ لائبریری ہو ' کمیونٹی سنٹر یا فیملی سنٹر ' سیاسی زعماء کے تمام فون نمبر اور ای میل سمیت سارے پتہ جات آویزاں ہوتے ہیں اور یہ اطلاع بھی واضح درج ہوتی ہے کہ کس دن ' کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے ' لیکن بد قسمتی سے ہمارے ہاں خود نمائی ' اپنی اہمیت جتانے اور بڑھانے کا ایسا کلچر پروان چڑھا ہے کہ ہر شخص کو وی آئی پی بننے کا مالیخولیا ہو گیا ہے ۔ آپ روڈ پر نکل جائیں ' تو سائیکل سوار نے بھی پلیٹ کے اُوپر کچھ لکھ کے آگے لگا رکھا ہو گا ' کسی پولیس والے کا نام یا کسی پریس کا ذکر ۔ ایک دن پتہ چلا کہ نعیم الحق صاحب کوڑ کام سا ہو گیا ہے ۔ میں نے صحت کا حال پوچھا ' تو قومی درد میں ڈوبی اُن کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہے تھے '' قائدِ اعظمؒ رحلت فرما گئے ' لیاقت علی خاں کو قتل کر دیا گیا ' میری طبیعت بھی آج کل کچھ ٹھیک نہیں رہتی ' سوچتا ہوں کہ اس ملک کا کیا بنے گا '' ۔ تب سے میں بھی سوچ رہا ہوں کہ واقعی ' ایسے ایسے غم خواروں کی موجودگی میں پاکستان کا کیا بنے گا ۔ ''

☆ ''اِسلام آباد کے جناح کنونشن سنٹر میں ملک بھر سے آئے ہوئے طلباء کا ''سٹوڈنٹس یوتھ کنونشن'' ہو رہا ہے۔ صدرِ مملکت جنرل پرویز مشرف اس کی صدارت فرما رہے ہیں۔ وقفۂ سوالات میں قوم کا مستقبل جنابِ صدر سے پوچھ رہا ہے اور وہ جوابات دے رہے ہیں۔ میرے پاس بھی ایک سوال ہے' لیکن دِل نے چاہا کہ کوئی اَور پوچھ لے۔ اِسی دوران ایک نوجوان اپنی نشست سے اُٹھا' چشمے کو درست کیا اور پوچھنے لگا کہ ٹیلنٹ کے بیرونِ ملک چلے جانے سے کیا پاکستان کو نقصان نہیں پہنچ رہا؟ جنرل صاحب نے بلیغ اور جامع جواب دیا' نہیں۔ وہ وضاحت میں کہنے لگے کہ ملک میں دو چیزیں جب تک ہم پلہ نہیں ہوں گی' یہ معاملہ نہیں سنبھل سکے گا۔ معیشت اَور تعلیم۔ ہماری معیشت کا گراف بہت نیچے' جبکہ تعلیم کی شرح مقابلتاً بہت زیادہ ہے۔ گفتگو کے دوران جب اُن کا دایاں ہاتھ اُوپر اُٹھتا' تو پاکستان دُنیا کی بڑی معاشی طاقت بن جاتا اور جب بایاں ہاتھ ذرا نیچے جھکتا' تو ملک میں ایک بھی پڑھا لکھا باقی نہ رہتا۔ وہ باری باری اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ کو نیچے کی طرف حرکت دیتے' تو ہر ایک کے ساتھ کبھی ملکی معیشت بیٹھ جاتی اور کبھی تعلیم کا ستیاناس ہو جاتا۔ انگوٹھی والے ہاتھ کو بالوں میں پھیرتے ہوئے جب اُنہوں نے بتایا کہ معیشت کو تعلیم کے برابر لا کھڑا کرنے تک ملازمتیں نہیں مل سکتیں' لہٰذا پڑھے لکھے افراد باہر کا رُخ کریں گے۔ اُن کی ہدایت تھی کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' کیونکہ جانے والے سبھی اِس مٹی کے پروردہ ہیں اور جب ہماری معیشت مستحکم ہو جائے گی' تو سارے اہل افراد زیادہ تجربے کے ساتھ اپنے وطن واپس آئیں اور ملک و قوم کی بہتر طور پر خدمت کریں گے۔ یہ جواز سن کر میں نے ڈاکٹر محمد صادق کو بہت یاد کیا کہ جو دولت' شہرت اور آسودگی سمیت سب کچھ چھوڑ کے محض ایک جذبے کے تحت اپنے وطن آئے' لیکن ہمارے رویوں کی وجہ سے اُنہیں اپنے تاریخی فیصلے پر رجوع کرنا پڑا۔ برسوں کا فاصلہ بہت لمبا ہوتا ہے اور اِسے محض جذبوں سے نہیں پاٹا جا سکتا۔ اِس لیے ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں ہمیں اپنے ٹیلنٹ کی قدر کرنی اور اِسے اپنے ہی دیس میں کھپانا چاہیے۔ ضرورت پر اگر ہم نے اُن کی قدر نہ کی' تو جواباً ہم پُر اُمید کیسے رہ سکتے ہیں۔ مایوس ہو کر باہر جانے والا کشتیاں جلا کر جاتا ہے اور اگر کوئی آنا بھی چاہے' تو یہاں کے فکری بونے اُنہیں واپسی پر مجبور کر دیتے ہیں۔''

☆ ''پیٹ سے سوچنے کی ہماری روایتی عادت نے وہ ''کارنامے'' کر دکھائے کہ عقل حیران رہ گئی۔ شراب کے

ایسے کاروبار چمکائے کہ انگریز کو مات دے کر "سمندروں کے مالک" کہلائے۔ گھر لیے' انشورنس کروائی' عمارتوں کو آگ لگائی اور دِنوں میں کروڑوں کمانے کا پُراسرار شارٹ کٹ ڈھونڈا۔ اپنے کالے دھن کو چھپانے کے لیے مذہب کا سہارا لیا اور داڑھیوں کی آڑ میں ہر وہ کام کیا کہ جس سے سنتِ رسولؐ روکتی رہی۔ برطانوی پاسپورٹ حاصل کرنے کے لیے عشق کا ڈھونگ رچایا' میم سے شادی کی' محبت کے ثبوت کے لیے بچے بھی پیدا کیے اور شہریت ملنے کے بعد محبت گئی اور بیوی بھی۔ معاملہ عدالت میں پہنچا' تو بچوں سمیت اُسی ملک کو فرار ہوئے کہ جس کے نام سے کبھی متلی آتی تھی۔ کلبوں میں لڑائی کے واقعات بڑھنے کی وجہ سے ہم نے اپنے لیے علیحدہ ایشیائی کلب بنائے' خوب پی اور کھل کر جوا کھیلا۔ رمضان المبارک میں بھی باروں اور کلبوں کے دروازے کھلے رکھے' لیکن جب عیدالفطر آئی' تو ہم نے گاڑیوں پر پاکستانی پرچم لہرائے' البرٹ ڈرائیو پر ٹریفک روکی' کرتب دکھائے اور ہُو ہُو کے نعرے لگائے۔ پولیس آئی' کئی گرفتار ہوئے اور بہت سُوں کی تلاش ہونے لگی۔ جھنڈوں کے ساتھ ملکی ناموس بھی اُڑی اور سارا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ایک بار پھر پاکستانیوں کے "کمالات" کی داستانیں سنا رہا تھا۔ ہم نے سیاسی پناہ کی رعایت کا اِس بے دردی سے غلط استعمال کیا کہ مقتول رُکنِ پارلیمنٹ پیر بنیامین کی بیوہ کو بھی پناہ نہ مل سکی۔"

☆ "جہاز میں میرے سامنے دُنیا و مافیہا سے بے نیاز ایک جوڑا محوِ گفتگو تھا۔ خاتون کی سات سال کی ایک بیٹی اُن کے انہماک میں کبھی خلل ڈال دیتی۔ بچی ماں کو "موم" اور لڑکے کو بھائی کہہ رہی تھی' لیکن اُن کی آنکھوں سے برستی مستی دیکھ کر بھائی بہن کے رِشتے پر شک ہو رہا تھا۔ میرے برابر میں ایک باپردہ خاتون پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہی تھیں۔ کپتان نے جب اعلان کیا کہ ہم چالیس منٹ میں اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے' تو وہ خاتون جائے حاجت کی طرف بڑھیں' واپس آئیں' تو پردہ غائب تھا اور میک اپ پورا۔ مشرق سے مغرب کا سفر جتنی جلدی اُنہوں نے طے کیا وہ ہم گھنٹوں میں بھی نہیں کاٹ سکے تھے۔"

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ڈاکٹر اشتیاق زبیری (گلاسگو اسکاٹ لینڈ)

فون نمبر:07572 512700

ای میل:izubairi:yahoo.com

ڈاکٹر اشتیاق زبیری صاحب کراچی پیدا ہوئے۔اور آج کل گلاسگو (اسکاٹ لینڈ) کے ہسپتال میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔معروف تاریخ دان و محقق ڈاکٹر احسان بیگ صاحب جب میری ادبی تنظیم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم لندن'' سے اپنی تاریخی کتاب کی تقریب رونمائی کے لئے تشریف لائے تو ڈاکٹر اشتیاق زبیری صاحب بھی ان کے ساتھ تشریف لائے اور مشاعرے میں اپنا خوبصورت کلام سنا کر خوب داد سمیٹی۔نہایت دھیمے لہجے والے خوبرو نوجوان شاعر ہیں۔ایک مختصر سا مجموعہ کلام بنام ''بیاض خاطر'' بھی منصۂ شہود پر آچکا ہے۔آپ صرف غزل اور نظم ہی لکھتے ہیں۔ اپنی میڈیکل مصروفیات کی وجہ سے بہت کم مشاعروں میں جاپاتے ہیں۔اسی وجہ سے لکھنے کا اور شائع ہونے کا وقت بھی کم ملتا ہے۔۔

شعر کہنا کافی عرصے سے شروع کیا ہوا تھا مگر بقول ان کے کلام کو لکھنے اور اس کی مسلسل اصلاح کی اہمیت ان پر بہت بعد میں کھلی۔وہ اپنے نانا مرحوم ہلال احمد زبیری کے ممنون ہیں جن کی لائبریری سے مکمل استفادہ حاصل کیا اور پھر اپنے ماموں اطہر ہلال زبیری اور اختر ہلال زبیری کے شکر گذار ہیں جنہوں نے چند غزلوں میں مفید مشوروں سے نوازا۔اسی طرح اپنی بہن شملہ ارشد زبیری اور دیگر رشتہ داروں اور احباب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ ان کی شاعری میں حوصلہ افزائی فرمائی۔

غزلیں جو ہم نے اپنے خونِ جگر سے لکھ دیں
تاریکیاں تھیں شب کی رنگِ سحر سے لکھ دیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر اپنا کلام خون جگر سے لکھتا ہے جس میں وہ اپنے زندگی کے سارے تجربات کے رنگ بھر دیتا ہے۔

اسی چھوٹی سی غزل کے آخری اشعار دیکھئے، کیونکہ شاعری صرف جذبات کی ترجمانی نہیں ہے بلکہ ایک فن ایک صناعی ہے۔شاعر الفاظ کی مدد سے اپنے حسیات وتخیلات جذبوں، ولولوں، امنگوں اور اپنے تجربات ومشاہداتِ زندگی کو تعمیری عمل کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

جو شکائتیں جہاں سے کہنے نہ پائے کھل کر

زُمرے میں شاعری کے علم و ہنر سے لکھ دیں

ڈاکٹر اشتیاق زبیری کا تعلق چونکہ میڈیکل شعبہ سے ہے جس کے لئے دل میں انسانیت کی محبت اور احساس کا ہونا ناگزیز ہے۔شاعر جو عام انسان سے زیادہ حساس ہوتا ہے اگر اسے ایسے مسائل درپیش ہوں تو وہ دوسروں سے کہیں زیادہ ہی درد کی شدت کو محسوس کرتا ہے۔

آپ کا اسلوب سادہ، رواں اور دل کش ہے۔انہوں نے بہت زیادہ نہیں لکھا مگر جو لکھا وہ نہایت اعلیٰ وارفع لکھا۔ان کی شاعری میں ایسے غریب الوطنی کے دکھوں اور پردیس میں اپنے دیس کی مٹی کی یادوں سے تڑپتے دلوں کی ترجمانی بھری پڑی ہے جو ہم سب غریب الوطن شعرا کی پہچان بن گئی ہے۔اور ہر شاعر کی نظموں غزلوں میں اس کی جھلک ملتی ہے۔

کہیں کیسے دل کی کہ اغیار سارے

ہمیں ہر گھڑی دم بہ دم دیکھتے ہیں

اور پھر جو آئے دن کے حالات رونما ہوتے ہیں ان کا بھی گہرا اثر شاعری میں موجود رہتا ہے۔

کھلے کیوں نہ ہم کو وطن کی جدائی

جو خوابوں میں پستول و بم دیکھتے ہیں

غرضیکہ ہمارے نہایت ہی محترم ڈاکٹر اشتیاق زبیری صاحب کی شاعری نہایت متاثر کن ہے۔اگلے صفحات پر ان کی غزلیں ملاحظہ ہوں۔میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنے تمام نیک مقاصد میں کامیاب کرے، وہ جو اہم فرائض ادا کر رہے ہیں انسانیت کی خدمت کی اور ادب کی اللہ انہیں سب میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین

بلبل کا چہچہا ہے بہارِ چمن کے ساتھ
جلتے ہیں قمقمے بھی بھری انجمن کے ساتھ

انجام فصلِ گل کا کوئی جانتا نہیں
آئی ہے گرچہ لوٹ کے لاکھوں جتن کے ساتھ

دل میں دبا جو رازِ نہاں کب وہ چھپ سکا
نسبت ہے کچھ تو روح کو آخر بدن کے ساتھ

یارب سفر کا اپنے اب انجام ہو بخیر
اُلجھے ہیں راہ بر سے، کبھی راہ زن کے ساتھ

قسمت بدل گئی تو بدل جائے وضع کیوں
رہنے دو ابھی مجھ کو اسی پیرہن کے ساتھ

رہنا ہے اُن کو بزم میں، سنئے ہزار بات
رکھیے نہ واسطہ کوئی عرضِ سخن کے ساتھ

کیوں اشتیاق اُن کو سناتے ہیں شعر آپ
جن کو شغف نہیں ہے ذرا علم وفن کے ساتھ

غزلیں جو ہم نے اپنے خونِ جگر سے لکھ دیں
تاریکیاں تھیں شب کی رنگِ سحر سے لکھ دیں

گو اہلِ جنوں کی باتیں کچھ نہ زمانہ سمجھا
مرنے کے بعد ان کے کیوں آبِ زر سے لکھ دیں

جو شکائتیں جہاں سے کہنے نہ پائے کھل کر
زُمرے میں شاعری کے علم و ہنر سے لکھ دیں

ہم نے اے زیست تجھے اس طرح آساں سمجھا
جو ملا درد اُسے عشق کا ساماں سمجھا

نگہِ تیز کو گرتی ہوئی بجلی مانا
زلف کے پیچ کو اٹھتا ہوا طوفاں سمجھا

کوئی وقعت نہ بڑھی شوخ ادا سے میری
جتنا ممتاز ہوا خود کو پشیماں سمجھا

رنگ بدلا ہے چمن نے جونہی موسم بدلا
نہیں بلبل یہ ترا گیت گلستاں سمجھا

جس کو کہتا ہے تغافل وہ شکیبائی تھی
خانۂ دل کو مرا دوست شبستاں سمجھا

اشتیاؔق کا تھا یہ جذبہ جو کسی پر نہ کھلا
کوئی سمجھا ہے اسے ضد کوئی ارماں سمجھا

❁

سمجھے نہ اب تک آپ محبت کی بات چیت
کرکے بھی ہم نے چھوڑ دی الفت کی بات چیت

کرنے کو ہم تو آئے تھے مدت کی بات چیت
ملتے ہی اس نے چھیڑ دی رخصت کی بات چیت

اس بزم میں کلام سبک ہی کریں جناب
چلتی نہیں وہاں کوئی شدت کی بات چیت

انگلی کو ٹیڑھا کرکے نکالا گیا ہے گھی
سمجھے نہیں ہیں لوگ شرافت کی بات چیت

کیوں تذکرہ ہو حور و شرابِ طہور کا
چلتی ہو جب بھی زہد و عبادت کی بات چیت

کرتے رہے ہیں اُن سے جو باتیں ہزار ہم
یہ حوصلے کی بات ہے ہمت کی بات چیت

کچھ اشتیاؔق ہم کو نہیں مصلحت سے کام
کرتے رہیں گے اپنی ہم عادت کی بات چیت

❀

عہد و پیمان و دعا یاد نہیں
تم کو اپنا بھی کہا یاد نہیں

ان سے کس طرح سے نمٹیں جن کو
اپنی خود آپ ادا یاد نہیں

کیوں پڑھاتے ہیں وہ الفت کا سبق
خود جنہیں رسمِ وفا یاد نہیں

ایک ارماں کی خلش ہے باقی
سوزشِ داغِ جفا یاد نہیں

بس ہوا ترکِ تعلق اُن سے
کیوں ہوا کیسے ہوا یاد نہیں

آہ کیوں نکلی شکایت بن کر
سنتِ اہلِ وفا یاد نہیں

خود تراشے ہیں صداقت کے صنم
آج بندوں کو خدا یاد نہیں

ان طبیبوں کا کریں کیا جن کو
ایک بھی دل کی دوا یاد نہیں

شہر کے لوگ تھے مصروف بہت
کون مقتل کو گیا یاد نہیں

آئینہ دیکھ کے حیراں کیوں ہو
سامنے کون ہے کیا یاد نہیں ؟

اشتیاق ہم کو بھی تھا خوب مگر
جانے کس بات کا تھا یاد نہیں

امتیاز علی گوہر (گلاسگو اسکاٹ لینڈ)

فون نمبر: 07977 151359

ای میل:imtiazali330@hotmail.com

امتیاز گوہر گلاسگو اسکاٹ لینڈ کے معروف شاعر ہیں۔میری ان سے ملاقات تو نہیں ہوئی مگر فون اور ای میل پر مسلسل رابطہ رہا۔آپ اردو پنجابی دونوں زبانوں میں نہایت خوبصورت شاعری کرتے ہیں۔

آپ کا پورا نام امتیاز علی ہے جبکہ گوہر تخلص ہے۔یکم فروری 1960 کو ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں پائی جبکہ مڈل اور میٹرک جھنگ سے بقیہ اعلی تعلیم گورنمنٹ ڈگری کالج سے حاصل کی۔

پھر تلاش معاش کے سلسلے میں اپنے بڑے بھائی کے پاس سکاٹ لینڈ آ گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔آپ کافی مدت سے کامیاب کاروبار کر رہے ہیں۔طالب علمی میں ہی کھیلوں سے دلچسپی تھی شاعری اسکول اور کالج کے زمانے سے ہی شروع کی۔اور خوش قسمتی سے آپ کے سکول کالج کے استاد محترم احمد عقیل روبی ہی آپ کے شاعری کے بھی استاد ہیں انہی سے اصلاح لیتے رہے،

بقول آپ کے کہ "شاعری صرف الفاظ کو جوڑنے اور قافیہ و ردیف کو ترتیب کا نام نہیں ہے۔شاعری شاعر کے مشاہدات اور تجربے سے کشید کردہ احساسات کو الفاظ کی خوبصورت مالا میں پرونے کا نام ہے۔اسی لئے شعر کو سمجھنے کے لئے قاری کو اسی لیول پر آنا پڑتا ہے۔جس لیول پر شاعر شعر کو لکھتے وقت براجمان ہوتا ہے۔غزل کو لکھتے وقت غیر ضروری اشعار سے غزل کا پیٹ بھرنا مجھے گوارا نہیں ہے۔اور میں ہمیشہ اس سے اجتناب کرتا ہوں۔

آپ سکاٹ لینڈ کی تین تنظیموں کا بھی حصہ ہیں۔"کلچر ایشیا سکاٹ لینڈ، گلاسگو قلم قبیلہ، سب رنگ سکاٹ لینڈ"

آپ کی اب تک شاعری پر چار کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

۱ "لمحوں کا سفر" (اردو)

۲ "زیرِ لب " (اردو)

۳ "واج " (پنجابی

۴ ''میرے گمان میں'' (اردو)

اور ماشاءاللہ آپ کے لکھنے کا یہ سفر ہنوز جاری و ساری ہے۔اور امید ہے کہ انشاءاللہ مزید بھی آپ نئے شعری مجموعے دنیائے ادب کو دان کریں گے۔

اپنے جنوں کے شوق میں کرتا ہو شاعری
سوچوں کے اس بہاؤ کو رکنے نہیں دیا

دیارِ غیر میں رہ کر وطن کی محبتوں کو دل میں سجا کر غیر وطن کو اپنا وطن سمجھنے کی کوشش میں عمریں بیت جاتی ہیں اور اس کشمکش سوچوں کی تبدیلی اور شعوری کوشش کے نتیجے کی رنگ شاعری میں بھی محسوس ہوتا ہے۔باقی بھی وطن سے دور شعرا کی طرح امتیاز گوہر کی شاعری میں بھی یہ رنگ یہ درد پایا جاتا ہے۔

میں اپنی چھاؤں سے نکلا ہوا پرندہ ہوں
اُٹھائے پھرنا ہے اب دھوپ کا وبال مجھے

اردو زبان کی خدمت سرانجام دینے والے یہ ادیب، کہانی کار اور شاعر اپنے قلم سے مغربی ماحول میں رہ کر بھی اردو زبان کی بقا کی جدو جہد میں مصروف نظر آتے ہیں۔آپ کی شاعری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مطالعہ میں قدیم شعراء کی شاعری بھی ہے اور جدید لب ولہجہ کی تخلیق بھی نظر آتی ہے۔

مغربی ماحول میں شب و روز گزارنے کے باوجود آپ کی شاعری میں مشرقیت ہی کے رنگ و آہنگ نظر آتے ہیں۔

یاد کرتا ہوں جو دن رات وطن کو گوہرؔ
میرے پیارے ہیں جہاں کچھ تو وہاں میرا ہے

ان کی نئی شاعری جو آپ نے مجھے بھیجی ہے اگلے صفحات میں آپ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرے گی۔۔ پڑھیئے اور داد دیجئے ہمارے امتیاز گوہر صاحب کو۔۔

اللہ پاک انہیں سلامت رکھے اور آپ یونہی لکھتے رہیں اور ہم پڑھتے رہیں۔۔۔آمین

❁

تم جو ہوتے تو لگتا ہے جہاں میرا ہے
ورنہ اسے دوست یہاں کچھ بھی کہاں میرا ہے

بھاگتا جاتا ہوں اس واسطے دریا کی طرف
پیاس کہتی ہے کہ یہ آبِ رواں میرا ہے

دل سلگنے کا پتہ اور بھلا کیا دوں میں
یہ کوئی ابر نہیں سارا دھواں میرا ہے

میں تو اس واسطے بھی کھل کے نہیں رہ سکتا
میرے سینے میں کوئی رازِ نہاں میرا ہے

خواب میں کیا ہے کسی کو میں دکھاؤں کیسے
جو بھی منظر ہے وہ سب وہم و گماں میرا ہے

اس لئے سوئے فلک دیکھتا رہتا ہوں میں
اک ستارہ تو سرِ کاہکشاں میرا ہے

یاد کرتا ہوں جو دن رات وطن کو گوہرؔ
میرے پیارے ہیں جہاں کچھ تو وہاں میرا ہے

❁

ڈبو دیں گے کبھی سورج ، ستارہ دیکھنے والے
کسی کا دل کہاں دیکھیں گے ، چہرہ دیکھنے والے

یہاں موجوں کی طغیانی سے ہم جیسے ہی لڑتے ہیں
وہ کیا جانیں سمندر کو ، کنارہ دیکھنے والے

پتہ جب سے چلا ہے میرے اندر ایک دنیا ہے
پریشاں ہے مرے دل کا علاقہ دیکھنے والے

بھری محفل ہو تو محتاط رہنا ٹھیک ہوتا ہے
سبھی باتیں سمجھتے ہیں ، اشارہ دیکھنے والے

تماشا دیکھنے والو ذرا یہ دھیان میں رکھنا
تماشا بن بھی سکتے ہو ، تماشا دیکھنے والو

ذرا سی بات پر گوہرؔ تعلق توڑنا کیسا
پلٹ کر آ بھی سکتے ہیں دوبارہ دیکھنے والے

❁

جتنی بھی تیرے پیار سے آگے کی بات ہے
ساری کسی خمار سے آگے کی بات ہے

وعدہ نہ کوئی عہدِ وفا پھر بھی منتظر
لگتا ہے انتظار سے آگے کی بات ہے

میں کیا بتاؤں کیا ہے مزہ زلفِ یار کا
یہ شجرِ سایہ دار سے آگے کی بات ہے

وہ میرے ساتھ ساتھ ہے ہر وقت ہر جگہ
یہ بھی تو اعتبار سے آگے کی بات ہے

سب کچھ گنوا دیا ہے مگر پھر بھی مطمئن
یہ عشق بھی تو پیار سے آگے کی بات ہے

آخر کہاں تلک ہمیں روکیں گے راستے
اپنا سفر غبار سے آگے کی بات ہے

گوہؔر گلِ امید کھلا ہے خزاں میں جو
میرے لئے بہار سے آگے کی بات ہے

❁

خود کو اتنا تو بحرحال سنبھالا جائے
عزتوں کو نہ کسی طور اچھالا جائے

ایک دن دودھ پلانے پہ بھی ڈس لیتا ہے
آستینوں میں کوئی سانپ نہ پالا جائے

یار کچھ دیر یونہی ہاتھ ملائے رکھنا
شائد ایسے ہی مرے ہاتھ کا چھالا جائے

اس کی گہرائی سمندر سی نہیں ہو سکتی
چاہے دریا کو کئی بار کھنگالا جائے

اک دیا اب تو مجھے خود بھی جلانا ہوگا
اس سے پہلے کہ مرے گھر سے اجالا جائے

ہاتھ دشمن سے ملانا ہے تو پہلے گوہؔر
اُس کے جو دل میں ہے کینہ وہ نکالا جائے

پنجابی غزل

بِسراں دیئے یار دُہائی دُکھاں دی
جندڑی ساڈی کھیڈ بنائی دُکھاں دی
میں تے اپنا دُکھڑا لے کے آیا ساں
توں وی سر تے پنڈ چکائی دُکھاں دی
دُکھ ای دُکھ سن ایہنے ساڈی قسمت وچ
گنتی بھُل گئی ہُن تے بھائی دُکھاں دی
لوگ وچارے خشیاں لبھدے پھردے نیں
بوجھے پا کے پائی پائی دُکھاں دی
جینا اوکھا ایہنا ساڈا ہو گیا اے
لُٹن آگئے لوگ کمائی دُکھاں دی
لُوں لُوں میرا بھُکھ نال ٹھریا ہویا سی
جُثے دے وچ اگ بھڑکائی دُکھاں دی
ساڈے کول وی آ کے بہہ جا سجنا توں
تھوڑی توں وی لے گرمائی دُکھاں دی
ہنجو وی جد مُک گئے گوہؔر رو رو کے
اکھاں دے وچ جم گئی کائی دُکھاں دی

پنجابی غزل

اپنے جد وی بھُل جاندے نیں
پھٹ سینے کھُل جاندے نیں
ہُن وی اوہدا ناں آوے تے
اکھ چوں اتھرو ڈُھل جاندے نیں
عشق چہ کلا توں نہیں رُلیا
لکھاں ایتھے رُل جاندے نیں
ہیرے موتی لبھدیاں لبدھیاں
ہتھ مٹی وچ گھُل جاندے نیں
خورے کس نوں ویکھ لیا اے
آپئی منظر کھُل جاندے نیں
اوہدا ہاسا ویکھ لواں تے
دل وچ کھِڑ کھِڑ پھُل جاندے نیں
جے کر اوہدی رحمت وَسے
باغ ہنیرے ڈُھل جاندے نیں
عشق خریدن لکیاں گوہؔر
لوکی تکڑی تُل جاندے نیں

امجد مرزا امجدؔ (لندن)

فون نمبر:07939830093
ای میل:mirzaamjad@hotmail.co.uk

امجد مرزا امجدؔ برطانیہ کے معروف شاعر،افسانہ نگار،انشائیہ نگار،کمپوزر،ڈیزائنر، پبلشر،ٹی وی پیشکار اور ایک ادبی تنظیم 2006 سے''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم لندن'' کے نام سے چلا رہے ہیں جس کے تحت ہر ماہ کی پہلی اتوار کو کئی برسوں سے مسلسل مشاعروں اور کتابوں کی تقریب رونمائی اور موسیقی کے پروگرام ہوتے ہیں۔ان تھک مسلسل محنت کے عادی ہیں اپنے پبلشنگ ادارے سے اب تک 65 کتابیں شائع کر چکے ہیں۔آپ برطانیہ کے پہلے پبلشر اردو پنجابی کے کمپوزر ہیں۔

ان کی اپنی اب تک بائیس کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔''یورپ کے ادبی مشاہیر'' سے پہلے انہوں نے 2014 میں''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' شائع کی تھی جس میں اس دور کے معروف 95 شعرا کا تذکرہ اور کلام تھا یہ کتاب کئی ممالک میں لائبریریوں اور یونیورسٹیوں میں بھی بھیجی گئی۔اب تک برطانیہ کے کسی قلمکار نے بھی اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔اب یورپ کے احباب کی فرمائش پر اس کتاب کو شروع کیا گیا ہے جس میں لندن کی سکھ شعرا برادری کو بھی شامل کیا گیا جن کا کلام اردو کے حصے میں اور کتاب کے آخر میں گورمکھی میں بھی ہے۔اس لحاظ سے یہ کتاب اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

امجد مرزا امجدؔ کی شاعری اور''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' پر فتح پور راجستان انڈیا کے معروف لکھاری نذیر فتح پوری نے بھی ایک کتاب''امجد مرزا امجدؔ کا ادبی منظرنامہ'' لکھا جس میں انہوں نے اِن کے ادبی کام کو سراہا۔

برطانیہ کی بے شمار تنظیموں اور اخبارات نے امجد مرزا کو ان کی پچیس سالہ ادبی زندگی پر بے شمار ایوارڈ سے بھی نوازا انہوں نے پانچ سال تک برطانیہ و یورپ کا پہلا پنجابی رسالہ''سویرا'' اور اردو مزاحیہ رسالہ''مسکان'' بھی جاری رکھا،یاد رہے کہ اس کے پہلے نہ بعد کسی نے بھی پنجابی زبان میں کوئی اخبار رسالہ نہیں نکالا۔جس پر لندن کی مشہور

بارو (ضلع) والتھم فاریسٹ نے انہیں ''سیوک ایوارڈ'' سے نوازا، اس علاقے کی ستر ہزار کی پاکستانی آبادی میں امجد مرزا تیسرے پاکستانی تھے جنہیں کونسل کا یہ سب سے بڑا ایوارڈ ملا۔ والتھم سٹو ایسٹ لندن کے ٹاؤن ہال میں آویزاں بہت بڑے بورڈ پر سیوک ایوارڈ کی لسٹ میں ان کا نام پیتل کے الفاظ میں جڑا ہوا ہے۔

آپ نہایت دوست نواز ہنس مکھ بلکہ لطیفہ گو خوشگوار شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ مشاعرے میں نظامت کے دوران ان کی گفتگو پر ہمیشہ قہقہوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ لندن کے باقی تمام ادبی تنظیموں سے زیادہ ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، کئی لوگ تو ان کی خوشگوار باتیں سننے کے لئے آتے ہیں۔ آپ پہلے قلمکار ہیں جنہوں نے برطانیہ میں دو کتابیں چیدہ چیدہ لطیفوں کی اور ایک کتاب ''مسکان'' سنی سنائی ہوئی مزاحیہ کہانیوں کی بھی شائع کی جو بہت پسند کی گئیں۔ آپ نے ہر موضوع پر لکھا ہے اور بے شمار لکھا ہے۔ عمر کی اسویں (80) سیڑھی پر قدم رکھے ہوئے بھی روزانہ آٹھ گھنٹے اپنے ادبی کاموں میں مصروف رہنے والے امجد مرزا سب کا خیال رکھتے ہیں۔ اور واٹس اپ پر ہزاروں سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ کبھی کبھی مذاق سے کہتے ہیں کہ انسانوں کے اس چھتے میں میں ایک ورکر مکھی ہوں جس کا کام ہر پھول سے شہد کشید کرنا وہ بھی دوسروں کیلئے!!۔ لہذا کام ہی میرا فرض ہے اور کام ہی میری زندگی۔۔ اور کام ہی مجھے جلا بخشتا ہے۔۔!!

مجھے یہ لکھتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ امجد بھائی سے میری جان پہچان چند گھنٹوں ہی میں ایک بڑی مضبوط بھائی چارے میں بدل گئی تھی آپ میں یہی خوبی ہے کہ کسی اجنبی کو بھی چند منٹ سے زیادہ اجنبیت محسوس نہیں ہونے دیتے اور اپنی باتوں کی چاشنی میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

ان کی شاعری ان کے افسانے ہمارے چاروں اطراف پھیلے ہوئے لوگوں، ماحول اور رہن سہن کے بارے ہی میں ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے ملک سے عشق ہے انہوں نے اس بارے میں بھی بہت لکھا۔ مسلمان جہاں بھی ہیں اِنہوں نے ہمیشہ ان کے بارے میں بھی لکھا۔ ''شعلۂ سخن'' میں بے شمار غزلیں نظمیں کشمیر کے بارے میں لکھی ہیں جو شاید ہی کسی یورپی شاعر نے اتنا کلام لکھا ہو۔ ان کے افسانوں میں آپ کو اپنی کہانی نظر آتی ہے۔ وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں سچ کی بنیاد پر لکھتے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو صحت تندرستی دے اور ان کی قلم میں برکت۔ آمین

ہزار دعاؤں کے ساتھ: سیدہ منور کوثر (بانی دھنک فاؤنڈیشن، مدیرہ، دھنک اخبار)

❁

ضربِ احساس کے سینے پہ لگائی کس نے
پھر تقدّس کی یہ دیوار گرائی کس نے

آب کو بخش دیا رنگِ حنائی کس نے
پیاس دریا کی لہو سے یہ بجھائی کس نے

کرب کے شعلے ابھی سرد نہ ہونے پائے
آگ پھر دشتِ جنوں میں یہ لگائی کس نے

ایک مدّت سے تھی انصاف کی دہلیز اُداس
آج یہ عدل کی زنجیر ہلائی کس نے

اپنے ہی ہاتھ سے شہ رگ پہ چلا کر نشتر
ظلم کے ہاتھوں سے پائی ہے رہائی کس نے

رازِ دل ہم نے زمانے سے چھپایا تھا مگر
مہرباں کون ہے، کی عقدہ کشائی کس نے

انگلیاں کس کی قلم ہوگئیں امجدؔ! دیکھو
خون سے یہ مری تصویر بنائی کس نے

❁

غمزدوں کا وہ مان رکھتے ہیں
منہ میں شیریں زَبان رکھتے ہیں

لاکھ برساؤ ظُلم کے پتھر
ہم خدا مہربان رکھتے ہیں

صرف غم سے تمہارے ہے نسبت
مختصر خاندان رکھتے ہیں

پست ہوتی ہے ذہنیت اُن کی
وہ ، جو اُونچا مکان رکھتے ہیں

ہیں جو احساسِ کمتری کا شکار
کس قدر آن بان رکھتے ہیں

چاند سورج نہ دیں ہمیں طعنہ
ہم بھی اِک آسمان رکھتے ہیں

ہم بھی کتنے ہیں سادہ دل امجدؔ!
اُن سے کیا کیا گُمان رکھتے ہیں

عقیدتوں کے ستارے فریب دیتے ہیں
محبتوں کے سہارے فریب دیتے ہیں

سنبھل کے رکھنا سرِ گلستاں قدم اپنا
بہار ساز نظارے فریب دیتے ہیں

جو دشمنوں کے حِصاروں سے بچ نکلتے ہیں
اُنہیں خلوص کے دھارے فریب دیتے ہیں

نہ انتظار کرو معجزوں کا ، اہلِ نظر!
مقدروں کے ستارے فریب دیتے ہیں

جنہیں چنا ہے ہمیں نے ہی اپنے ووٹوں سے
وہ حکمران ہمارے فریب دیتے ہیں

شکایت اپنوں سے ہم کو نہ ہے غیروں سے
ہمیں تو سارے کے سارے فریب دیتے ہیں

جنہیں خدا پہ بھروسا نہ ہو اُنہیں امجدؔ
یہ ناخدا بھی ہمارے فریب دیتے ہیں

کشمیر میرے نام!

ہمیشہ سے یہ گھر میرا ، تمہارا ہو نہیں سکتا
مری جنت پہ قابض ہو ، گوارا ہو نہیں سکتا

لکھا ہے کاتبِ تقدیر نے کشمیر میرے نام
کبھی گردش میں قسمت کا ستارا ہو نہیں سکتا

محمدؐ کی ہیں امت ہم ، یہی ایمان رکھتے ہیں
کبھی اللہ باطل کا سہارا ہو نہیں سکتا

رِدا چھینے ، کلی مسلے ، اُجاڑے گود ماؤں کی
مِرے مولیٰ کو تم جیسا تو پیارا ہو نہیں سکتا

خدائے پاک کے بندے اُسی پہ ہے یقیں اپنا
ہمارا کفر و باطل سے گزارا ہو نہیں سکتا

یہی تاریخ سے ثابت مِری جاگیر ہے امجدؔ
تو پھر کیونکر مِرا اِس پر اجارہ ہو نہیں سکتا

پنجابی

نغمہ

پاکستان پیارا ساڈا پاکستان پیارا اے
سارے جگ وچ چمکے اُس دا سوہنا چن تے تارا اے
ساری دینا توں وکھری میرے سوہنے دیس دی شان ہوئے
جیندا رہوے او دیس میرے دا بڈھا پاویں جوان ہوئے
اِک اِک بندا پاک وطن دا لکھاں اُتوں بھارا اے
پاکستان پیارا ساڈھا پاکستان پیارا ہے
پہاڑ سمندر باغ تے نہراں دریا میرے دیساں دے
لوکی اِک جاں بن جاندے نیں وکھرے وکھرے بھیساں دے
وکھ کے پینڈی ٹھنڈ اکھاں نوں اِنج دا شوخ نظارا اے
پاکستان پیارا ساڈا پاکستان پیارا اے
سوہنی دھرتی میرے وطن دی امجد جان توں پیاری اے
جتھے وی ہوواں پاک وطن لئی میری جان وی واری اے
میرے لئی تے سارے جہاں توں میرا دیس نیارا اے
پاکستان پیارا ساڈھا پاکستان پیارا اے

دل دی دنیا اپنی بسائی رکھنا واں
یاد تیری نال سجائی رکھنا واں

بہہ کے راتیں اپنی اُداسی دے
دیوے صبح تیک جلائی رکھنا واں

لوکی کہندے نے مینوں سودائی تیرا
حال اپنا جے انج دا بنائی رکھنا واں

ڈُب کے شوہ دریا تیری یاد دے وچ
اتھروں لہو دے میں بہائی رکھنا واں

امجد مان اے اُس نوں وڈیائی دا
نازنخرے میں اُس دے اُٹھائی رکھنا واں

جد تو ملیاں تیرے نال سوہنیاشعر سر نال ہن اساں گان لگے آں
مشہور سی ساڈھی مردہ دلی اساں گل گل تے ہن مسکران لگے آں
چنگے لگدے نہ سن لوکی سانوں اونہاں بلا کے کول بٹھان لگے آں
امجد جد توں ہویا پیار سانوں اسیں ہر پاسے آن جان لگے آں

محمد اسحاق عاجز (لندن)

فون نمبر: +44 7387 172066

ای میل:

محمد اسحاق عاجز صاحب سے ملاقات رانا عبدالرزاق صاحب کے مشاعروں میں ہوتی ہے جہاں آپ اپنی آواز کا جادو جگا کر سامعین کو مسحور کر دیتے ہیں۔ گو آپ نے کسی موسیقی کی تعلیم تو حاصل نہیں کی مگر اپنی خداداد آواز سے ایک سماں باندھ دیتے ہیں۔ مزے کی بات ہے کہ آپ صرف اپنی شاعری ہی نہیں دوست احباب کے کلام کو بھی اپنے آواز اور سر سے سنوار کر یوٹیوب پر بھیج دیتے ہیں جہاں ہزاروں سننے والے محظوظ ہوتے ہیں۔

محمد اسحاق صاحب موضع بہادر پورہ تحصیل و ضلع نارووال سابقہ ضلع سیالکوٹ کی پیدائش ہیں۔ گورنمنٹ ایچ یو ہائی اسکول دھرگ میانہ سے ابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول نارووال سے میٹرک کے بعد نارووال کے گورنمنٹ اسلامیہ کالج سے گریجویشن کی اور واپڈا میں کچھ عرصہ ملازمت کے بعد 1978 میں جرمنی آ گئے۔ یہاں کی ادبی و مذہبی محفلوں میں اپنی خوبصورت آواز میں نعتیہ کلام سے خوب نام پیدا کیا اور اپنی شاعری میں بھی داد وصول کی۔ 2017 میں جرمنی سے لندن منتقل ہوئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

لندن کی ادبی فضا بڑی ہی زرخیز ہے اور شعرا کو خوب پھل پھولنے کا موقع دیتی ہے۔ یہاں بھی آپ نے مقامی اور عالمی مشاعروں میں اپنی شاعری اور خوبصورت ترنم سے ایک اچھا مقام حاصل کیا۔ حمد، نعت اور غزل میں آپ نے کافی محنت کی اور لندن کے ادبی حلقوں سے خوب داد وصول کی۔

محمد اسحاق صاحب نہایت مخلص دوست نواز مسکراتے ہوئے خوش لباس خوش گفتار اور خوش کلام انسان ہیں جن کی دوستی میرے لئے کسی اعزاز و نعمت سے کم نہیں۔

اگلے صفحات میں آپ کی حمد نعت نظم اور غزل پیش خدمت ہے امید ہے کہ پسند کی جائیں گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک اسحاق بھائی زندگی سلامتی صحت تندرستی عطا فرمائے۔ اور آپ اسی طرح اپنے اور دوستوں کے کلام کو اپنی مترنم آواز سے سنوارتے رہیں۔۔ آمین (انکا کلام دیر سے ملا لہذا الفابیٹکلی ذرا آگے آ گیا۔ معذرت)

حمد

شکر ہو کیسے ادا تیرا مرے پروردگار
رحمتوں کا تیری مجھ پر ہے نہیں کوئی شمار
خاص اپنے فضل سے کیں مشکلیں آساں مری
بن تیرے کوئی نہیں ہے اس جہاں میں غم گسار
فضل نے تیرے مجھے قطرے سے گوہر کر دیا
ورنہ ہستی تھی یہ میری فقط اک مشتِ غبار
بارِ عصیاں سے ہے میرے دل کی ناؤ ڈولتی
فضل سے اپنے خدایا تو لگا دے اس کو پار
دید تیری کی تمنا بڑھ رہی ہے روز شب
بن تمہاری دید ملتا ہی نہیں مجھ کو قرار
اک جھلک دکھلا مجھے تو آج اپنے نور کی
تا میں کہلاؤں جہاں میں عاشق و شیدائے یار
طاقتِ پرواز بخشے تو مجھے گر اے خدا
تیری جانب میں بڑھوں اڑتا ہوا دیوانہ وار
نامۂ اعمال تو خالی کا خالی رہ گیا
ہے فقط عاجز کا تیری بخششوں پر انحصار

نعت

جب بھی زباں سے صلِ علیٰ بولوں
توفیق دے مجھ کو تیری ثنا بولوں
ساون کی بن کے میں مست گھٹا بولوں
طیبہ کی بنا کے میں ٹھنڈی ہوا بولوں
اذن حضوری آئے گر میرے نام کا
در پہ تمہارے آقاؐ بن کے صبا بولوں
سب سے بلند آقاؐ میرا نصیب ہو گلیوں میں
تیری پیارے بن کے گدا بولوں
مجھ پہ نگاہِ فیض ہوجائے آپؐ کی
شافعِ محشر تجھ کو خیر الوریٰ بولوں
میرے لبوں پہ مچلیں نعتیں حضورؐ کی
دل میں بسا کر ہر دم ذکر تیرا بولوں
شاہِ دو عالم تیرے عاجز کی خیر ہو
بن کر غلامت تیرا یوں ہی سدا بولوں

یادِ ایامِ حج

ہوں روانہ پھر حرم کو تو اگر مجھے بلائے
ہو کمال خوش نصیبی وہ گھڑی جو پھر سے آئے
بڑی مشتعل ہے دل میں تیرے دید کی تمنا
تجھے دیکھے دل نہ جب تک تو پھر قرار کیسے پائے
تیرے در کی چاکری ہے میری زندگی کا حاصل
تیرے در کی حاضری ہی میری زندگی بنائے
تیرے کوچے تیری گلیاں تیرے گنبدوں کی شانیں
ہے کہاں زبان میں طاقت کہ بیان کرنے پائے
میں بلک بلک کے رویا تھا مزارِ مصطفیٰ پر
وہ زمانہ یاد کر کے میری آنکھ بھیگ جائے
میں گلی گلی میں گھوموں تیرے نقشِ پا کو چوموں
میرے دل کی ہے تمنا یہ مراد بر جو آئے
ہے مجھے یقینِ کامل کہ ملوں گا تجھ سے آخر
کوئی چاہے خار جتنے میری راہ میں بچھائے
اے مدینے جانے والے میرے مصطفیٰ سے کہنا
کہ صبا تیرے شہر کی میرے گھر تلک بھی آئے

ایثار

دل میں اپنے عجز اور ایثار لانا چاہیے
خلق کو خلقِ خدا پر پیار آنا چاہیے
دو گھڑی کی زیست ہے یہ مل کے سب گزار لیں
نفرتوں اور بغض کو دل سے مٹانا چاہیے
جس طرف اٹھیں نگاہیں بس دیدارِ یار ہو
قلب سے نقشِ دوئی کو یوں مٹانا چاہیے
طاقت علم و عمل سے سب دلوں کو جیت لیں
گو ہے مشکل کام لیکن کر ہی جانا چاہیے
ہو فقط مطلوب و محور بس رضائے یار ہی
جان لٹا کر بھی ملے تو جاں لٹانا چاہیے
دشمنوں سے بھی ملیں تو پوری الفت سے ملیں
دشمنی کیا چیز ہے یہ بھول جانا چاہیے
گر ہمیں چھونا ہے عاجزؔ عشق کی معراج کو
نام اس در کے فقیروں میں تو آنا چاہیے

غزل

کسی نقشِ حق کی تلاش میں میری عمر گزری ہے سرگراں
دلِ زار بھر جو رقم ہوئی نہیں گفتنی ہے وہ داستاں
میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
سرِ شام اُن کا ظہور تھا وہ سراپا نشوں میں چور تھا
تو لباسِ شب کی مہینگی نے عیوب سارے کئے عیاں
میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
میری فصلِ گل پہ نکھار تھا میرا دل بھی باغ و بہار تھا
جو اُتر رہی تھی فلک سے مے وہ سرور شب کا تھاجو سماں
میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
سرِ صبح پہلی کرن کوئی تب و تاب یوں ہی دکھا گئی
ہوئے خواب کلیوں کے بے اماں اُڑے رنگ پھولوں کے بے گماں
میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
میرے چارہٗ گر نے کیا ستم شب و وصل دے کے ہم و حزن
میری لوح و چشم کو کرکے نم مجھے تنہا چھوڑ ہوئے رواں
میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
نہیں گفتنی ہے وہ داستاں

سیّد انور ظہیر رہبر (جرمنی)

Gotenstr.33,10829 BERLIN

Germany

ای میل:rahbergmx.de

فون نمبر:+491797859733

سید انور ظہیر رہبر اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہیں آپ ''اردو انجمن برلن'' کے نائب صدر ہیں اور اکثر مشاعرے اور ادبی محافل کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔اور 1988 سے برلن میں کسی نہ کسی روپ میں اردو زبان وادب کے فروغ کے لئے تعاون کرتے رہے ہیں۔۔مشرقی پاکستان سے ہجرت کرکے پاکستان کراچی آئے اور پھر وہاں سے دوسری ہجرت کرکے جرمنی اور وہیں کے ہوکر رہ گئے ۔ جامعہ کراچی سے فزکس میں بی ایس سی اور میڈیسن فزکس اپلائیڈ یونیورسٹی برلن سے ماسٹر کیا، جرمنی کی عدالت عالیہ سے جرمن ،اردو، ہندی، پنجابی اور انگریزی زبان کے ترجمان کا ڈپلومہ بھی رکھتے ہیں۔گو تعلیم کے حساب سے سائنٹسٹ ہیں لیکن ایک مدت سے جرمنی کے محکمہ وزارتِ داخلہ سے منسلک ہیں، وزارتِ خارجہ میں شعبہ اردو، تہذیب وثقافت کے انچارج بھی ہیں۔ادارہ ''ایک چھت کے نیچے'' کے ڈائیریکٹر ہیں جہاں مادری زبان اور بڑوں کو جرمن کی تعلیم دی جاتی ہے۔شاعری بھی کرتے ہیں ان کا پہلا شعری مجموعہ ''تجھے دیکھتا رہوں'' بھارت کلکتہ سے شائع ہوا، دوسرا شعری مجموعہ ''سمندر پہ مکاں'' زیرِ طبع ہے اور افسانوں کا پہلا مجموعہ ''عکس آواز'' کی بھی عالیشان رونمائی ہوئی ۔یاد رہے کہ سائنسی موضوعات پر بھی ان کی ایک کتاب زیرِ طبع ہے۔کراچی سے شائع ہونے والے ''سلسلہ'' نامی رسالے نے ان کا گوشہ بھی شائع کیا۔مختصر یہ کہ انور بھائی اور سرور بھائی نے جرمنی میں اردو ادب کی جو شمع جلا رکھی ہے اور دن رات اس کام میں مصرف ہیں وہ قابل تحسین ہے۔

آپ کے بڑے بھائی سید سرور ظہیر غزالی بھی معروف افسانہ نگار اور شاعر ہیں جبکہ آپ کی اہلیہ محترمہ عشرت

معین سیما بھی معروف قلمکار ہیں ان کی بھی کئی کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔
مارچ 2019 میں انور صاحب کے افسانوں کے مجموعہ ''عکس آواز'' کی تقریب رونمائی بھی میری ادبی تنظیم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم'' کے پلیٹ فورم سے ہوئی جو بہت کامیاب رہی۔جس میں آپ دونوں بھائیوں نے شرکت کی۔
کچھ فنکار اپنے پیش رو فنکاروں سے متاثر ہو کر یا ان کے فن کی تقلید میں اپنے فن کی ابتدا کرتے ہیں۔مگر کئی فنکار وقت کے ساتھ ساتھ اپنی راہ الگ بنا لیتے ہیں اور نئے نئے تجربات کے ساتھ اپنے فن کی انفرادیت برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔۔انور رہبؔر کی تحریر کا بھی اپنا انداز ہے،افسانہ ہو یا اشعار الفاظ کا چناؤ،زبان کا رچاؤ،معانی اور موضوعات کا پھیلاؤ اور قدرتِ کلام کا بہاؤ ایک بے کنار آبِ رواں ہے جو آپ کی شاعری ہی کو نہیں کہانیوں افسانوں کو بھی حسنِ لازوال بخشتا ہے۔
مجھے خوشی ہے کہ یہ دونوں بھائی نثر میں اپنا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کیونکہ یورپ میں نثر پر بہت کم کام ہو رہا ہے۔جس کا ثبوت ان کے افسانوں کا مجموعہ ''عکس آواز'' ہے۔جو جرمنی انگلینڈ سے لے کر انڈیا اور پاکستان کے ادبی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا۔
اس کی بھی رسم تقریب رونمائی ہمارے پلیٹ فورم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم'' سے کی گئی جس میں دونوں بھائی تشریف لائے۔۔۔اور اس مجموعہ کی رسم اجرا جرمنی سے بھی ہوئی جس میں جرمنی اور یورپ کے ادبا وشعرا نے بھرپور شرکت کی۔
مجھے خوشی ہے کہ دونوں بھائی اور محترمہ عشرت معین سیما بھی شاعری کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی بھرپور کام کرتے ہیں۔ان کے بڑے بھائی سرور غزالی تو ناول نگار بھی ہیں۔ان دونوں کا ذکر اور کلام اگلے صفحات میں آئے گا۔۔
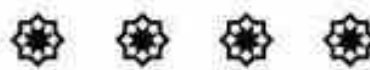
جب آتے ہیں تو روتے ہیں کیا خوب یہ عادت ہوتی ہے
پھولوں سے لحد کو ڈھانپ دیا کہتے ہیں کہ زینت ہوتی ہے
ہم جب بھی اُن سے ملتے ہیں تعریف خدا کی کرتے ہیں
تخلیق کی داد دیتے ہیں یہ بھی تو عبادت ہوتی ہے
وہ ہم پہ تیر چلائے ہے اور زخمی ہم کو کرتا ہے
وہ دوست ہمارا ہے لوگو ہم کو ہی ندامت ہوتی ہے
پھولوں نے خبر دی ہم کو ہے کہ رہبر وہ آنے والے ہیں
راہوں میں اُن کے بچھ جائیں یونہی تو محبت ہوتی ہے

دن بھی سیاہ ہے رات بھی کالی ہے دوستو
اُس شہر کی تو بات نرالی ہے دوستو
دل میں آسیب آ کر بسیرا نہ کیوں کریں
برسوں سے یہ مکان بھی خالی ہے دوستو
خوشبو بھی اب خوشی کے سفر میں نہیں رہی
حالات و وقت نے ہی چُرالی ہے دوستو
اپنے شہر کے اپنے مکینوں کو لُوٹ لو
تم نے یہ خوب ریت ڈالی ہے دوستو

❁

ہم ہمیشہ سے محبت میں جنوں کے قائل
اور وہ مائل انکار نظر آتے ہیں

جو مسیحائے حکومت کی خلعت پہنے ہیں
فکر اذہان سے بیمار نظر آتے ہیں

خودکش حملے ہیں، دھماکے ہیں، وہاں ہنگامے
سرخی خون میں اخبار نظر آتے ہیں

چھوڑ کر تنہا جہاں سب ہی چلے جاتے ہیں
دوست و رفقاء وہاں اغیار نظر آتے ہیں

راستہ کتنا کٹھن، راہ سے پوچھو رہبرؔ
دیکھنے میں سبھی ہموار نظر آتے ہیں

نعت شریف

نبیؐ نبیؐ پیارے نبیؐ
ہمارے نبیؐ تمھارے نبیؐ

نبیؐ نے رب سے ملادیا
نبیؐ نے جینا سکھا دیا
نبیؐ نے جاکہ عرش پہ
خدا کو جلوہ دیکھا دیا
نبیؐ نبیؐ پیارے نبیؐ
ہمارے نبیؐ تمھارے نبیؐ

نبیؐ ہیں نورِ دو جہاں
نبیؐ ہیں سر پہ سائباں
نبیؐ کے دم سے ہی تو ہے
یہ چاند تارے یہ آسماں
نبیؐ نبیؐ پیارے نبیؐ
ہمارے نبیؐ تمھارے نبیؐ

نبیؐ کا جشنِ میلاد ہے
نبیؐ کی اُمت یاں شاد ہے
نبیؐ پہ بھیجو درود رہبرؔ
نبیؐ ہماری نجات ہے
نبیؐ نبیؐ پیارے نبیؐ
ہمارے نبیؐ تمھارے نبیؐ

۞

لہجہ بدل گیا یا ارادہ بدل گیا
اس ناتواںِ دل کا سہارا بدل گیا

کتنے دیئے تھے روشن دہلیز پر مگر
دل جل اُٹھا تو جگ کا نظارہ بدل گیا

پہچان لیں گے مجھ کو یہ جانتا ہوں میں
گرچہ مسافتوں سے چہرہ بدل گیا

یہ پھول دے رہا ہوں کر لو اِسے قبول
چاہت میں باغِ دل کا نقشہ بدل گیا

دریا کی وسعتوں میں اک ناؤ کے لئے
لہروں کو تھامنے کا کنارا بدل گیا

سانسوں میں بس رہی تھی وہ خوش بوئے بدن
خاموشیوں کا لب پہ اشارہ بدل گیا

رہبر نے کارواں کو منزل کی دی خبر
تو راہ کا دھمکتا ستارا بدل گیا

۞

دوستی میں بھی اب شمار نہیں
جس کے وعدے پہ اعتبار نہیں

آنکھ ملتی ہے دل بھی مل جائے
قسمتوں پر تو اختیار نہیں

جھوٹ بولے صفائی سے اتنا
سچ پہ اب خود کو اعتبار نہیں

مرگِ جاں کو سنبھال کر رکھا
روگِ دل کا یہاں شمار نہیں

ایک شیشہ تھا وہ بھی ٹوٹ گیا
اب کوئی میرا غم گسار نہیں

موجِ دریا سے دوستی کر لیں
ورنہ کشتی ہماری پار نہیں

منزلیں کہہ رہی ہیں رہبر سے
اب ہمیں اور انتظار نہیں

محمد ایوب اولیاء (لندن)

291 .Seely Road.

London.SW17 9RB

فون نمبر: +44 7791 069515

ای میل: ayub.aulia@yahoo.co.uk

محمد ایوب اولیاء 16 نومبر 1938ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام محمد شریف اولیاء تھا۔آپ کے دادا محمد حسین خاصے متمول اور ایک مکینکل انجینئرنگ فرم کے مالک تھے۔

محمد ایوب صاحب کی ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ سے بی ایس سی فارمن کرسچین کالج لاہور سے، اکاؤنٹس اور کمپیوٹر سائنس کی تعلیم لندن سے حاصل کی۔

شاعری میں مولانا عبدالمجید سالک اور نثر میں مولانا غلام رسول مہر سے فیض حاصل کیا۔انگریزی کے استاد مظفر علی سید اور اتالیق اردو ڈاکٹر وحید قریشی ہیں۔جن مشاہیر کی علمی اور ثقافتی محفلوں اور مجلسوں سے استفادہ کیا ان میں مولوی عبدالحق، علامہ مشرقی، سید عابد علی عابدؔ، فیض احمد فیضؔ، صوفی تبسم، احمد ندیم قاسمی، مجروع سلطان پوری، علی سردار جعفری، احسان دانش، آغا صادق، چوہدری محمد علی (سابق وزیر اعظم پاکستان) اور سردار عبدالرب نشتر کے نام شامل ہیں۔

فنون لطیفہ میں عبد الرحمٰن چغتائی، استاد برکت علی، مختار بیگم، فرید خانم، استاد نزاکت سلامت علی، میڈم نور جہاں، مہدی حسن، استاد نتھو خان، میاں قادر بخش، چھوٹے غلام علی خان، استاد اختر حسین اور روشن آرا سے ملاقاتیں رہیں۔

موصوف مشہور طبلہ نواز استاد اللہ رکھا کے داماد اور استاد ذاکر حسین کے بہنوئی ہیں۔

آپ کئی برسوں سے لندن میں "فیض میلہ" کے نام سے پروگرام کرتے ہیں جو بہت کامیاب رہتا ہے۔آپ کو اکثر لندن کے مشاعروں میں سنا۔نہایت خوبصورت عارفانہ کلام لکھتے ہیں۔نہایت شریف النفس، مسکراتے ہوا لہجہ

مخلص اور سچی بات کہنے کے عادی ہیں۔
آپ کا تعلق چونکہ موسیقی گھرانوں سے بہت نزدیک رہا لہذا موسیقی پر "ٹھمری، راگ بھیروں" پر کتاب بھی لکھی۔
پاکستان کے علاوہ لندن میں بے شمار ادبی، سماجی اور موسیقی کے پروگرام مرتب کئے، اب بھی ہر سال فیض میلہ کے نام سے نہایت کامیاب پروگرام کا اہتمام کرتے ہیں۔
شاعری کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا اسکول اور کالج کے زمانے میں بھی کئی مقامی ادبی اور کلچرل سوسائٹیوں کے عہدہ دار رہے لندن کے ایک اخبار کے مدیر اعلیٰ بھی رہے۔
"برِصغیر کے موسیقاروں کا تذکرہ" اور تذکرہ شعرائے اردو "ولی سے اولیا تک" زیر ترتیب ہیں۔
شعر و ادبیات اور فنون لطیفہ سے شروع سے وابستگی رہی، اہل جہاں سے محبت و الفت کے قائل اور شائستگی کے گرویدہ ہیں۔

دلوں کے ساز پہ نغمہ کوئی سناتا جا جو بن پڑے تو کبھی ہم سے بھی بناتا جا

35 سال کی مدت سول ایوی ایشن کی سروس کی۔ آجکل ریٹائرڈ ہیں مگر گھر بیٹھنے کی عادت نہیں کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی فنکشن ترتیب دے رہے ہوتے ہیں۔ لندن کی بہت سی ادبی تنظیموں کے ساتھ بھی عملی طور پر وابستہ ہیں۔
ایک اچھے تخلیق کار کی یہ پہچان ہے کہ وہ معاشرتی رویوں اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر نہ صرف نظر رکھتا ہو بلکہ انہیں احاطہ تحریر میں لانے کا ہنر بھی جانتا ہو۔۔ ان کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ غزل اور نظم کی صورت میں ہمارے معاشرتی رویوں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں اور مسائل کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔
آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی محنت، مسلسل لگن اور ریاضت سے کامیابوں کی چوٹیاں سر کر لیتے ہیں۔

میں ہوں اولیاء مسافر کسی اجنبی جہاں کا جو نہ جانتا ہو منزل نہ ہے واقفِ زمانہ
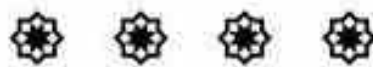
نعتِ نبیؐ

خواجۂ یثرب ،شاہِ مدینہ ،مکّی مدنی عارف تم ہی تو ہو
ماہِ منور ، نیرِ تاباں ، اصلی نسبی تم ہی تو ہو
شافعِ محشر ،وجہ دو عالم شاہدِ اصلی تم ہی تو ہو
تیرا تکلم نطق و بیاں ہے ، شاعرِ اُمی تم ہی تو ہو
نقر فخری تیرا کہنا ، حسن تکلم تیرا گہنا
کیسے بیاں ہوں تیری صفتیں ، ارضی قُدسی تم ہی تو ہو
تیری باتیں حکم نبیؐ ہیں تیری سیرت طاہر و اطہر
وجہ جہاں ہو ،نبض تپاں کی علّتِ غائی تم ہی تو ہو
نام محمدؐ ،احمد رکنیت ، خیر الوریٰ ہو خواجہ بطحا
میری لاج کو تم ہی رکھنا صاحب! نامی تم ہی تو ہو
میں ہوں مولا ! امتی تیرا ، مدح تیری کیسے بیاں ہو؟
علم کے شہر کے مالک تم ہو ۔ عالم مخفی تم ہی تو ہو
تیرا کام ہے راحت دنیا ، تیرا نام ہے عزت والا
مولا ، آقا ، شاہا ، سن لو ، نامِ گرامی تم ہی تو ہو
اولیا تیرا بنا ثنا خواں ،حرف سماوی تم ہی تو ہو

سلام

سلام پڑھتا ہوں حضرتؑ تمہارے نام کے ساتھ
غلام جاتا ہے جنت میں اب امام کے ساتھ
شہید زندہ ہیں ان کو مباش مردہ کہو
میں جل چکا ہوں کبھی کا ترے خیام کے ساتھ
رن پڑا کہ ہوئے آسماں زمیں خونیں !
کہ ذوالفقارِ علیؑ کٹ گئی نیام کے ساتھ
زمیں نے اشک بہائے ، فلک بھی روتا ہے
گلے ملائے ،لو! روتی ہے صبح شام کے ساتھ
ہزاروں لوگ تھے جنت کے اُن میں خواہش مند
کسی کا ظرف نہ تھا ، لیتے ایک جام کے ساتھ
امامِ امتِ عاصی ، علیؑ کا لختِ جگر
وہ سر سنان پہ جاتا تھا احتشام کے ساتھ
سلام ختم ہوا ، مرثیے کی باری ہے
دُعا قبول ہو مولا اجری ، سلام کے ساتھ
مروں تو لب پہ تمہارا ہی نام ہو شاہ !
جئیوں، تو تیرے لئے اور تیرے کام کے ساتھ
انیسؔ میرے ہیں ، ایوبؔ مرشدِ اول
ہمیشہ نام لے اُن کا تو احترام کے ساتھ

تمام رات ترا ہم نے انتظار کیا
فگار سینہ ہوا دل کو اشکبار کیا

نہیں ہے ضبط کی طاقت نہیں ہے یارۂ صبر
خیالِ چہرۂ معشوق بار بار کیا

سنا جو قصۂ مجبوری حسیں ہم نے
گلوں کو چھوڑ دیا ، خار کو ہی پیار کیا

جواں ہی تمہیں اپنی ، جواں ہے ، جرأت
شوق
خزاں کو ہم نے ہی آمادۂ بہار کیا

یہ بات وجہِ تسلی ہے ساکنانِ جہاں
کہ ہم نے عشق کیا ہے اور ایک بار کیا

یہ ترانۂ محبت کسی ایسی لے میں گاؤ
کبھی بن پڑے تو مطرب! مجھے گیت وہ سناؤ
جسے سن کے میں بھی تڑپوں جسے گا کے تُو بھی روئے
بھرے سسکیاں ہوا بھی، جلیں آگ کے الاؤ
وہ حسین صورتیں تھیں جو چلی گئیں جہاں سے
اُنہیں گا کے اب بلاؤ ، انہیں یاد کرکے گاؤ
میں رہین غم نصیبی ، میں رہین غم پرستی
میرا دل غموں کا دریا، اِسے تیر کر تو جاؤ
وہ بچھڑ گئے ہیں ہم سے تو ذرا بھی غم نہیں ہے
یہ دعا ہے سر بسجدہ ، میرے مولا پھر ملاؤ
یہ ہے سانس آنی جانی ، یہ نفس ہے جان ، فانی
جو بچا ہو اس کی زد سے ، اُسے ڈھونڈ کر تو لاؤ
میرا لہجہ سرمدی ہے ، میرا نغمہ جاودانی
یہ غزل ہے اولیا کی ، کسی راگ میں بھی گاؤ

دوھڑا

سن ونجلی دے بول نی کڑیئے سُن ونجھلی دے بول
آئے فقیر نی در تے اڑیئے بُن تے بوہا کھول

کافی

استھائی: وے اڑیا! تُوں کہیڑا وہڑا پھڑیا
ہیر سیال نوں لے گئے کھیڑے ،
اِس رُکھ تو پھل نہ جھڑیا
وے رانجھنا، وے ڈھولنا! وے اڑیا!
تُوں کہیڑا وہڑا پھڑیا

انترا: جوگی بنیوں، کن پھروائے، پالناتھ دی سیوا کیتی
مجھیں دا تپوں چاکر بنیاں ، رانجھن کجھ نہ سریا
وے اڑیا! تُوں کہیڑا وہڑا پھڑیا
تخت ہزارے دا سائیں توں سیں ، اے جھیڑا کیوں پھڑیا
وے اڑیا! تُوں کہیڑا وہڑا پھڑیا

سانولی بھیروں۔۔۔لتا جی کے نام

لتا جی تیرا بول بالا رہے
محبت کا دریا اُبلتا رہے
ترنم کا جادو جلاتا رہے
صدا کا یہ دھارا مچلتا رہے
ترانوں کو تو نے دیا بانکپن
ملا شریتوں کا چھوتا چلن
محبت کی دیوی غنا کی ہے سیوک
تری تان میں ہے کسک ہی کسک
نہیں اس میں واللہ کوئی بھی شک
تو جھرنوں کا نغمہ ، گلوں کی مہک
میں دیوی کہوں یا کہوں عالمہ
نرت کا ہے سنگھم ، ترا لازمہ
دعائیں ترے در پہ ہیں صائمہ
وفا تیری چوکھٹ پہ ہے خادمہ
کیا میں نے اپنے قلم کو نگوں
تجھے مطربہ! کس سے تشبیہ دوں
کروں تیرا کیسے احاطہ کروں
شب آہنگ بھیروں ہی تجھ کو کہوں

بشریٰ غوری (گلاسگو، اسکاٹ لینڈ)

فون نمبر: 098527 0946 7946 44+

محترمہ بشریٰ غوری صاحبہ اسکاٹ لینڈ کی معروف شاعرہ افسانہ نگار ہیں۔آج تک ملاقات تو نہیں ہوئی مگر ادبی حوالوں سے رابطہ رہا۔ان کے خاوند یعقوب غوری صاحب بھی اسکاٹ لینڈ کے معروف ادب نواز اور دب دوست ہیں غالب کے موضوع پر کچھ ڈارمے بھی انہوں نے کئے تھے۔مشہور کاروباری شخصیت ہیں مگر ادبی محافل کے ساتھ بھر پور تعاون رہتا ہے۔

محترمہ بشریٰ جلیل غوری کا آبائی شہر راولپنڈی ہے مگر پیدائش گجرات میں ہوئی۔آپ کی والدہ کا تعلق شعبہ تعلیم کے ساتھ تھا لہذا ان کی سروس کے دوران پورے پنجاب میں گھوم پھر کر تعلیم حاصل کی۔گھر میں تعلیمی ماحول تھا اس زمانے کے معروف رسائل بھی گھر میں آتے جس کی وجہ سے ادب کے ساتھ لگاؤ بڑھتا گیا۔گورنمنٹ کالج فار وویمن راولپنڈی سے بی اے کیا 1987 میں شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوئیں اسی دوران تاریخ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اس دوران لکھنے کا عمل بھی جاری رہا۔

پھر محترم یعقوب غوری صاحب زندگی میں داخل ہوئیں اور شادی کے بندھن میں اسکاٹ لینڈ آ گئیں۔اور یہاں شاعری میں ایک نام پیدا کیا۔آپ کے والد محمد جیل صاحب کا بھی ان کی ذات پر گہرا اثر ہے وہ بھی شاعر اور ادیب تھے۔ان کی دو کتابیں ان کی وفات کے بعد شائع ہوئیں۔آپ کے دادا مرحوم بھی قلمکار تھے۔جن کی کتاب "مسدسِ انقلاب" شائع ہوئی اسی طرح آپ کی پھپھو کشور اسماعیل کی کتاب فلسفہ پر شائع ہوئی۔لہذا قلم سے محبت انہیں ورثے میں ملی۔اسکاٹ لینڈ کی معروف ادبی تنظیم "بزم اردو" سے بھی وابستگی ہے اسکاٹ لینڈ کے شعرا کے کلام پر مبنی کتاب "پیامِ مشرق" میں بھی آپ کا کلام شامل ہے۔اور میرے لئے بھی اعزاز ہے کہ میری اس کتاب "یورپ کے ادبی مشاہیر" میں آپ نے شرکت فرمائی۔اور اپنا ادبی و مالی تعاون سے نوازا۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو سدا اسلامت رکھے اور اسی طرح ادب کی خدمت کرتے رہیں۔ ☆☆

❁

ساتھ پیا کا جب انجانا لگتا ہے
دل دیوانہ تب بیگانا لگتا ہے

جس نے سب سے پہلے دل پر وار کیا
چہرہ وہ جانا پہچانا لگتا ہے

تنہائی کے گہرے اندھے غاروں سے
ناممکن اب باہر آنا لگتا ہے

آپس کے رشتے میں اتنی شرطیں ہیں
آساں پھر بھی ساتھ نبھانا لگتا ہے

رات ہجر کی لمبی ہوتی جاتی ہے
اور کٹھن منزل کو پانا لگتا ہے

ہے طائر پندار کا بشریٰ دور بہت
مشکل اس کو پاس بلانا لگتا ہے

❁

پردہ چہرے سے ہٹا جاتا ہے
سانس سینے میں گھٹا جاتا ہے

قافلہ دل کا سرِ شامِ وفا
دیکھیئے کیسے لٹا جاتا ہے

ریگِ ساحل پہ لکھا نام ترا
لہرِ قاتل سے مٹا جاتا ہے

جس کو سمجھا کہ فقط میرا ہے
وہ ہی رشتوں میں بٹا جاتا ہے

وہ جو بادل تھا غمِ جاناں کا
کس کی مسکاں سے چھٹا جاتا ہے!

وہ جو بہروپ تھا حقیقت کا
اب یقیں اس سے اٹھا جاتا ہے

وہ جو داعی تھا کہ ہوں بشریٰ کا
اس کا دامن ہی چھٹا جاتا ہے!

❁

بھنور سے بچ نکلنے کا ارادہ کر لیا میں نے
نصیبوں کو بدلنے کا ارادہ کر لیا میں نے

زمانے کو بدلنے کی جو کوشش رائیگاں پائی
ستاروں پر اترنے کا ارادہ کر لیا میں نے

غم دنیا سے میں نے ہارنا سیکھا نہیں ہرگز
کہ گر گر کر سنبھلنے کا ارادہ کر لیا میں نے

شکستہ ناؤ تھی پتوار بھی تھے ناتواں جس کے
اسی میں پار چلنے کا ارادہ کر لیا میں نے

بہت کوشش رہی صیاد کی پر روک نہ پایا
قفس سے جب نکلنے کا ارادہ کر لیا میں نے

❁

ساون کی گھٹاوں نے کیا آگ لگائی ہے
دھرتی کے لبوں پر بس رام دُہائی ہے

اظہار محبت کا ہے رنگ عجب ورنہ
پہلے تو کبھی میں نے نہ مانگ سجائی ہے

اپنی ہی جدائی کا قصہ جو سنا میں نے
ہر لحظہ ندی غم کی آنکھوں میں سمائی ہے

اک پل کی نہیں دوری فرقت کی صدی تھی یہ
کٹتی ہی نہیں ظالم کیسی یہ جدائی ہے

اگلے ہی سٹیشن ہم کو ہے جدا ہونا
کیسی یہ خبر ہم کو قسمت نے سنائی ہے

شائد کہ کسی راہ پر مل جائے دوبارہ وہ
اک شمع امیدوں کی بشریٰ نے جلائی ہے

❁

زرد پتوں میں چھپا رنگِ خزاں باقی رہا
اُڑ گئے پنچھی سبھی اِک آشیاں باقی رہا

دھوپ کی پہلی کرن سے رنگ بکھرے تو مگر
بعد اُس کے بے کراں اِک آسماں باقی رہا

وصل، شب کے سارے شکوے ساتھ اپنے لے گیا
ہجر سے کوئی گلا ہے اب کہاں باقی رہا

خوفِ تنہائی دلِ نادان کا جاتا رہا
ساتھ اُس کی یاد کا ہی کارواں باقی رہا

بانٹنے خوشیاں ہجومِ بیکراں تھا میرے ساتھ
غم بھلانے کو نہ کوئی مہرباں باقی رہا

جسم کے رشتے تو مثلِ آئینہ ثابت ہوئے
جس کو سمجھے تھے حقیقت وہ گماں باقی رہا

❁

بچھڑا جو ایک بار دوبارہ نہیں ملا
شاید کسی سے اپنا ستارہ نہیں ملا

طوفان سے تو کشتی بچالی کسی طرح
قسمت سے پھر بھی ہم کو کنارہ نہیں ملا

میں بھی مہک رہی ہوں کسی پھول کی طرح
لیکن ہوا کا مجھ کو اشارہ نہیں ملا

اُس کربلا میں اب نکل آئی ہوں جہاں
پیاسے لبوں کا پانی کا دھارا نہیں ملا

دنیا میں میرے اپنے فقط چند لوگ ہیں
مجھ کو جہان سارے کا سہارا نہیں ملا

بیٹھی ہوئی ہوں کب سے میں آنکھوں کو کھول کر
پھر بھی میری نظر کو نظارہ نہیں ملا

بشریٰؔ جلیل کون سی مجھ سے خطا ہوئی
جس کو بھی میں نے دل سے پکارا نہیں ملا

باسط کانپوری (لندن)

65,Westend Lane.

PINNER HA5 1AF

فون نمبر:0208 966 9221

خاندانی نام باسط علی ہے جبکہ قلمی باسط کانپوری لکھتے ہیں۔ 6جون1943 میں کانپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم بھی وہیں کے کرائسٹ چرچ اسکول سے حاصل کی۔ہندوستان سے ہجرت 1959 میں کی اور کراچی اسلامیہ کالج سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد 1962 میں حبیب بینک سے منسلک ہوئے۔اس دوران کراچی یونیورسٹی سے اکنامکس میں ڈگری حاصل کی توپانچ سال کلرکی کے بعدترقی دی گئی۔1969 میں لندن آئے اورحبیب بینک ہی میں کام کرتے رہے پھر1974 میں حبیب بینک کوچھوڑکر BCCI کوجائن کیااور پانچ سال تک بینک کے ہیڈآفس لکم برگ میں رہے۔1979 میں دوبارہ لندن تبدیلی ہوئی اور بینک کی 30 سالہ نوکری کے بعد 1991 میں امریکہ کے شہرہونسٹن میں پٹرول پمپ کا ذاتی کاروبارشروع کیا۔مگر بیوی بچوں کووہاں کی زندگی پسندنہ آئی لہذا پھرلندن آگئے۔کسی نے سچ کہا کہ لندن میں ایک بار آکرپھرکہیں دل نہیں لگتا۔۔۔!!

آپ کے شروع سے مشاغل میں مطالعہ کتب،کلاسیکی موسیقی سننا خاص طورپراستادوں کی رومانی غزلیں لکھنااور انسانیت کی خدمت۔۔۔آپ خودبھی نہایت مترنم شاعر ہیں اور ہمیشہ مشاعروں میں اپنی غزلوں کونہایت خوبصورت سریلی آواز میں سنا کرخوب دادوصول کرتے ہیں۔

باسط بھائی نہایت مخلص،دھیمے لہجے اورمنکسرالمزاج انسان ہیں۔شستہ گفتگو،چہرے پرہلکی سی مسکراہٹ مخاطب کو جکڑرکھتی ہے۔

ہم نے ہرغم کوزمانے کے بھلارکھا ہے
اپنے ہونٹوں پہ تبسم کوسجارکھا ہے

گو ابھی تک ان کی شاعری کا کوئی مجموعہ نہیں شائع ہوا مگر ان کی غزلوں کو معروف گلوکارہ ڈاکٹر رادھیکا چوپڑہ نے بڑے خوبصورت انداز میں گایا جس کی سی ڈی بنائی گئی۔ جو شعرا اور دیگر احباب میں بہت پسند کی گئی۔ آپ اردو کے علاوہ ہندی، سنسکرت اور انگلش میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اسکول کے زمانے میں کئی انعامات حاصل کیے۔ لندن کے مشاعروں میں آپ کو اکثر بلایا جاتا ہے اور سینئر شعرا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

لندن کے معروف ادبی ماہنامہ "پرواز" نے ان پر ایک گوشہ بھی شائع کیا جس میں میں نے، ڈاکٹر جاوید شیخ، عقیل دانش، عدیل یوسف صدیقی، غلام قادر آزاد، رفعت شمیم صاحب نے نہایت مفصل اور خوبصورت مضامین باسط بھائی کی زندگی، شاعری اور ان کے بارے میں لکھے۔

باسط کانپوری کی شاعری میں رومانیت پائی جاتی ہے چونکہ آپ مترنم شاعر ہیں لہذا ان کی ہر غزل سریلی ہوتی ہے اور پھر جب آپ اپنی مدھ بھری آواز میں اسے فضا میں بکھیرتے ہیں تو فضا میں ایک سحر طاری ہو جاتا ہے اور سامعین کی آنکھیں سرور سے بند ہونے لگتی ہیں۔

چاند کی چاندنی بھی ختم ہوئی بام سے وہ اتر گئے ہوں گے
دل پریشاں ہے میرا کچھ کم کم ان کے گیسو سنور گئے ہوں گے

ان کی شاعری میں فطرت اور فطرت سے محبت کا رنگ بہت غالب ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فطرت اپنی تمام تر خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ ان کے اندر اتری ہوئی ہے۔

کہتے ہیں شعر کبھی نہیں مرتا وہ کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی کے دل میں پرورش پاتا رہتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ باسط کانپوری کا ہر شعر ان کی ہر غزل کانوں میں رس گھولتی ہوئی سامع کے دل میں اتر جاتی ہے اور وہیں جاگزین ہو جاتی ہے۔

ان دنوں ان پر فالج کا کچھ حملہ ہوا تھا اللہ پاک انہیں صحت تندرستی عطا فرمائے اور ان کو جلد تندرست کرے تاکہ ہم پھر سے ان کی شاعری اور ترنم سے لطف اندوز ہوں۔۔ آمین

نعت شریف

جو تیرے حضور جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
کبھی لوٹ کے نہ آتے تو کچھ اور بات ہوتی

تیرا نام لب پہ آیا تو نظر جھکی ادب سے
تیرا در بھی چوم پاتے تو کچھ اور بات ہوتی

جہاں خاموش زباں کی بھی قرینۂ ادب ہے
وہاں حالِ دل سناتے تو کچھ اور بات ہوتی

کبھی نزہتِ سحر میں کبھی شام کے جلو میں
تیرے در پہ ہم جو آتے تو کچھ اور بات ہوتی

جو حضورؐ کے غلاموں کو ہوا نصیب باسطؔ
وہ مقام ہم بھی پاتے تو کچھ اور بات ہوتی

❁

میں سنا رہا تھا دل کی بڑے شوق سے کہانی
ابھی محوِ داستاں تھا کہ گزر گئی جوانی

مجھے اجنبی ڈگر پہ جو کسی نے آ کے روکا
کوئی چہرہ تھا شناسا کہ وہ یاد تھی پرانی

میں جو اور زندہ رہتا اُسے حرف حرف پڑھتا
کہاں ایسی معتبر تھی یہ کتابِ زندگانی

جو میرے لبوں پہ آ کے بھی آ سکی نہ دل کی
مجھے آج ان سے مل کر وہی بات ہے سنانی

یہ عجب بے رخی ہے اور عجیب تر تغافل
میرا حال اس نے پوچھا کسی اور کی زبانی

ہوئے بے نقاب باسطؔ وہ محبتوں کے رشتے
نہ وہ شانِ بے نیازی نہ ادائے مہربانی

❁

اندھیری راتوں میں خواب بن کر کوئی جو آیا تو کیا کرو گے
لجا کے دیکھو گے آئینے میں جب اپنا چہرہ تو کیا کرو گے

ہوا میں خوشبو اور چاندنی رات بچھی ہے پھولوں کی سیج لیکن
کیا تھا آنے کا جس نے وعدہ وہی نہ آیا تو کیا کرو گے

بدن چُرا کے نظر جھکا کے کیا تھا وعدہ وفا کا تم نے
ہوا نہ تم سے اگر یہ وعدہ کبھی بھی پورا تو کیا کرو گے

تمہاری دنیا میں زندگی کی ہمارے دم سے ہی رونقیں ہیں
ہمارے جانے سے ہو گی تنہا تمہاری دنیا تو کیا کرو گے

تمہاری غزلیں تو آئینہ ہیں تمہاری دل کی رفاقتوں کا
سنا کے شعروں کو اپنے باسطؔ ہوئے جو رسوا تو کیا کرو گے

❁

سب کے دل میں سمائے بیٹھے ہیں
پھر بھی چہرہ چھپائے بیٹھے ہیں

ان سے کیا کوئی ہم گلا کرتے
وہ تو خود ہی لجائے بیٹھے ہیں

رازِ دل یوں عیاں نہ ہو جائے
کیوں وہ نظریں چرائے بیٹھے ہیں

بیتی یادوں کے آشنا چہرے
حسرتوں میں چھپائے بیٹھے ہیں

اُن کے آنے کی آس میں باسطؔ
دل کی شمعیں جلائے بیٹھے ہیں

تم کو ہم دل میں بسا لیں گے تم آؤ تو سہی
اپنا محبوب بنا لیں گے تم آؤ تو سہی

تاکہ پھر چھو نہ سکے تم کو زمانے کی ہوا
تم کو آنکھوں میں چھپا لیں گے تم آؤ تو سہی

گرچہ آدابِ محبت میں مناسب تو نہیں
تم کو سینے سے لگا لیں گے تم آؤ تو سہی

ہم کسی بات کو بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی
رنجشیں دل سے مٹا دیں گے تم آؤ تو سہی

جانے کیا بات ہے باسطؔ سے گریزاں تم ہو
آتے ہی تم کو منا لیں گے تم آؤ تو سہی

❁

کیا ہی اچھا ہے طبیعت میں روانی آئے
تم جو آجاؤ تو پھر مطلعِ ثانی آئے

اس لئے باغ کو جاتی ہے صبا چھو کے تجھے
تیری خوشبو سے ہی کلیوں پہ جوانی آئے

زندگی بھر مجھے اس بات کی حسرت ہی رہی
دن گزر جائے تو پھر رات سہانی آئے

یہ تمنا ہے کبھی میں تجھے قائل کردوں
بات گر تیری طرح مجھ کو بنانی آئے

عمرِ رفتہ کا بھی احساس بہت دُھندلا ہے
خواب میں جیسے کوئی یاد پرانی آئے

دیکھ کر پیڑ سے گرتے ہوئے پتے باسطؔ
اب سمجھ میں مجھے ہستی کے معانی آئے

بالبیر سنگھ پروانہ (لندن)

Mr.Balbir singh parwana
18 Harold Road.Upton park
London E13 0SQ
Tell:0208471 7358 / 07774 470171

بالبیر سنگھ پروانہ صاحب سے بھی اکثر ملاقات بھوگل سنگھ صاحب کے مشاعرے میں ہوتی ہے جو" پنجابی لکھاری فورم" کے تحت اپٹن پارک کے علاقے میں ہوتا ہے۔آپ نہایت خوش لباس سلم سمارٹ شخص ہیں۔ایک مدت تک افریقہ رہے وہاں سے 1973 میں لندن ہجرت کی اور کافی مدت تک 'رائیل میل' میں کام کرتے رہے ۔2اپریل 1935 میں ضلع جالندھر کے "پٹرا" علاقے میں پیدا ہوئے۔بی اے آنرز پنجابی میں کی (گیانی)۔1954 میں لکھنا شروع کیا ان کی شاعری "پنجابی جنتا" میں شائع ہوتی رہی۔

پہلی کتاب 1956 میں "شہیداں دے سرتاج" دوسری 1996 میں "سرشتی دا چانن" تیسری 1997 میں "زخماں دی پھل کاری" چوتھی کتاب 1980 میں" ال پل اک یگ" پانچویں کتاب 1999 میں "کرتاں دا اپاشک" شائع ہوئی۔

آپ غزل کے بہت خوبصورت شاعر ہیں۔حالانکہ اس پار کے پنجابی شعرا غزل بہت کم لکھتے ہیں اکثر ان کی نظمیں سننے کو ملتی ہیں۔مگر چند ایک ایسے شعرا ہیں جن کی شاعری اعلی وارفع ہے اورتمام پابندیوں کی ساتھ،جن میں بالبیر سنگھ پروانہ صاحب اور ہرچرن سنگھ سبھی سرفہرست ہیں۔محترم بلبیر سنگھ پروآنہ اردو اور فارسی میں بھی قدرت رکھتے ہیں اسی لئے آپ کی شاعری میں اردو اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔آپ مدت سے گیسوئے غزل سنوارنے میں مصروف ہیں ان کی تخلیقات ملک کے بیشتر اخبارات ورسائل میں چھپتی رہتی ہیں،ان کی شاعری دورِ حاضر کے دھڑکتے ہوئے دل کی ایک ایسی آواز ہے جو قارئین کی سماعتوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتی ہے۔اگلے صفحات میں آپ خود محسوس کریں گے۔۔جناب پروانہ صاحب کی شاعری میں ان کا دھڑکتا دل۔۔۔

❁

تیرے وجود نالوں تیری تصویر چنگی اے
خاموش رہے تاں ہر تقریر چنگی اے
دھپاں تے موسم بدلن دے عادی نیں
بدل جان والی ہر تدبیر چنگی اے
محبت دا ہر نکش اک پیغام ہوندا اے
تلخ ہی سہی ایدھی تاثیر چنگی اے
خواب تے اکثر خواب ہی ہوندے نیں
کئی خواباں دی مگر تعبیر چنگی اے
ایہہ سچ ہے کہ سپنے پیٹ نہیں بھردے
کون کہندا اے انہاں دی تعمیر چنگی اے
چیر سکو تاں خواباں دی دیوار چیرو
دیوارِ خواب نوں چیردی شمشیر چنگی اے
بولن نوں تاں لفظ وی بول سکدے نیں
ایہہ پھر ہر لفظ دی کدوں تقدیر چنگی اے
انج تاں ہر سلسلے دی اک داستان ہوندی اے
پر سلسلہ او جیدی اخیر چنگی اے
سانبھ کے رکھو دوستوں عتیق دا لباس
اس لباس دی اک اک لیر چنگی اے
سے دی ڈھوڑ وی انہوں مٹا سکے گی کیا ؟
جس تحریر دی ہر لکیر چنگی اے

❁

دل دے آکھے لگ کے غلطی کیتی ہے
بڑی مدت دے بعد گھٹ گو پیتی ہے
منگ لینی سی معافی اس گستاخی دی
مے خانے دی جیب لہذا سیتی ہے
صدیاں لمبی رات اوہ وی خشک جئی
پچھو نہ حضرات کہ کیسی بیتی ہے
لیرو لیر لباس اج اخلاقاں دا
لوکی کہن جناب اجے ان سیتی ہے
شیشے دا کوئی ٹکڑا پتھر چیر سکے
ہے جے کوئی حقیقت چپ چپیتی ہے
پانیاں وچ تریڑاں اکثر سنیاں سی
لفظاں وچ تریڑ ایہہ کیسی نیتی ہے
کھوٹے کھوٹے سکے چلن لگ پئے نیں
کھریاں دے ہتھ آوَنی کدوں کوں ییتی ہے

پنجابی غزلاں

❁

اس جھانجر دے جوگی بن کے بوہے الکھ جگاواں
اس نغمے دی سینے اندر اگ عشق دی لاواں
اک دوجے دے بیٹھ سرہانے کنے نغمے روئے
ٹپ ٹپ ہنجو کیرن تے وی ٹلیاں نہ بلاواں
جسم میرے تے زخم جے ہوندا دھپے بیٹھ سکھاوندی
تڑپ تڑپ چوندا زخم دلے دا کتھے سکھنا پاواں؟
چندرے اس زمانے کولوں اک اکھر نہ سریا
کنیاں دسو ہور میں ٹلیاں مندریں جا کھڑکاواں
باربار افسانہ اکو بدل بدل کے گایا
پر بندے نوں قدر بندے دی کرنی کیویں سکھاواں
کونہ کونہ ایس وشوو دا اج زہریلا ہویا
کس چھو منتر نال زہر دا گھٹ بھر پی جاواں
بڑا کہیا میں جند ویچ کے مُل لے لواں ڈھولا
ہن میں آکھاں جند ویچ کے دنیا نویں بساواں
نہ کوئی روئے نغمہ جتھے نہ ہی جھانجر وِلکے
نہ کوئی تڑکے ونگ کسے دی نہ ہی ٹُٹن باہواں
نہ کوئی ہووئے ہووا جتھے نہ ہی مانو بلی
فیر نہ کوئی وی لبھدا جتھے وحشت دا سرناواں

وشوو۔۔زمانہ

❁

کردے کردے پیار زمانہ بیت گیا
ہن کی کرنا پیار زمانہ بیت گیا
بڑی دیر توں لکیاں لکیاں رہن گئیاں
ایہ کہنا بیکار زمانہ بیت گیا
اکھیاں دی مسکان جو رُٹھی منّے نہ
کی کریئے اصرار زمانہ بیت گیا
گلی یار دی رہندے لگے پہرے نئیں
سانوں بنیا پہرے دار زمانہ بیت گیا
عشقے دا اِک شعر لباں تے آیا سی
ہویا نہ اظہار زمانہ بیت گیا
تیڑے تھل دی ریتا سینہ لہوندی اے
سانوں جلدیاں وِچ بہار زمانہ بیت گیا
جس رانجھن نے چُمے ساڈھے اتھرو سی
تکیا اُودھی نُہار زمانہ بیت گیا
ٹُٹ جاندا سی شیشہ جد میں تکدی ساں
ہن کی کراں شنگار زمانہ بیت گیا

نُہار۔۔جھلک

❀

اک دوجے دے بیٹھ سرہانے کنیاں راتاں کٹیاں
اِک دوجے دے زخماں اُتے کنیاں بنھیاں پٹیاں

کنے اسی ہنڈائے نغمے گا گا گیت سنائے
گلی گلی جا ہو کے دِتے سنیاں مِٹھیاں کھٹیاں

ٹکے ٹکے دے بندیاں کولوں کنے لئے اُلامے
جنڑے کھڑنیں دی کری خوشامد نالے بھریاں چٹیاں

لمیاں لمیاں ہیکاں لا کے ہیراں مرزے گائے
چوری چھپی ملنے دی خاطر لائیاں اٹیاں سٹیاں

وارے شاہ تے یار محمد اوہ وی پڑھ پڑھ ویکھے
یاراں نوں نذرانے ونڈے مفت لٹایاں ہٹیاں

بنڑ بنڑ تیر نشانے لائے وِنیاں دل دیاں اکھاں
غم دے دیوے بالن خاطر پلکاں وٹیاں وٹیاں

وارے شاہ ۔۔ وارث شاہ

سہہ لینے سی لکھ تصیے جند نمانی اُتے
جے نہ لگیاں ہندیاں اوتھے تیرے ناں دیاں پھٹیاں

ہُن تے آکے مل جا سجنا رات ہے مکن والی
کٹ نہیں ہونی رات ایہ اُدھاں جدھاں باقی کٹیاں

بھگوان سنگھ ٹاگر (لندن)

Mr.Bagwan Singh Tagar

Tel: 07786 163506

E.Mail: bhagwantagar@googlemail.com

بھگوان سنگھ ٹاگر صاحب سے ملاقات سیون کنگ گردوارے کے کوی دربار (مشاعرے) ''الفورڈ پنجابی ساہت سبھا'' میں ہوتی ہے جہاں آپ اپنے کلام سے پہلے نہایت خوبصورت لطیفے سنا کر محفل کو گرماتے ہیں۔ آپ مزاحیہ شاعری کرتے ہیں۔ ناول اور نظم لکھتے ہیں۔ آپ 1945 میں سری گنگانا گا راجستان میں پیدا ہوئے۔ خالصہ اسکول میں تعلیم پائی۔ آٹھویں جماعت سے ہی لکھنا شروع کیا۔ الیکٹرک انجینیئرنگ میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ مارواری زبان میں تعلیم کے دوران ہی کامیڈی اسٹیج ڈراموں میں لکھتے اور اداکاری میں بھی حصہ لیتے رہے۔ کامیڈی میں آپ دو لوگوں سے بہت متاثر تھے ایک جو آپ کے والد کا نوکر تھا اور دوسرا مشہور شاعر کا کا ہتھراس۔ اسی طرح ناول نگاری میں آپ پروفیسر گردیال سنگھ اور سردار بوٹا سنگھ شاد سے متاثر ہیں۔ کتابیں پڑھنے کا شوق شروع سے ہی تھا، زیادہ دلچسپی مزاح میں تھی۔

1970 میں آپ برطانیہ آئے اسی سال آپ نے شادی کی اور آج دو بیٹے اور تین پوتے ہیں۔ انگلینڈ میں چالیس سال کام کر کے آج ریٹائیرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ لکھنے کا شوق برقرار ہے۔

پہلا ناول ''دربدر'' پنجابی میں 1990 میں شائع ہوا۔ دوسری کہانیوں کی کتاب 'ہمت'' بھی اسی سال شائع ہوئی جبکہ تیسری کتاب جو ہندی میں ڈرامہ تھا ''محفلِ مشاعرہ'' 1991 میں اور 1994 میں ناول پنجابی میں'' بھٹکان،'' ہندی میں مذاحیہ ''اخیل بھارتیا سمیلان'' 2000 میں اور پنجابی ناول ''سب دکھیارے'' 2003 میں، پھر 2006 میں ہندی کامیڈی'' گا نک شری بے سراجی سے ساک شتوار''، ہندی کامیڈی ڈرامہ'' دیوی دیوتان کا دھرتی پر آگمان'' 2008 میں شائع ہوا۔ پھر 2009 میں پنجابی کامیڈی ''گدھے نال ملاقات''، پنجابی کہانیاں

"فلیٹ توں فلیٹ تک" 2011 میں اور پنجابی کامیڈی "بخاری یونین" پھر 2016 میں پنجابی ناول "جوالا مکھی" اور انگریزی تھرلر ناول "فریڈکشن آف ایول" جو امریکہ سے شائع ہوا اس کے علاوہ آپ کی دو مزید انگریزی میں کتابیں اور ایک پنجابی کامیڈی زیر ترتیب ہیں۔

آپ کو ادبی خدمت میں بے شمار ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ "پیارا سنگھ داتا یادگار ایوارڈ" 2010 میں "میر زادہ میگزین ایوارڈ" 2016 میں دیا گیا۔

اس کے علاوہ آپ کی تخلیقات مختلف رسالوں اخبارات میں بھی مسلسل شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں "مان جیت ویکلی، میر زادہ، شبدترنجان" پنجاب ٹائمز" دیس پردیس اور اجیت جالندھر" شامل ہیں۔

اس کے علاوہ آپ مشاعروں میں اپنا کلام سنا کر خوب داد وصول کرتے ہیں جن میں "پنجابی فورم، الفوڑ دساہت سبا، سنمان ساہت سبا یو کے اور ساہت سبا ولورہیپٹن شامل ہیں۔

جناب بھگوان سنگھ ٹاگرا صاحب کی نہایت طویل ادبی خدمات ہیں پنجابی ہندی اور انگریزی میں۔ اور مجھے دلی خوشی ہے کہ ان سے دوستی کی ابتدا بھی پنجابی مشاعروں میں ہوئی اور آپ نے اس یادگار کتاب میں شامل ہو کر مجھے اعزاز دیا۔ ان کے بارے میں مضمون اور شاعری کتاب کے آخری صفحات میں گورمکھی میں بھی شامل کی گئی ہے تا کہ گورمکھی پڑھنے والے دوست مستفید ہو سکیں۔

میں دلی مبارک باد دیتا ہوں جناب بھگوان سنگھ صاحب کو اور دعا کرتا ہوں کہ ان کا قلم اسی طرح ادب کی خدمت کرتا رہے اور وہ اسی طرح لگن محبت اور پیار سے لکھتے رہیں۔ مزاح لکھنا اتنا آسان نہیں دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ لانے کے لئے قلمکار کو ان کے سارے دکھ درد خود سمیٹنے پڑتے ہیں۔۔ اور یہ خوبی جناب بھگوان سنگھ میں موجود ہے۔۔ جو کسی عبادت سے کم نہیں۔۔ خدا کرے ان کی اس خوبی میں مزید برکت دے۔۔ آمین

دھی دی پکار

پرون بتیا نہ کریں میں وی آں انسان نی ماں
مینوں توں مار کے کُکھ نوں بنائی نہ شمشان نی ماں

پتراں دی سکھنا سکھدی این پتر کتھوں آون گے
جے دھیاں نوں ماپے کُکھاں وچ مروان گے
ویرے دی توں شگن منایں میں وی خوشی مناواں گی
میرے واسطے کجھ نہ کریں صبر دا گھٹ بھر جاواں گی
میرے اک ترلے دا کجھ تاں کر خیال نی ماں
پرون بتیا نہ کریں میں وی آں انسان نی ماں

چھیڑ خانی کرن والیاں نوں کجھ تاں سبق سکھائیں ماں
'اونر کلنگ' کرن والیاں نوں چنگی طرح سمجھائیں ماں
دھیاں دے کھے خرابی ہندی دیکھ کس طرح جر دی اے ماں
اوہی وی کسے دی دھی ہوندی جیہڑی داج دی بلی چڑھدی اے ماں
جیہڑی گل کریں گی مینوں ہووے گی پروان نی ماں
پرون بتیا نہ کریں میں وی آں انسان نی ماں

دھی بھین پتنی تے ماں بنڑھ کے ہر ذمہ داری نبھاواں گی
پیکے اتے سوہرے گھر دی عزت میں ودھاواں گی
پتر پاویں جائیداد ونڈ لین میں تیرا دکھ ونڈاواں گی
میں تیتھوں کجھ نہیں منگنا جو دیویں پاواں گی
گھر تیرے دی بنواواں گی شان نی ماں
پرون بتیا نہ کریں میں وی آں انسان نی ماں

سندرتا دا گہنا آں تے ممتا دا بھنڈار آں ماں
دھیاں دے بغیر چلدا نہیں کاروبار نی ماں
میں وی چاؤندی آں گھر وچ ہووے میرا وی ستکار نی ماں
دھیاں نوں کمزور نہ سمجھیں دھیاں تے پلوان نی ماں
میں وی اس سنسار وچ آں آون دی چاہوان نی ماں
پرون بتیا نہ کریں میں وی آں انسان نی ماں
مینوں توں مار کے کُکھ نوں بنائی نہ شمشان نی ماں

ترسیم سنگھ بھوگل

Mr.Tarsem Singh Bhogal

فون نمبر: 003652 7877 44+

ای میل:tarsem.bhogal@sky.com

ترسیم سنگھ بوگل صاحب والتھم فاریسٹ کے طویل مدت تک کونسلر رہے اور 1998 میں میئر بھی رہے۔آپ کو ادب سے گہرا تعلق تھا لہذا 1992 میں "پنجاب کووی دربار" کے نام سے بے شمار مشاعرے کرائے۔میئر ہونے کے درمیان بھی آپ نے اپنے چیمبر میں مشاعروں کا انعقاد کیا۔آپ رڑ کا کالن پنجاب انڈیا میں پیدا ہوئے۔اور اعلی تعلیم حاصل کی،1956 میں آپ اپنے والد کے پاس کینیا چلے گئے جبکہ آپ کی عمر 19 سال تھی۔جہاں آپ نے سٹینڈرڈ بینک میں کام شروع کیا اور اپنی محنت و قابلیت سے اسسٹنٹ منیجر کا عہدہ سنبھالا ساتھ ہی مقامی ملازمین کو بینک کی ٹریننگ دینی شروع کی اور ایک طویل مدت تک آپ وہاں رہے۔1975 میں آپ انڈیا واپس گئے اور وہاں بھی بینک کے شعبے سے تعلق رکھا اور اور ایک مدت تک ٹریننگ آفیسر رہے۔

1979 میں آپ انگلینڈ آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔یہاں بھی آپ کی قابلیت نے کئی جوہر دکھائے۔ایک طویل مدت تک بینک میں کام کیا۔پھر اپنا بزنس شروع کیا۔1984 میں آپ نے لیبر پارٹی جائین کی اور بہت جلد ہی اس کے نہایت اہم رکن بن گئے۔اس دوران آپ بے شمار سماجی کاموں میں مصروف رہے اور بے شمار تنظیموں کے چیئر مین جیسے عہدوں پر فائز رہے۔والتھم فاریسٹ بارو کے کونسلر بھی تھے اور 1998 میں آپ دوسرے سکھ میئر تھے۔اس دوران آپ سفید پگڑی میں اپنے سکھ ہونے پر بڑے فخر سے اپنے فرائض پورے کرتے رہے۔ساتھ ہی ادب کی خدمت میں بھی مصروف رہے۔آپ کی ایک انگلش میں کتاب "انٹرنیشنل ٹریڈ فائی نینس" بھی شائع ہوئی۔"پنجابی لکھاری فورم" کے تحت بھی آپ نے بے شمار کامیاب مشاعرے کیئے جن میں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا۔پھر ایک مدت تک ایپٹن پارک کے علاقے میں بھی مشاعروں کا سلسلہ رہا۔بوگل سنگھ نہایت مخلص دھیمے لہجے والے ملنسار انسان دوست ہیں۔جن کی طویل سماجی و ادبی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔۔۔۔۔

پیار کرجا

ودھنا پھلنا چاہویں تے پیار کر جا
گھاٹا جیدھے چہ نہیں او بیوپار کر جا
بیڑا ڈوب کے کسے دا لبھنا کی
کسے ڈبدے نوں پار کرجا
جنگ ویر ورود چوں رکھیا کی
ذرا غور سوچ تے وچار کر جا
تیرے مرن توں بعد کوئی یاد رکھے
کوئی چنگا کم کوئی چنگی کار کر جا
امن شانتی پیار دا کوئی کم کر ایسا
بلدی اگ نوں توں ٹھنڈی ٹھار کر جا
بڑا سوکھاہے کسے دی جان لینی
ہو سکے تاں جان نثار کر جا
نال ویریاں سدا ہی ویر کیتا
کدی دشمناں نوں وی پیار کرجا
کنڈے بیجنے راہواں چوں بڑے سوکھے
سکے چمن نوں کدی گلزار کر جا
دے جا نیکی کوئی اس جہان نوں توں
اگوں لین لئی کوئی ادھار کر جا
جو وی بیجنا اوہو وڈھنا ہے آخر
ایس گل تے بھوگل اعتبار کر جا

انسانیت وسدی وچ پیار دے

اج دی محفل وچ سب دا سواگت ہے دوستو
خوش رہو آباد رہو ہے میری ایہ دعا دوستو
بے شمار انسان وسدے وچ اس سنسار دے
کج جاندے انسانیت وسدی وچ پیار دے
پیار توں ودھ دان نہیں ہے کوئی
ایہ دان سب کرو اس توں ودھ خوشی نہیں کوئی
جے پیار سب نال کرو اس توں ودھ خوشی نہیں کوئی
دان قدرت ہے کر رہی راجہ ہوئے یا رنک کوئی
چن سورج ونڈن روشنی محل ہوئے یا جھونپڑی کوئی
مہر قدرت دی توں جے بندے کجھ سکھ لین
رنگ مذہب دے جھگڑے چھڈ مل کے رہن
دنیا دے وچ ہین کئی دھرما دے لوگ
چنگا ہے سب دے واسطے جے مل کے رہن
انسانیت دا تقاضا پیار دیو تے پیار لوو
چھڈ کے نفرت دا راہ پیار دے راہ تے چل پوو
پیراں پیغمراں گورووان سب نے ہوکے دتے پیار دے
سب دا فرمان انسانیت وسدی وچ پیار دے

تسنیم مرزا (لندن)

فون نمبر:+44 7570 799130

تسنیم مرزا لاہور میں پیدا ہوئیں اور پھر کراچی شفٹ ہوگئیں۔والد مرحوم ایئر لائین میں اچھے عہدے پر تھے جس کی وجہ سے کئی باران کے ساتھ لندن آئیں۔بی اے کے بعد والد کی وفات ہوگئی جس کی وجہ سے مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکیں۔اور شادی کے بعد لندن آ کر بس گئیں۔یہاں بھی ایک طویل مدت تک سیکورٹی آفیسر کے طور پر کام کیا اور اسی دوران شاعری کی طرف رجحان پیدا ہوا جبکہ بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا۔

تسنیم مرزا سے میری ملاقات میرے ایک مشاعرے میں ہوئی جہاں آپ پہلی بار آئیں اپنی بیٹی کے ساتھ اور اپنا کلام سنا کر خوب داد سمیٹی۔اس کے بعد یہ سلسلہ کافی مدت تک چلتا رہا،مگر درمیان میں کچھ وقفہ بھی رہا۔ہر انسان کو زندگی میں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور خاص کر خواتین کو۔۔میں کبھی کسی کے ذاتی معاملات کی کرید نہیں کرتا۔نہ ہی اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے۔برسوں کی دوستی کے باوجود میں کئی دوستوں کے بارے میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ان کے کتنے بچے ہیں۔۔!!!اپنا اپنا مزاج ہے۔۔!!

تسنیم نظم کی شاعرہ ہیں اور حالات وواقعات پر ان کا قلم بہت اچھا لکھتا ہے۔سادہ مزاج،سادہ لباس،سادگی بھی ایک نسوانی حسن ہے جو خدا نے تسنیم مرزا کو بخشا ہے۔وہ ایک مخلص دیندار نیک خاتون ہے اور ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتی ہے۔اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلوا رہی ہے اور محنت سے رزق حلال کما رہی ہے اور ادبی ذوق کی حامل ہے۔ان کا اردہ ہے کہ کچھ مدت بعد پاکستان جا کر اپنی نظموں غزلوں کا مجموعہ شائع کروائیں گی۔

تسنیم مرزا کا فن زندہ اور متحرک ساعتوں کا امین ہے۔جس میں دکھ کرب اور خوشی دونوں ساتھ ساتھ ہیں ایسے ہی قلمکار اپنے سر میں جنوں رکھتے ہیں اور پیہم سفر میں اپنے آپ کو مصروف رکھتے ہیں۔

زندگی میں دکھ تکلیفیں زیادہ ہو جائیں تو قلم بھی خون تھوکنے لگتی ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ تسنیم مرزا کی شاعری میں دکھ وکرب کی سسکیاں زیادہ محسوس ہوتی ہیں۔اللہ پاک انہیں خوش سلامت اور تندرستی عطا فرمائے آمین۔

نعت

خدا سے مانگوں میں دعا صلِ علیٰ صلِ علیٰ
ہر شر سے مجھ کو بچا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

یہ قتل و غارت بربریت
دلوں سے نفرتیں مٹا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

ہیں چار سُو عدو میرے
اِن سے مجھ کو بچا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

ہر دم ہے دل میں موجزن
ہے حسرتِ روضہ دکھا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

اس دہر کے مسلمانوں کو
سنت پہ اپنی تُو چلا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

سجدے میں رو رو مانگتی ہوں میں
ہو مقبول مرزاؔ کی دعا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

❀

مانگوں میں دعا اللہ سے دونوں ہاتھ اُٹھاؤں میں
کر کے محنت رات دن رزقِ حلال کماؤں میں

جس کے لئے وطن کو چھوڑا دُور ہوئی اپنوں سے میں
خوں پسینہ بہا کر اُس نیک مقصد کو پاؤں میں

میرا دیں سچا ہے سب سے پختہ ہے ایماں میرا
اُس دین کی زینت بن کر جو دنیا پہ چھا جاؤں میں

قرآن و سنہ پہ ہو عمل اُس کا ہی پرچار کروں
دھرتی کا بن کر پھول اس کو پھر مہکاؤں میں

پردیس میں رہ کر بھی مرزاؔ وطن سے عشقِ صادق ہے
اِس کے ہر دشمن پہ بن کے قہر جو چھا جاؤں میں

بارہ گھنٹے شب بھر جاگ کے گھر کو جب ہم آتے ہیں
دیکھے اُجالے میں بھی گھر میں پھر کیوں گھپ اندھیرا ہے

ہر کوئی تنہا اپنی راہ پہ چلتا ہے اس نگری میں
سب کچھ ہوتے ہوئے بھی دل میں ڈر کا کیوں بسیرا ہے

کوئی بھی یہاں غریب نہیں ہے ہر سُو دولت والے ہیں
پھر بھی صدا یہ گونج رہی ہے یہ میرا ہے یہ میرا ہے

ہم تو سوچ کے آئے تھے کچھ چین سے دن گزاریں گے
یہاں بھی دیکھا ہر گھر میں کچھ عجب سا اک بکھیڑا ہے

ایمان کی ہے کمزوری ، نہیں بھروسہ قسمت پر
ذرا جھانک کے دیکھو دل میں اپنے کیوں اتنا اندھیرا ہے

لیئے خالی ہاتھ زندگی بھر ٹھوکریں کھاتے رہے
نہ تُو ملا نہ خوشی ملی مقدر کو آزماتے رہے

سنے طعنے زمانے بھر کے کچھ نہ بولے پھر بھی ہم
بس تیری جفا پہ چھپ چھپ کے آنسو بہاتے رہے

تجھ بے وفا کی یاد کو دل میں بسائے چپ رہے
شمع کی مانند پگھلتے رہے دل اپنا ہی جلاتے رہے

بجھ نہ جائے دیا آس کا ہم بھی اس آس پر
دل نہ مانا پھر بھی اپنے دل کو یہ سمجھاتے رہے

شاید کبھی دِکھ جائے تُو غمزدہ تبسّم کو
اس آس پر شام و سحر تیری گلی جاتے رہے

قطعات

مرد خاوند بھی بیٹا بھی بھائی اور باپ بھی ہے
سمجھے اگر مقام اپنا تو اُس سے پیار ہوتا ہے
کھو دیتے ہیں حُرمت جو مقدس رشتوں کی
اُن مَردوں کا پھر مُردوں میں شمار ہوتا ہے

☆☆

اپنوں سے دُور ، وطن سے دُور شب و روز
گزرتے ہیں ایسے کہ زندگی پہیلی ہو گئی
خدا کا شکر ہے اک کرن چمکی اندھیرے میں
آج بیٹی بڑی ہو کر میری سہیلی ہو گئی

☆☆

یوں تو وہ زندگی بھر کا ساتھی ہے میرا
اُس سے کبھی کبھی کچھ بات ہو جاتی ہے
رہتا ہے کام پر اکثر ، میری بھی ہے وہی نوکری
ہاں ہفتے میں چند گھنٹے کی ملاقات ہو جاتی ہے

❁

کہاں دل کو لے جا کے بہلاؤں میں
کہیں بھی تو اب سکون نہ پاؤں میں

بہتے ہیں آنسو یاد میں جس کی
کہاں سے اس کو ڈھونڈ لاؤں میں

رہتی ہے جاری جو دماغ و دل کی
اس جنگ سے کیسے جیت پاؤں میں

نہ مرنا آسان ہے نہ جینا اب
دل کو اپنے کیسے سمجھاؤں میں

گم ہو جاؤں گی لگتا ہے پردیس میں
کہیں اس مٹی میں نہ دفن ہو جاؤں میں

ہیں کتنے دکھ پوشیدہ تسنیم یہاں
ہو چھٹکارہ کیسے ، وطن جاؤں میں

ٹیپو ارسل (لندن)

78, Pnors Craft.W.Stow

London .E17 5NH

فون نمبر:0429 145814

ای میل:tipus178@gmail.com

ٹیپو ارسل نوجوان شاعر ہیں۔راولپنڈی میں 19 نومبر 1975 میں پیدا ہوئے ۔اے سی اے چارٹرڈ اکاونٹ ٹینٹ ہیں ۔ایک عرصہ تک ایک فرم میں کام کرنے کے بعد دوسال سے لندن سٹی میں بہت بڑا ہوٹل لے کر اپنا ذاتی کاروبار کررہے ہیں۔میرے بہت ہی عزیز دوست ہیں اکثر مشاعرے میں آیا کرتے تھے مگر جب سے اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا اسے چلانے میں اس قدر مصروف ہوگئے کہ ادبی سرگرمیاں ماند پڑگئیں۔بقول ان کے جلد ہی میں واپس آرہا ہوں اور مشاعروں میں حاضری دیا کروں گا آپ کے اب تک دوشعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔اور تیسرا پریس میں جاچکا ہے۔۔

پہلا شعری مجموعہ کلام "تیراانتظار ہمیں ہے" اور دوسرا نعتیہ شاعری کا "سب سے اعلیٰ ذات مدینے"
جبکہ تیسرا مجموعہ کلام مذاحیہ "معاف ہی رکھئے گا" ہے۔جس کے قطعات کبھی کبھار ارسل بھائی بڑے خوبصورت گرافک بنا کر بھیجتے ہیں۔

ابھی تک کسی عالمی مشاعرے میں نہیں گئے انکی شاعری میں کبھی کبھار لندن کے رسائل میں بھیج دیتا ہوں مگر وہ خود اپنی مصروفیت کی بناپر مجھے ہی یہ فرض سونپتے ہیں۔

ٹیپو ارسل ایک خوبرونوجوان ہیں نہایت دھیما لہجہ اور چہرے پر مسکراہٹ کے پھول۔۔چند محدود دوست ہیں۔آج کل بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔البتہ فون،واٹس اپ پر اکثر رابطہ رہتا ہے۔

نعت بہت اچھی لکھتے ہیں جیسا کہ ان کی پوری کتاب نعتوں کی شائع ہوچکی ہے۔اور پاکستان کے بے شمار معروف

نعت خواں ان کی نعتوں کو اپنی آواز دے چکے ہیں۔

مجھ پر بھی کبھی رحمت کی یوں گھٹائیں ہوں
سانس لینے کو مدینے کی جو ہوائیں ہوں
ہر ایک پل تیرے ہی ذکر میں بسر ہو اب
تیرے ہی نام کی بس ہر طرف صدائیں ہوں

عشقِ محمدیؐ اور عشقِ الٰہی کی صدائے پرسوز جس دل کو چھو لیتی ہے اس کے دھڑکنے کا مزاج ہی یکسر بدل جاتا ہے کیونکہ یہ وہ نوائے پُر کیف ہے جو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے ہر دھڑکن کو نبضِ کائنات سے اہم آہنگ کر دیتی ہے اور اعلانِ حق کی صدائے اثبات بلند کرتی ہے۔۔ وہ لندن میں بیٹھ کر بھی ان کی صداؤں کی حسرت رکھتے ہیں۔
غزل کی شاعری میں بھی ٹیپو ارسل کے اشعار سے آشکارا ہوتا ہے کہ ہجرتوں کی اذیت ناکی لفظ و شعر کے لباس میں صفحۂ قرطاس پر اترتی ہے تو ان کا غم کچھ ہلکا ہو جاتا ہے اور راحت و انبساط کی کہکشاں ان کی نظروں میں منور ہو جاتی ہے۔۔

جو چلے ہجر کی تھی دھوپ اور جب ہیں رُکے
پڑاؤ اُس جگہ نہیں جو سائبان میں ہے

ٹیپو ارسل نئے عہد کے شاعر ہیں۔ خوبصورت لب و لہجہ میں اپنا کلام سنا کر داد وصول کرتے ہیں۔
شاعر اپنا پیغام ملک ملک پہنچاتا ہے ان کے لئے لطف و نشاط کا سامان فراہم کرتا ہے اور ساتھ ہی روحِ شاعری کو بقائے دوام بھی دیتا ہے اور یہ تمام خوبیاں ہمارے دوست ٹیپو ارسل میں پائی جاتی ہیں۔
میری دعا ہے کہ ان کے کاروبار میں برکت ہو ان پر بہت سی گھریلو ذمہ داریاں ہیں جو انہیں نہایت احسن طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ادب کی آبیاری میں بھی مصروف ہیں۔

رہے قائم سدا تیرا یہ کاروبارِ شوق
کہ اب نقصان ہمارا تیرے نقصان میں ہے

❀ ❀ ❀ ❀

نعت

مجھ پر بھی کبھی رحمت کی یوں گھٹائیں ہوں
سانس لینے کو مدینے کی جو ہوائیں ہوں

ہر ایک پل تیرے ہی ذکر میں بسر ہو اب
تیرے ہی نام کی بس ہر طرف صدائیں ہوں

جو دیکھ لیں تیرے دربار کو یہ جی بھر کر
قسم خدا کی نہ پھر مضطرب نگاہیں ہوں

جو ایک بار تیری گردِ پا کو چھو لیں تو
روزِ محشر تلک آباد پھر وہ راہیں ہوں

خالی دامن ہے اور نظریں ہیں تیرے اور لگیں
یہی ہے التجا منظور سب دعائیں ہوں

گرچہ قابل نہیں ہے یہ تیرا عاصی ارسلؔ
تیرے فیضان سے سب درگزر خطائیں ہوں

نعت

(پنجابی)

ہکو ہک اے پیار دی گل
ہووے جے سرکارؐ دی گل
اُس پاسے اُٹھ جان قدم
ہووے جے دربار دی گل
فرش کی اے ہے عرش اُتے
اُس احمدؐ مختار دی گل
اوہدے مونہوں رب دی اے
نبیاں دے سردار دی گل
آقا تے ہی مک جاندی اے
ہووے جے فیر پیار دی گل
قسمت تیری کھل جاسی
کردا رہ دیدار دی گل
کدی تے اوہ وہ سُن لیسن
میرے جئے لاچار دی گل
ارسلؔ ہر اک سوہنی اے
سوہنے ماہی یار دی گل

ترکِ تعلق ہی سہی پھر بھی تُو امکان میں ہے
کہ شائبہ سا لگا کچھ تیرے بیان میں ہے
رہے قائم سدا تیرا یہ کاروبارِ شوق
کہ اب نقصان ہمارا تیرے نقصان میں ہے
جو چلے ہجر کی تھی دھوپ اور جب ہیں رُکے
پڑاؤ اُس جگہ نہیں جو سائبان میں ہے
تھے رُوبرو جو تیرے حالتِ جنوں میں ہم
بتا دیتے سبھی کھ جو دلِ نادان میں ہے
اُٹھاؤ ہاتھ کہ مٹنے کی کچھ سبیل بنے
یہ فاصلہ کہ ارسل جو درمیان میں ہے

کسے خبر ہے کہ کتنے باوفا ہو تم
مگر ہم جانتے ہیں صاحبِ جفا ہو تم
کئی طوفان یہاں اور ہم نے دیکھے ہیں
میری ہر ایک رگ و پے میں اب بپا ہو تم
مثال کیا کریں اب ہم شراب و مستی کی
جو ٹوٹنے ہی نہ پائے وہ اک نشہ ہو تم
پکارتے رہے سب لوگ سرِ بزم ہمیں
ہمیں ہے جس کی طلب ایک وہ صدا ہو تم
ہے لینا اور کیا اب ہے ہمیں حسابوں سے
سزا بھی تم ہو میری اور اب جزا تم ہو
کہا تھا اور کئی لوگ ملیں گے ارسل
یہ دیکھ لو ابھی تلک مگر تنہا ہو تم

بس اپنا کوئی ضرور ہوا کرتا ہے
شہرِ دل کا عجب دستور ہوا کرتا ہے
ہر ایک پل جیسے یہ دیکھنا چاہیں آنکھیں
وہ نگاہوں سے بہت دور ہوا کرتا ہے
کسی بھی اور سے کوئی بھی تقاضا کیا کریں
ہر کوئی ہی یہاں مجبور ہوا کرتا ہے
کس کو بڑھ کے ڈھونڈ لیتی ہے منزل ارسل
کوئی تھکن سے یہاں چُور ہوا کرتا ہے

کب بہاروں سے ہم نشیں تھا میں
اپنی قسمت میں ہی نہیں تھا میں

ہر جگہ گرچہ دیکھیں بھالی تھیں
گم ہوا بھی یہیں کہیں تھا میں

خامشی دیکھ کے یہ لگتا ہے
شہر سارے میں اک مکیں تھا میں

جس جگہ اس نے مجھ کو چھوڑا تھا
اب تلک ہی کھڑا وہیں تھا میں

بے یقینی کے شہر میں دیکھو
اک مجسم بنا یقیں تھا میں

وقت گرد باد کا چکر
جو کہ سمجھا تھا وہ نہیں تھا میں

اس سے ارسلؔ نہ نبھ سکی میری
آسماں وہ تھا تو زمیں تھا میں

نمکین غزل

سر پہ ہمیشہ رہتی ہے تلوار کی طرح
بیگم چمٹ گئی مجھے نسوار کی طرح

پڑنے نہ دے نظر وہ کسی خوبرو پہ اب
رہتی ہے میرے ساتھ وہ دیوار کی طرح

ٹیڑھی کریں گی جب بھی وہ خم دار ناک کو
ہم ہی منائیں گے انہیں لاچار کی طرح

دراصل تھی نقاب میں ماسی گلاب جان
پاؤں پٹخ رہی تھی جو گلنار کی طرح

بٹوے سے لے کے ذہن ٹٹولے ہر ایک روز
لگتا ہے گھر کا صحن بھی دربار کی طرح

ارسلؔ ترے ہی اشک لڑھکتے نہیں یاں
سارے ہیں رن مرید مرے یار کی طرح

ثمینہ رحمت منال (برسٹل، یوکے)

40,Glen Park .East Ville

BRISTOL.BS5 6SL

Tell: 7884016979

E.Mail: srehmat2@hotmail.co.uk

ثمینہ رحمت کا نام لندن ہی نہیں برطانیہ کی ادبی دنیا میں ایک جانا پہچانا نام ہے۔اس نے جو دس بارہ سال لندن گزارے اس مدت میں اس کے نہ صرف دو مجموعہ کلام ''اور کیا چاہیے'' اور ''گل بلوئی'' نے ثابت کیا کہ وہ ایک نہایت اچھی شاعرہ ہے بلکہ لندن وگرد ونواح کے سینکڑوں مشاعروں میں اس نے وہیں بیٹھ کر جو غزلیں نظمیں لکھ کر سنائیں انہوں نے اسے اعلی مقام دیا۔مگر پھر شاید قدرت کو اس کی یہ ادب نوازی اور شہرت پسند نہ آئی۔۔کچھ گھریلو حالات اور تیزی سے بگڑتی صحت نے ثمینہ کو اس سختی سے اپنے پنجوں میں دبالیا کہ وہ مہینوں زیرِ علاج رہی،اس کے دو معصوم بچے چھین لئے گئے۔وہ دربدر کی ہوکر رہ گئی اور بالآخر اپنے بہن بھائیوں کے پاس برسٹل چلی گئی۔دو تین برس اس نے بڑی اذیت میں گزارے مگر وہ ایک بہادر حوصلہ مند خاتون تھی اس نے یہ پہاڑ سی مصیبتوں کے پہاڑ اپنی ہمت،اعتماد و یقین سے چکنہ چور کردیئے اور پھر سے ایک نئے ولولہ کے ساتھ ادبی دنیا میں قدم رکھا۔۔۔

ثمینہ کی دونوں کتابوں پر میرے مضامین اخبارات کی زینت بن چکے ہیں۔بلکہ میں نے اس کی بے شمار شاعری کو کمپوز بھی کیا۔وہ بہترین کالم نگار بھی ہے افسانے کہانیاں بھی لکھیں۔اخبارات کے ساتھ بھی رابطہ رہا۔۔ایسٹ لندن کے ادبی سماجی پروگراموں کی ایک پہچان تھی وہ۔۔ شاعر جہاں حساس طبیعت ہوتا ہے وہاں وہ بے حد جذباتی بھی۔۔ثمینہ بھی بہت جذباتی تھی۔۔کسی پہ پیار آتا تو قربان ہوجاتی اور اگر غصہ ہوتا تو ساری حدیں پھلانگ جاتی۔۔مگران باتوں کوایک زمانہ بیت گیا ہے۔۔اب ثمینہ وہ ثمینہ نہیں رہی۔۔حالات وزمانے کے تھپیڑوں نے اسے بہت کچھ سکھا دیا وہ ایک گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی تہہ میں ہزاروں طوفاں پوشیدہ ہوں مگر سطح پرسکون رہتی ہے۔۔

مجھے ہے غرض پوری داستان سے مجھے ایک واقعہ کافی نہیں ہے

شاعری اس میں جیسے اندر سے اگتی ہے۔وہ ایک نشست میں بہترین دس بارہ اشعار کی غزل لکھ لیتی ہے۔جو بحر عروض پر بھی پوری اترے۔۔اس کتاب کے لئے اس نے مجھے بالکل نئی غزلیں بھیجی ہیں۔

اس نے تلخ حقائق کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور بڑی فنکارانہ مہارت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ جذبوں کی فکر کی گہرائی عطاء کی ہے۔ثمینہ کی شاعری میں سماجی گھٹن،معاشی ناہمواری اور تہذیبی ٹوٹ پھوٹ کے الاؤ کی وہ چنگاریاں ملتی ہیں جو پھول پھول شعلوں کی صورت لفظوں کا روپ دھار لیتی ہیں۔اس کے ہاں موضوعات میں کہیں بھی یک رنگی کا احساس نہیں ہوتا جہاں نفی کی طنز ہے وہاں اثبات کی سرخوشی بھی ہے۔

اگلے چند صفحات میں ثمینہ کی بالکل نئی غزلیں درج ہیں جو ان کے تیسرے مجموعہ کلام میں شامل ہیں جو 2023 میں شائع ہوا۔

ثمینہ جنوری 1971 کو کمالیا میں پیدا ہوئی بی ایس سی کیا اور برطانیہ آ گئی۔گھریلو زندگی میں مصروفیت دو بچوں کے ساتھ اس نے ایل ایل بی کیا۔شاعری 1996 میں شروع کی۔زود نویس خاتون ہیں چلتے پھرتے سفر کرتے شاعری ایسے نازل ہوتی ہے جیسے ساون میں برسات۔۔دو کتابوں کے بعد اب ان کے پاس اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ وہ مزید دو تین کتابیں اور دنیائے ادب کو دان کر سکتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس بارے میں سنجیدگی کے ساتھ سوچ رہی ہے۔۔

ثمینہ ہمیں اپنی شاعری میں بہت سے روپ میں بے شمار رنگوں میں نظر آتی ہے۔شاعر تو ویسے بھی ایک عام شخص سے کہیں زیادہ حساس اور نازک مزاج ہوتا ہے۔لہذا حالات کا ہلکا سا جھونکا بھی اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔اور ثمینہ تو سچ کو مٹھی میں دبا کر ہاتھ نہیں کھولتی اس کی سانسیں بھی پی لیں مگر جھوٹ نہ بولے گی۔وہ عشق کی گرمی ہے تو حسن کی ٹھنڈک بھی ہے اور پیار کی دنیا اسے اس قدر محبوب ہے کہ چاہے خواب ہی کیوں نہ ہو چھن جانے کے ڈر سے آنکھیں موند لیتی ہے۔۔۔اللہ پاک اسے سدا سکھی رکھے تاکہ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ ادب کی خدمت کر سکے۔۔آمین
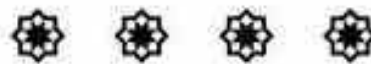
وہ بات تھی جو بھرے شہر سے چھپانے کی
بنی ہے بات وہ سرخی میرے فسانے کی
جو مستحق ہے اُسی کی یہ دسترس میں نہیں
یہ کس کے ہاتھ ہے کنجی تیرے خزانے کی
گلوں میں قید ہوں لیکن فضا میں بکھری ہوں
میری تلاش میں ہیں گردشیں زمانے کی
جسے بھی دیکھیں وہ بسمل دکھائی دیتا ہے
کہاں وہ رسم گئی زخمِ دل چھپانے کی
مجھے ستاتا تیرا مشغلہ سہی لیکن
میں کیا کروں مجھے عادت ہے مسکرانے کی
یقین کریں کہ وہاں برق کا نشیمن تھا
بنا رکھی تھی جہاں میں نے آشیانے کی
اُلجھ رہا ہے میرا من جو تیری انجمن میں
سلجھ رہی ہیں کئی گتھیاں زمانے کی
ہے ایک خواب مسلسل یہ زندگی اپنی
غم و نشاط ہیں وہ کروٹیں زمانے کی
ہیں گل فروش بھی خوش اور شادماں گلچیں
خبر یہ کس نے سنائی بہار آنے کی
میں کیسے ماں سے کہوں دیکھ لے وہ جی بھر کے
نہیں امید کوئی گھر کو لوٹ آنے کی

میری تقسیم کی باتیں کبھی تسلیم مت کرنا
یہ ٹکڑے موت ہیں مری مجھے تقسیم مت کرنا
یہ وہ گھر ہے کہ جس گھر میں میرا دلدار رہتا ہے
دلِ مضطر کو اے شامِ امم دو نیم مت کرنا
کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس کو دیکھ کے روئے
مقدر کی سیاہی کو کبھی تجسیم مت کرنا
انہیں شاید نہیں معلوم وہ گل کے محافظ ہیں
جو کہتے ہیں کہ کانٹوں کی کبھی تکریم مت کرنا
یہ وصل و ہجر کے قصے مزہ ہے ان کو پڑھنے میں
محبت کے نصابوں میں کبھی ترمیم مت کرنا
وہ جس ملّت کی یکتائی پہ ہے تکلیف دشمن کو
اسے فرقوں قبیلوں میں کبھی تقسیم مت کرنا
یقیناً حرف آئے گا تمہاری خوش نگاہی پہ
ثمینہ تم کسی ظرف کی تعظیم مت کرنا

ہم تیرے خط سنبھال رکھیں گے
روگ یہ ساتھ پال رکھیں گے
بھول جائیں گے چاند کو لیکن
یاد تیرا جمال رکھیں گے
ٹوٹ کے چکنا چور کیا ہونا
ٹوٹتے دم خیال رکھیں گے
ہجر کی تلخیاں بھلا دیں گے
نگہ میں بس وصال رکھیں گے
آج ہم تیرے نام کردیں گے
کل پہ ہر کام ٹال رکھیں گے
ہر طرف سے تو مات کھائے گا
اب کہ ہم ایسی چال رکھیں گے
بن نہ پائے جو اب کوئی بھی
تم سے ایسا سوال رکھیں گے
تیرے اک دن کے عہد کے پیچھے
آس ہم ماہ و سال رکھیں گے
عقل کی کشتیاں جلا دی ہیں
ہم جنوں کو سنبھال رکھیں گے
تیری نظروں کے تیر کے آگے
جھکتی پلکوں کی ڈھال رکھیں گے

اپنے ہی تن کو وہ دو بدو کرکے
خود کو پرکھو عضو عضو کرکے
ایک سائے سے گفتگو کرکے
عمر بیتی ہے جستجو کرکے
پھول دامن میں کھل گئے کتنے
تپتے صحرا کی آبرو کرکے
مان توڑا افق نے کرنوں کا
تجھ کو سورج کے رُوبرو کرکے
جان جاتی تھی سودِ اُلفت میں
دل ہی دینا پڑا رفو کرکے
زرد پتوں میں چھپ کے بیٹھا ہے
مالی صحرا کو رنگ و بُو کرکے
زخم دینے کی مشق ٹوٹی ہے
خود کو دیکھا ہے بس لہو کرکے
تو نے پتھر بنا دیا مجھے
ایک پتھر کو روبرو کرکے

بجیں ساز جیسے ترانے سے پہلے
ملے خط تیرے ، تیرے آنے سے پہلے
میری نیند کو تھپکیاں دے رہے تھے
تیرے خواب مجھ کو سلانے سے پہلے
بتاؤ وہ لمحہ میں کیسے بھلاؤں
نظر جب ملی تھی جھکانے سے پہلے
نظر میری چوکھٹ سے ہٹتی ہی نہ تھی
میری جاں تیرے لوٹ آنے سے پہلے
یہ داغِ ندامت سنا ہی کہاں تھا
اکیلے میں آنسو بہانے سے پہلے
بہت ہی مہربان تھیں محبت کی راہیں
کسی مہربان کو ستانے سے پہلے
یہی بس تھا شکوہ زمانے کو ہم سے
تمہیں ہم نے رکھا زمانے سے پہلے
ہزاروں ہی سجدے گوارہ تھے مجھ کو
جبیں تیرے در پہ جھکانے سے پہلے
وفاؤں کی مجھ کو قدر ہی کہاں تھی
کسی بے وفا سے نبھانے سے پہلے
آنسو نگاہوں سے تھمتے ہی نہ تھے
میری جان دامن چھڑانے سے پہلے

محبت کی سزا کافی نہیں ہے
مجھے یہ آسرا کافی نہیں ہے
من و سلویٰ بھی اپنے ساتھ لاؤ
فقط اک معجزہ کافی نہیں ہے
یہاں کے لوگ منتر جانتے ہیں
یہاں اک شعبدہ کافی نہیں ہے
مجھے منزل بھی دو زادِ سفر بھی
مجھے اک راستہ کافی نہیں ہے
یہی تھا شور ایوانوں کے باہر
یہ اندازِ سخن کافی نہیں ہے
خوشی پہ میرا بھی تو کوئی حق ہو
تیرا دکھ ہی پیا کافی نہیں ہے
وہ ڈوبے سب فریبِ ناخدا میں
جو کہتے تھے خدا کافی نہیں ہے
میری نیکی کا بھی کچھ تو صلہ ہو
گناہوں پہ عطا کافی نہیں ہے
مجھے ہے غرض پوری داستاں سے
مجھے ایک واقعہ کافی نہیں ہے
کہیں تو تم سے گستاخی ہوئی ہے
فقط مری خطا کافی نہیں ہے

ثناء اللہ سیالکوٹی (مرحوم)

مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی سیالکوٹ لدھڑ میں یکم جنوری 1948 میں پیدا ہوئے۔نہایت عالم فاضل شخصیت کے مالک ہیں۔ایسٹ لندن کے مشہور علاقے والتھم سٹو میں کافی مدت رہے وہاں کی ہائی سٹریٹ میں ان کی اسلامی کتب کی دوکان اب بھی موجود ہے جو ان کے صاحبزادے چلاتے ہیں۔ایک متوسط زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے علم کے حصول نے انہیں شروع سے ہی متحرک رکھا۔لہذا بچوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور آخر فاضل عربی،عربی میں ایم کیا اور بڑی مدت تک درس وتدریس سے وابستہ رہے بلکہ اب بھی والتھم سٹو میں ایک بڑا سا ہال مستقل بنیاد پر لے کر جمعہ کی نماز پڑھاتے ہیں۔ماشاءاللہ تین بیٹے ڈاکٹر ہیں ایک کاروباری اور ایک اکاؤنٹ کے شعبہ سے تعلق رکھتا ہے۔نہایت مخیّر ہیں اپنے گاؤں میں زمین لے کر اس میں ہسپتال بنوایا ہے ایک بیٹا اسی مقصد سے پاکستان مقیم ہوا۔ہسپتال کا اصل مقصد غریبوں کا علاج ہے۔

آپ بڑی مدت تک لندن کے اخبارات میں کالم بھی لکھتے رہے اور اہل حدیث کے ایک ماہانہ رسالے"صراط مستقیم"کی ادارت بھی کرتے رہے۔آج کل اپنے کالم کی کتابیں جو پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں دوبارہ مجھ سے کمپوز کروا کر شائع کی ہیں اور اپنے دوست احباب اور پڑھنے کے شائقین کو مفت تقسیم کی ہیں۔

ان کی کتب میں"تلخ وشیریں"(دو ایڈیشن)"فتاویٰ صراط مستقیم"،"مکافات عمل""خوابوں کے سنہرے واقعات"،سفر نامہ،"اسفار النبی"،"نیکو کاروں،فرمانبرداروں،دھوکہ بازوں کے واقعات""غربت کے واقعات"پاکستان کی اہمیت،اور مزید اسلامی اور طنزیہ ومزاحیہ اور علمی انداز میں بھی چند کتابیں زیر ترتیب ہیں۔ ماہنامہ صراط مستقیم روزنامہ جنگ اور ماہانہ اخبار وطن میں کافی مدت تک مستقل لکھتے رہے۔

لکھنے پڑھنے کا شوق شروع ہی سے تھا مگر باقاعدہ 1987 میں لکھنا شروع کیا۔

اگر چہ پاکستان میں ہائی اسکول میں عربی کے ٹیچر تھے۔کئی امتحان پاس کئے۔موضوعات اسلامی ہی تھے مگر لکھنے کا

ذوق پیدا نہ ہوا۔آپ بتاتے ہیں کہ برطانیہ آنے پرایک عالم دین محسن تھے جو رسالہ صراط مستقیم چلاتے تھے ملنے آئے ،جب واپس گئےتو انہیں مزاحیہ انداز میں خط لکھا۔

"ہم آپ کی ملاقات کے لئے آئے آپ نے ہمارا اچھا استقبال نہیں کیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہماری آمد پر کبوتر اڑائے جاتے غبارے چھوڑے جاتے بینڈ باجے بجائے جاتے ،جب ہم آپ کے شہر میں داخل ہوئے چاروں جانب دوست احباب ہوتے ہم پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتیں اور ہمارے حق میں نعرے لگائے جاتے ،مگر سیر کے لئے ہمیں پہاڑ پر لے گئے جب کہ ہم آزاد کشمیر کے پہاڑوں پر رہتے ہیں،اسلیئے تو لوگ ہمیں پہاڑیئے کہتے ہیں۔پھر ہمیں ایک چشمہ پر لے گئے اور پانی دکھایا،جبکہ ہم منگلا ڈیم میں رہتے ہیں ہم تالاب کے نہیں سمندر کے مینڈک تھے۔۔۔"

یہ خط جب انہیں ملا تو انہوں نے انہیں کہا آپ "تلخ وشیریں" نام کا کالم کیوں نہیں لکھتے جب کہ انہوں نے پہلے ایسا کچھ نہیں لکھا تھا لہذا رسالے کے مدیر کے کہنے پر انہوں نے صراط مستقیم میں حالات حاضرہ پر تلخ وشیریں کالم لکھنا شروع کیا۔یہ طنزیہ ومزاحیہ کالم نہایت پسند کیا گیا۔جوایک کافی طویل مدت تک جاری رہا۔اس طرح جناب ثناءاللہ صاحب ایک لکھاری کی حیثیت سے منظر عام پرآئے اور پھر چل سو چل۔۔۔کئی رسالوں اخبارات میں ان کے کالم برسوں شائع ہوتے رہے اور پسند کیے جاتے رہے۔جن کو وہ اب کتابی شکل میں لا رہے ہیں۔چند شائع ہو چکی ہیں اور دوسری زیر ترتیب ہیں۔

ان کی کتابوں کا تمام کام میں ہی کرتا ہوں کمپوزنگ سے پرنٹنگ تک۔اور مجھے دلی خوشی ہے کہ آپ نہایت سادہ الفاظ میں بہت خوبصورتی کے ساتھ ملکی،سماجی مسائل کو تحریر میں لاتے ہیں۔

مجھے دلی دکھ ہے کہ مولانا 2021 میں کرونا کی وبا کے دنوں میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کی اچانک وفات سے ہزاروں لوگ متاثر ہوئے جن کی آپ مالی معاونت کرتے۔ہر کسی کا دل غم سے بوجھل رہا اور آنکھیں ان کی جدائی میں برستی رہیں۔گو ان کی نیک اولاد نے ثمر ٹرسٹ کا کام جاری رکھا ہوا ہے مگر مرحوم کی انسان دوستی،محبت ہر کسی سے مسکرا کر ملنا کبھی نہیں بھولے گا۔اللہ پاک ان کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔آمین

محمد جہانگیر (لندن)

9,Sheridan Road.Manor Park

London.E12 6QT

فون نمبر: 07857 662452

محمد جہانگیر صاحب سے میری ملاقات ''نیوہیم پاکستانی کمیونٹی فورم'' کے مشاعروں میں ہوئی۔ پھر وہ میری ادبی تنظیم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم'' کے بھی باقاعدہ ممبر بن گئے، اپنی شاعری بڑے خوبصورت ترنم میں سنا کر داد وصول کرتے۔

محمد جہانگیر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، میٹرک تک تعلیم حاصل کی کہ گھریلو ذمہ داریوں نے ہجرت پر مجبور کیا اور وہ لندن آگئے اور یہاں کی مشہور کمپنی 'فورڈ' میں 42 سال تک سروس کر کے ریٹائیر ہوئے۔

اپنی اولاد کو اعلی تعلیم دلوائی۔ نہایت مخلص، ذمہ دار اور بہت محنتی کمیونٹی ورکر ہیں۔ اپنی سادہ مزاج، پر خلوص طبیعت سے اکثر لوگوں کے خود غرضانہ رویوں سے شکایت رہتی ہے مگر اپنی لگن میں مست رہتے ہیں۔

انہوں نے شاعری رسول اکرم ﷺ کی محبت اور خدائے برتر کی اطاعت میں شروع کی۔ نعت بہت ترنم سے پڑھتے ہیں۔ پھر مختلف معاشرتی و سماجی موضوعات پر نظمیں لکھیں۔ آج کل غزل بھی اچھی کہہ لیتے ہیں۔ مزاحیہ شاعری سنا کر محفل میں رنگ بکھیر دیتے ہیں۔

1993 میں قلم سنبھالی اور لکھتے چلے گئے۔ ابھی تک کوئی کتاب منصۂ شہود پر نہیں آئی۔ اور کبھی کسی رسالے اخبار میں بھی اپنا کلام نہیں بھیجا۔ بقول ان کے کہ میں اکیلے میں بیٹھا اپنے جذبات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے ایک تسکین محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ بھی خود کلامی ہی سمجھ لیں۔۔ لندن جیسے مصروف شہر جہاں زندگی کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ کوئی کسی کے پاس کوئی وقت نہیں ہوتا کسی کی بات سننے کے لئے۔۔ ایسے میں قلم کاغذ بہترین ساتھی ہوتے ہیں۔

ان کی شاعری میں شکایت کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے جو ان کی حساس طبیعت کی غمازی کرتا ہے۔ ایک سچا اور حقیقی

شاعر شعر کی تخلیق کرتے وقت کن کن مراحل سے گزرتا ہے یہ وہی جانتا ہے کہ اس نے ایک ایک شعر کیلئے کتنا خون جلایا ہے۔

گو محمد جہانگر نے ابھی ادب کا طویل سفر طے کرنا ہے جس کے راستے میں بے شمار اونچ نیچ خار کانٹے دشوار پتھریلی ناموار زمین ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی لگن کوشش اور مزید مطالعہ سے اور مشاعروں میں اساتذہ شعرا کی صحبت سے بہت کچھ سیکھیں گے۔ کیونکہ ان میں شاعری سے محبت، پڑھنے سنانے کا شوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ سنانے کے لئے لازمی لکھنا پڑتا ہے آپ بہت لکھتے ہیں۔ مشاعروں میں وہ اپنے ساتھ کاغذات کا بھرا ہوا بیگ رکھتے ہیں جس میں ان کی تحری کردہ شاعری کے سینکڑوں صفحات ہوتے ہیں جن کو وہ چھانٹ کر اس روز کے مشاعرے کے لئے منتخب کرتے ہیں۔۔

محنت، لگن، مطالعہ اور زبان و ادب سے محبت بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔

کیونکہ ادب کا نصب العین زندگی کی حقیقتوں سے انسانی ذات کو روشناس کرانا ہوتا ہے اور ادب جب حیات و کائنات کے رموز سے الجھتا ہے تو فلسفوں کی مشعلِ راہ بھی تلاش کر لیتا ہے۔ اسی طرح ادب جب شعور کی تربیت کرتا ہے تو ذات کے عرفان اور کائنات کی آگہی کے در کھلتے جاتے ہیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ ایک دن محمد جہانگر کی شاعری اس قدر پختہ ہوگی جس کو قاری پڑھ کر سامع سن کر واہ واہ کئے بغیر نہ رہ پائیں گے۔

کیونکہ اچھی شاعری کی ہمیشہ قدر ہوتی ہے اسے چاہنے اور پسند کرنے والوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے، تخلیق سے خود کو سکون اور اطمینان کا جذبہ ملتا ہے۔۔ اور بقول جہانگیر بھائی کے وہ خود کو سکون و اطمینان کے لئے ہی لکھتے ہیں۔۔ دعا ہے کہ اللہ کرے ہوز ورِ قلم اور زیادہ۔۔ آمین
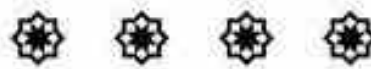
ہر جگہ پہچان تھی میری دانش کے نام سے
تُو نے نجانے کیا کہا کہ سب نے پتھر اٹھا لئے
جرم کیا تھا میرا جو تُو نے ظالم مجھ کو رسوا کیا
کر دیئے حالات ایسے وطن سے مجھ کو جدا کیا
میں نے تو صرف تیری خاطر اپنوں کو تنہا چھوڑ دیا تھا
بدنام کیا ہر جگہ پہ تُو نے کیسا یہ فرض ادا کیا
چار خوشیاں جو میری تھیں وہ بھی تم نے چھین لیں
چھین کے سب کچھ تُو نے مجھ کو قدموں پہ اپنے جھکا لیا
رات دن میں نے ایک کیئے صرف تیری بہتری کے لئے
کاٹ کے میرے پنکھوں کو تُو نے آسماں سے گرا دیا
تجھ کو پسند تھیں گہری نیندیں میں نے تجھ کو جگنا سکھایا
نیند سے تجھ کو جگا کے میں نے اپنا سکوں بھی تباہ کیا
کچھ نہیں تھا تیرے لئے وہ گھر جو مجھ سے چھن گیا
توڑ دیا میرے کعبے کو تُو نے مجھ کو خدا بھلا دیا

کیوں مانندِ شمع جلایا مجھے
جلایا کبھی تو کبھی بجھایا مجھے
وعدے کئے تھے تُو نے قسمیں اٹھائیں
کیوں خواب سمجھ کے بھلایا مجھے
مبارک ہوں تم کو تیری خلوتیں
کیوں راتوں کو تنہا جگایا مجھے
گر جدائی مقدر تھی تو اے جانے والے
کیوں بارہا تُو نے ہی آزمایا مجھے
منزل پہ پہنچے تو مڑ کے نہ دیکھا
کیوں زینہ کامیابی کا بنایا مجھے
روشن ہے تیرا آنگن میرے جلنے سے
کیوں تاریکیوں نے اپنایا مجھے
کیوں مانندِ شمع جلایا مجھے
جلایا کبھی تو کبھی بجھایا مجھے

پانی دیا تھا جس پودوں کو میں نے اُس سے کہا یہ پھل تیرا نہیں ہے
سیراب کیا مجھ کو وہ فرض تھا تمہارا تُو تو میرا خدا نہیں ہے
میں نے کہا تیری ہریالی ہے میری محنت کا نتیجہ
اُس نے کہا وہ بات تھی کل کی آج تو تُو کچھ میرا نہیں ہے
میں نے کہا میں پیاسا ہوں دو گھونٹ پانی مجھ کو پلا دے
اُس نے کہا تُو خود ہی پی لے یہاں پہ کوئی صحرا نہیں ہے
میں نے کہا ذرا پاس تو آؤ میں نے کچھ کہنا ہے تجھ سے
اُس نے کہا جلدی سے کہہ دے یہاں پہ کوئی بہرا نہیں ہے
میں نے کہا کہیں دُور نہ جانا اے میرے لختِ جگر
اُس نے کہا میں وہ دریا ہوں جو آج تک کہیں ٹھہرا نہیں ہے

سینہ ہے میرا خالی خالی لگتا ہے یوں کچھ ٹوٹ گیا ہے
حاصل تھا مجھے قرب جس کا اس کا ساتھ بھی چھوٹ گیا ہے
قوس قزاح سے بھرے تھے سپنے اب تو ہر سُو اندھیرا ہے
خواب میرے بس خواب رہے کوئی اور ہی تعبیر لُوٹ گیا ہے
دیکھتا رہتا تھا میں ہاتھوں کی آڑی ترچھی لکیروں کو
تُو نے اے مالک اچھا لکھا پھر نصیب کیسے پھوٹ گیا
وعدے کیئے کئی باراس نے پیار کا اظہار بھی کیا تھا
میری سانسیں رکنے سے پہلے پھر سے وہ بول کے جھوٹ گیا
جنازہ تو تھا ہی حدِ نگاہ تک نجانے انہیں کیوں خبر نہ ہوئی
اُن کے گھر کے آگے سے ہی عاشق کا تابوت گیا ہے

اے سیالکوٹ تیرے نام

اقبال کا شہر تو میرا بھی شہر ہے
سنتے ہی نام خُوں میں اٹھتی لہر ہے
چالیس برس ہوئے ہیں شہر سے جدا ہوئے
لگتا ہے جیسے بیتا کوئی ایک پہر ہے
میری نس نس میں ہے شہر بسا پھر یہ کیسی دوری
یہ دوری قیدِ تنہائی ہے میرے لئے زہر ہے
بدلے شہر کے حالات ہیں شناسا نہیں کوئی
یہ اپنوں کی عنائت ہے یا پھر خدائی قہر ہے
آنکھیں برس رہی ہیں کوئی شریکِ غم نہیں
منزل جو کبھی تھی میری اب وہ غیر کا گھر ہے
آؤ شہر والو ! ستاروں پہ کمند ڈالیں
اقبالؔ کا کہنا ہے وہاں نئی سحر ہے
دکھ سکھ میں شہر والو مجھ کو بھی یاد رکھنا
کیونکہ اقبالؔ کا شہر تو میرا بھی شہر ہے
سنتے ہی نام خوں میں اٹھتی لہر ہے
اقبالؔ کا شہر تو میرا بھی شہر ہے

خواجہ حنیف احمد تمنؔا (جرمنی)

Ramleo sts,15

13355-BERLIN. Germany

فون نمبر:0047(0)17664753359

ای میل:hanif-tamanna@hotmail.de

برلن کی معروف ادبی تنظیم ۔۔۔۔جس کے بانی عرفان احمد صاحب ہیں جو نہایت عظیم الشان مشاعروں کا انعقاد کرتے ہیں۔ان کی دعوت پر لندن سے رانا عبدالرزاق اور شائق نصیر پوری کے ساتھ فرینکفرٹ گیا تو خواجہ حنیف احمد تمنا صاحب سے ملاقات ہوئی جس ہوسٹل میں ہم ٹھہرے تھے آپ بھی دو دن ہمارے ساتھ رہے۔نہایت مخلص، دھیمے لہجے والے،خوش لباس اور ادبی شخصیت کے مالک ہیں۔خوبصورت ادبی گفتگو کرتے ہیں جو گھنٹوں سننے کے قابل ہوتی ہے۔کچھ مدت بعد آپ لندن بھی عرفان احمد صاحب کے ساتھ آئے اور میرے مشاعرے میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔۔

آپ کا تعلق سیالکوٹ سے ہے پیدائش 7اکتوبر1953 کی۔بی اے تک تعلیم حاصل کی اور پھر فرینکفرٹ جرمنی آکر سکونت اختیار کی،اپنا ذاتی کاروبار ہے۔بچپن سے لکھنے کا شوق تھا نظم اور غزل میں ہی لکھا۔
2009 کو ان کا پہلا شعری مجموعہ "ہوا سے پہلے" شائع ہوا اور دوسرا2014 کو "کوئے گماں میں" کے نام سے شائع ہوا۔جو انہوں نے مجھے بھی مرحمت فرمایا۔وہ اپنے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا دوسرا شعری مجموعہ میرے بچوں نے میری سالگرہ پر اپنے جیب خرچ سے بچی ہوئی رقم سے چھپوا کر مجھے تحفہ دیا جو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا اور کوئی تحفہ میرے لئے نہیں ہوسکتا۔۔!!ایک شاعر کے لئے بہت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس کے بیوی بچے قلمکاری میں اس کے اس طرح معاون بنیں۔

جہاں زمانہ رقیبانِ جان دیتا ہے　　　وہیں خدا مجھے کچھ مہربان دیتا ہے

دل کی نگری کو آباد رکھنا،لفظوں کے تقدس اور تغزل کا دامن نہ چھوڑنا بڑے حوصلہ کی بات ہوتی ہے۔۔ان کا یقین ہے

کہ ایک دن امن و شانتی کا سورج روشن ہوگا اور تمام تاریکیاں ختم ہو جائیں گی۔خواجہ صاحب بنیادی طور پر خوشبوؤں کے شاعر ہیں۔ان کا مزاج غزل سے عبارت ہے۔آپ کے کلام میں اردو کے کافی پرمغز اور بھاری الفاظ بھی ملتے ہیں جو ان کے عمیق مطالعہ اور اردو کی گہرائی شناسائی کا ثبوت ہیں۔

مغربی ممالک میں رہنے کے باوجود مغربی ماحول میں شب و روز گزارنے کے باوجود آپ کی شاعری میں مشرقیت ہی کے رنگ و آہنگ نظر آتے ہیں۔

میں کیسا شخص ہوں تنگِ زمانہ مرا اندر مرے منہ پر سجا ہے

خواجہ حنیف احمد تمنّا صاحب کی شاعری میں غزل کا بانکپن پوری تابانی کے ساتھ پورے جوبن پر ہے۔غزل کی وہ تہذیب جو بزرگوں کا ورثہ کہلاتی ہے وہ بھی آپ کی شاعری میں موجود ہے۔آپ کا یہ رواں دواں اندازِ شاعری آپ کو قادرالکلام شاعروں کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔

محبت ہی کا اک رونا نہیں ہے جہاں میں اور بھی نالے پڑے ہیں
اداسی اوڑھ کر کوئے گماں میں تمہارے چاہنے والے پڑے ہیں

اب اس مختصر سے مضمون میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ خواجہ صاحب کی تمام تخلیقی جہتوں کا احاطہ کیا جا سکے یہ موضوع اس امر کا متقاضی ہے کہ کتابی شکل میں شائع ہو کر شائقین شعروادب کی سیرابی کر سکے۔

اگلے صفحات میں ان کی چنیدہ غزلیات پیش خدمت ہیں جنہیں آپ پڑھ کر ان کی خوبصورت شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔آپ کی غزلیات میں الفاظ کے جلال و جمال کی ایسی ملی جلی کیفیات دیکھیں گے جو شعری لفظیات کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔

میں محترم خواجہ حنیف تمنا صاحب کو دلی مبارک باد کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے دعا دیتا ہوں کہ اللہ پاک ان کی قلم میں مزید برکت دے اور آپ اسی طرح ادب کی آبیاری کرتے رہیں۔آپ غزل کے کہنہ مشق شاعر ہیں اور امید ہے کہ اسی طرح پورے سلیقے کے ساتھ مزید لکھ کر لائق ذکر بنے رہیں گے۔

تب وصل پہ نازاں تھے پھر کہیے تمنّا کیوں جس پر تھا لکھا ہجراں اس رات سے ڈر جاتے

جہاں زمانہ رقیبانِ جان دیتا ہے
وہیں خدا مجھے کچھ مہربان دیتا ہے
امیر شہر ہے عادل کہ جان کے بدلے
تہہِ زمین بدن کو امان دیتا ہے
مرے سراپائے وجداں میں پھونکتا ہے وہ روح
مرے خیال کے پیکر کو جان دیتا ہے
میں خونِ دل میں ڈبوتا ہوں انگلیاں جب بھی
تو میرے کان میں جبریل اذان دیتا ہے
جو لوگ رکھتے ہیں احساس و جرأتِ اظہار
اُنہی کو قادرِ مطلق زبان دیتا ہے
کروں تو کیسے کروں اس کی رحمتوں کا شمار
ہر ابتلا میں وہ مجھ کو امان دیتا ہے
نثار اس پہ تمنّا متاعِ جاں کہ مجھے
سُخن کے ساتھ وہ حسنِ بیان دیتا ہے

آس کے دیپ جلا مت نہیں آیا کوئی
پھونک اب سور قیامت نہیں آیا کوئی
دل کے آنگن میں لگایا تھا محبت کا شجر
آج تک سنگِ ملامت نہیں آیا کوئی
وائے معراجِ جنوں لوگ غلط کہتے ہیں
کوئے جاناں سے سلامت نہیں آیا کوئی
کر کے رُسوا مجھے مارا پہ لبِ کافر پر
تا بہ دم حرفِ ندامت نہیں آیا کوئی
خود فریبی ہے یہ ، دل خانۂ امید کے یوں
بام و در اور سجا مت نہیں آیا کوئی
جام پہ جام دے اُس آنکھ سے نسبت دے کر
یوں اُٹھا ایک قیامت نہیں آیا کوئی
باوضو لوگ صف آرا ہیں تمنّا لیکن
آج بھی کرنے امامت نہیں آیا کوئی

نظر سے رُوئے تابندہ کی تابانی نہیں جاتی
جنوں میں ظلمتِ ہجراں تو گردانی نہیں جاتی

بڑی سی ساحرانہ بیل بوٹوں کی ہے نقاشی
در و دیوار کی پھر بھی یہ ویرانی نہیں جاتی

غمِ فرقت نے ہیں دھندلا دیئے سب نقش، سب منظر
یہ صورت ہے کہ صورت کوئی پہچانی نہیں جاتی

در و دیور سبزہ پوش ہیں گویا بہاران ہے
درِ خانہ یہ عالم ہے کہ ویرانی نہیں جاتی

دریدہ دامنی ایسی ، رفو کو جا نہیں لیکن
جنوں میں لذّتِ صد چاک دامانی نہیں جاتی

روش جو رہبروں کی ہے سو ہے لیکن تاسّف ہے
خرد مندوں کی بھی اب خوئے دربانی نہیں جاتی

رفو کر کر تمنّا تھک گئے ہیں چارہ گر لیکن
دلِ مشتاق کی خود پر ستم رانی نہیں جاتی

وہ موجِ آبِ حسن تھا جو اب سراب ہو گیا
وہ ایک خواب روپ تھا سو خواب خواب ہو گیا

نگاہ اس پہ جب پڑی وہ بے نقاب ہو گیا
وہ بے نقاب کیا ہوا میں بے حجاب ہو گیا

جو تیرا قُرب پا گیا ہے اُس کی خو بدل گئی
کہ پھول جو بھی زُلف میں سجا گلاب ہو گیا

ہے تیرگی بھی فاصلوں کے ساتھ ساتھ بڑھ گئی
خلائے ہجر میں وہ شخص ماہ تاب ہو گیا

وگرنہ اُس کے رُو بہ رُو ٹھہرتے حیلہ ساز بھی
خدا کا لاکھ شکر ہے یہیں حساب ہو گیا

تمنّا غرقِ فکر ہے وہ عذرِ کرب پوچھ کر
یوں اپنے ہی سوال کا وہ خود جواب ہو گیا

❁

وہ ایک خواب سا جینے کی آس لگتا ہے
نہیں ہے پاس مگر آس پاس لگتا ہے

ہے اُس کے دل پہ کوئی شامِ ہجر کا سایہ
کہ اُس کو ڈوبتا سورج اداس لگتا ہے

وہ جان لیتا ہے دل کی اداسیاں اکثر
وہ اجنبی مجھے چہرہ شناس لگتا ہے

رہا نہ شہر میں جب سے سفید پوش کوئی
ہر ایک شخص مجھے بے لباس لگتا ہے

ہے تار تار یہاں نام و ننگ کی چادر
جسے بھی دیکھئے وہ بے لباس لگتا ہے

تمنا شہر کے آئینہ زار رستوں پر
ہر ایک چہرہ مجھے بدحواس لگتا ہے

❁

ہجر میں کیوں عذاب ہی دیکھوں
نیند آئے کہ خواب ہی دیکھوں

جامِ جم کاش مجھ کو مل جائے
اُس کا رُوئے گلاب ہی دیکھوں

تھا وہ تعبیرِ خوابِ نادیدہ
اب تو میں اُس کے خواب ہی دیکھوں

توڑ دوں آئینہ محبت کا
کیوں سدا سطحِ آب ہی دیکھوں

نزع دم کاش نیند آ جائے
کوئی جینے کا خواب ہی دیکھوں

میرا قاتل ہی سامنے آئے
شکلِ عزت مآب ہی دیکھوں
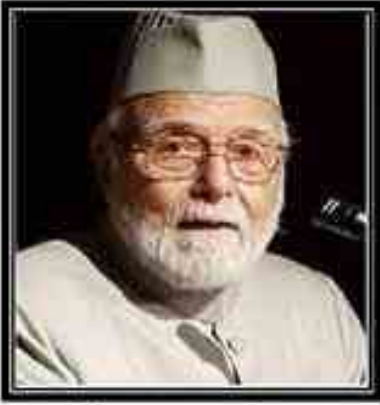
ڈاکٹر حسن بیگ (گلاسگو) اسکاٹ لینڈ

فون نمبر: +44 7770 732110

ڈاکٹر حسن بیگ گلاسگو (اسکاٹ لینڈ) میں مقیم ہیں۔آپ کا تعلق انڈیا سے ہے نہایت سنجیدہ مزاج کے مدبر انسان ہیں ان کی ایک کتاب "صدا بہ صحرا" جن کی تقریب رونمائی انہوں نے لندن آکر میری ادبی تنظیم "والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم" سے کروائی تھی اس کے بعد آپ نے انڈیا کے مشہور ہال "نہرو سینٹر" میں بھی کی جس کی نظامت کا شرف مجھے حاصل ہوا۔آپ نثر کے ماہر لکھاری ہیں مگر شاعری میں بھی اعلی مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا رجحان تاریخ کی طرف رہا جو ہندوستان کے شروع مغلیہ دور پر محیط ہے اس سلسلے میں آپ نے تین کتب میں ادارتی کردار ادا کیا۔ خان خاناں نامہ ایک مختصر سوانح مرزا عبدالرحیم بیگ، منشی دیبی پرشاد کی کسالی اردو میں دلچسپ کتاب جو عرصہ دراز سے نایاب تھی اسے آپ نے نئے انداز میں مع تصاویر 1991ء میں شائع کیا جو پاکستان ہندوستان اور ترکمانستان میں بھی شائع ہوئی۔ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ پر آپ کی گہری نظر ہے اس سلسلے میں آپ نے پرانی کتب کا جدید ترجمہ اور حواشی شائع کیے۔

آپ کی اسی خدمت پر "ایشیاٹک سوسائٹی" برطانیہ نے آپ کو دسمبر 2011ء میں اپنا فیلو منتخب کیا۔

شاعری میں آپ کا رجحان نظم اور قطعات کی طرف زیادہ ہے۔ایڈنبرا کے سالانہ مشاعروں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ان مشاعروں کی صدارت کا بھی کئی بار اعزاز حاصل ہے۔بزم اردو اسکاٹ لینڈ نے انہیں 2009ء میں میڈل بھی عطا کیا۔

آپ کے بے شمار تحقیقی اور تاریخی مقالے برطانیہ، پاکستان، ہندوستان، ازبکستان، ترکی اور ترکمانستان شائع ہوئے اور پسند کئے گئے۔مغلوں کی تاریخ پر آپ کا بہت گہرا مطالعہ ہے اور اس پر آپ بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔

آپ کی شاعری رنگِ تصوف اور متاثر کن اظہار کے سبب قاری کے وسیع حلقہ میں مقبول ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

☆ ☆ ☆

کوئی دیکھے میرے زخمِ جگر کو
نہ سمجھ سکے ہم آپ کے اندازِ نظر کو

بڑی دیر سے ہے یہ خیال
منزل سمجھ بیٹھے ہیں اس رہ گزر کو

دہکتے رہے شعلے غمِ دل کے
یوں لگائی آگ ہم نے اپنے ہی گھر کو

یہ ہوا احساس منزل پہ پہنچ کے
ہے جانا ابھی ایک اور سفر کو

ہے یہ حد مری شوریدہ سری کی
اپنا ہی سمجھتا رہا آپ کے در کو

حسّن جو دیکھے مجھے کوئی نظرِ بد سے
قبا سے ڈھانک لیتا ہوں دیدۂ تر کو

عید مبارک

عید کا دن مسرت کی گھڑی
نیک ساعت خوشیوں کی لڑی

اے مہرباں ہیں ایام عید
روزِ سعادت، محبوب کی دید

آج پلا دے شرابِ طہور
جس سے ظلمت میں پیدا ہو نور

قسمت میں آئے نئی تازگی
جو دلوں کو بخشے نئی زندگی

آج کے دن پر ہزار دن نثار
رہے یہ دن بہت ہی خوشگوار

خوشبو ، گلشنِ حسن جدید مبارک
حسن عید مبارک ، عید مبارک

کراچی کے آنسو

روشنیوں کے شہر کی حالتِ زار
درد و کرب کے آثار ہی آثار
گاڑیوں کا تسلسل سے چھن جانا
بے گناہ مسافروں کا لُٹ جانا
رات کے سناٹے میں گولیوں کی جھنکار
چوری ڈاکے لوٹ اور مار
غیر یقینی کے ساتھ گھر سے نکلنا
روز مرنا اور مر مر کے جینا
بھائیوں کی ایک دوسرے سے نفرت
علاقوں کو منقسم کرنے کی شدت
سندھیوں اور مہاجروں کا بٹوارہ
کھل گیا یہ عداوت کا پٹارہ
رات کے بجائے دن کو سناٹا
سنو اب کلاشنکوف کا زناٹا

نوجوانوں کو گولیوں سے بھون دینا
اور اُن کی لاشوں کو روند دینا
یہ لوگوں کا پیسوں کے لئے اغوا
انسانوں کو ذلیل کرکے یہ بے پرواہ
علاقوں میں داخلوں پر پابندی
نفرت کی دیوار ہے کتنی گندی
لاشوں کے ساتھ تصویریں کھنچوانا
جانوروں سے بھی بدتر ہیں ان کو سمجھانا
صلاح الدین کی دردناک شہادت
مسلمانوں کہاں گئی تمہاری غیرت
جناح کی روح آج تڑپتی ہوگی
اقبال کی مسلمیت سر پٹکتی ہوگئی
اے دانشوروان ملتِ پاکستان
کچھ تو محبت کے سبق ان کو پڑھاؤ

جمشید مسرور (ناروے)

فون نمبر:461 04 930 57+

پتہ:Duggveien 9

0664-OSLO.NORWAY

اصل نام جمشید اقبال رانا ہے جبکہ قلمی نام جمشید مسرور کے نام سے جانے جاتے ہیں۔آپ پنجاب میں 14 اکتوبر 1946 میں پیدا ہوئے۔اعلی تعلیم کے بعد سٹیٹ بینک آف پاکستان لاہور میں کام کیا اور پھر ناروے کے شہر اوسلے میں مقیم ہوگئے جہاں ریسرچ کونسل آف ناروے میں خدمات انجام دیں۔

شاعری آپ کے خون میں شامل ہے۔آپ کے دادا مرحوم رنجور کپور تھلوی صاحب کتاب ''نوائے رنجور'' اور معروف شاعر تھے۔والد مرحوم ڈاکٹر مسرور کپور تھلوی صاحب علم شاعر تھے اُن کا مجموعہ کلام زیر ترتیب ہے۔

خود لکھنا اوائل عمر میں شروع کیا۔غزل نظم ،رباعی ،قطعات ،آزاد نظمیں اور نثری نظمیں بھی لکھیں۔آپ کا کلام بے شمار رسائل و اخبارات میں شائع ہوتا رہا ،فنون ،اوراق بازگشت لکیریں وغیرہ فیملی میگزین لاہور میں تسلسل سے رپورتاژ۔بے شمار کتابیں لکھیں جن میں۔۔

شاخِ نظر جسے ''سنگ میل'' نے ''میری خوشبوئیں میرے پھول'' کے نام سے شائع کیا۔''دیوار ہوا پر آئینہ''،نارویجن شام ،لارش سوبیئے ،کرسٹین کی شاعری کا منظوم ترجمہ ''لمحوں کے سمندر'' (ذولسانی اردو ،ناروجین) طبعزاد ،نارویجن پبلشر۔''پچھلے برس کی دھوپ'' طبعزاد نظمیں غزلیں ،نارویجن پبلشر۔تین طبعزاد شعری مجموعے زیر ترتیب ہیں۔نارویجن ،شاعری اور نثر کے تراجم۔۔

آپ نے شاعری ،صحافت ،افسانہ سٹیج ڈرامہ ،بطور ڈائیریکٹر بھی خدمات سرانجام دیں۔بے شمار مشاعروں میں حصہ لیا جن میں برطانیہ ،سکاٹ لینڈ اور آئیر لینڈ ،امریکہ ،پاکستان اور بھارت شامل ہیں۔

ایوارڈ میں تمغۂ امتیاز پاکستان ،فنکار ایوارڈ ناروے ،تمغہ برائے شاعری وڈبری یونیورسٹی ایل اے۔ساہتیہ اکیڈمی لکھنو اور بے شمار تنظیموں سے بھی ایوارڈ حاصل کئے۔اردو ادب میں آپ کا شمار اساتذہ شعرا میں کیا جاتا ہے۔☆

❁

لوگ رستے مکان اداس اداس
کیوں ہے سارا جہاں اداس اداس

دل گرفتہ ہواؤ! تم ہی نہیں
ہم بھی پھرتے ہیں یاں اداس اداس

دور ٹھٹھرے ہوئے مکانوں سے
اُٹھ رہا ہے دھواں اداس اداس

اجنبی لوگ ، اجنبی گلیاں
اور ہم درمیاں اداس اداس

سرد و بے جان پیڑ مہر بہ لب
ابر کا سائباں اداس اداس

کتنا جمشید سے مشابہ ہے
وہ جو ہے نوجواں اداس اداس

❁

یہ چارہ گر تو یہاں ہر گلی میں ملتے ہیں
کوئی بتاؤ کہاں دل کے چاک سلتے ہیں

ترے بدن کی صبا کس چمن میں چلتی ہے
کہاں پہ اب ترے ہونٹوں کے پھول کھلتے ہیں

فضا میں بکھری ہیں زرد آنسوؤں کی تحریریں
وداعِ گل میں درختوں کے ہاتھ ہلتے ہیں

وہ جن کے اشک بچھڑتے ہوئے نہیں تھمتے
ملیں بچھڑ کے تو کیوں بے رخی سے ملتے ہیں

غلط گمان نہ کر میری خشک آنکھوں پر
سمندروں میں جزیرے ضرور ملتے ہیں

سلگ اُٹھی ہے تری یاد میں فضائے خیال
کہ جیسے تیرگیِ شب میں پھول کھلتے ہیں

مِلا ہے راہ میں ایسا فسادِ شیشہ و سنگ
رُکوں تو پاؤں ہٹاؤں تو ہاتھ چھلتے ہیں

٭

کشمکش ہائے دستیاب کے ساتھ
جاگنا ہے ہمیں بھی خواب کے ساتھ

ایسے چپ بھی نہ ہو رہیں محصور
رات گونجے کسی جواب کے ساتھ

لگ کے چپ چاپ سوچتا ہوا پل
ایک دیوارِ اضطراب کے ساتھ

اس قدر تیز تھی ہوا شب کو
چاند ہلتا رہا گلاب کے ساتھ

دھند کے پاس شام بیٹھی ہوئی
شہر لپٹا ہوا سراب کے ساتھ

پُل کے نیچے پڑا ہوا دیکھا
ایک تنہا خیال خواب کے ساتھ

بارشوں نے ملا دیئے سارے
رنگ رکھے ہوئے حباب کے ساتھ

چل پڑا آسماں تو گھبرا کر
بھاگ اٹھے لوگ بھی سحاب کے ساتھ

اتنے بیزار خوشبوؤں سے ہوئے
اُٹھ گئے ہم بھی ماہتاب کے ساتھ

آئینہ دیکھتے ہوئے اس نے
ہونٹ گیلے کیے لعاب کے ساتھ

اتنی ایماندار تھی ، اس نے
پھول واپس کیا کتاب کے ساتھ

میری موجودگی کے خوف میں بھی
سانپ لپٹا رہا گلاب کے ساتھ

میں بھی کچھ مُردہ تتلیوں میں ملا
ایک بکھری ہوئی کتاب کے ساتھ

پیاس کا اہتمام ہیں جمشیدؔ
چند شرطیں حصولِ آب کے ساتھ

❁

لگتے ہیں وساور سے نئے آئے ہوئے لوگ
ہوتے ہیں کئی بار کے دہرائے ہوئے لوگ

سرِ شام کے سایوں کی طرح ڈال کے چلتے
جیسے کسی ہونے پہ ہوں پچھتائے ہوئے لوگ

پیڑوں کی طرح کاٹ کے رکھے ہوئے منظر
پتوں سے تصاویر پہ چپکائے ہوئے لوگ

کچھ دھوپ تھی الگن پہ پڑی پچھلے برس کی
اِس مَیل کو بھی جسموں سے لپٹائے ہوئے لوگ

پتھر کی طرح سر پہ لڑھکتا ہوا موسم
مٹی میں گڑے ، جیسے کہ پتھرائے ہوئے لوگ

گارے کی طرح نظریں ہیں آنکھیں ہیں سیہ زرد
جینے سے بہت لگتے ہیں باز آئے ہوئے لوگ

حکم آیا ہوا ہوتا ہے ایوان شہی سے
لگتے ہیں عدالت سے سزا پائے ہوئے لوگ

سینے سے لگ جائیں تو کر دیتے ہیں مَیلا
آلودگی دہر سے گدلائے ہوئے لوگ

باہر کی سلاخوں سے لٹکتا ہوا انبوہ
خنجر لئے گاڑی میں جگہ پائے ہوئے لوگ

سورج کو کسی سمت نکلنے نہیں دیتے
کچھ نیندوں کے کچھ خوابوں کے بہلائے ہوئے لوگ

راحت زاہد (گلاسگو، اسکاٹ لینڈ)

فون نمبر: +44 7881 881157
ای میل: rahat_zahid1@yahoo.co.uk
2,Aster Gardend.Galsgow.G53 7XG
Scotland

محترمہ راحت زاہد صاحبہ اسکاٹ لینڈ ہی نہیں برطانیہ یورپ اور امریکہ پاکستان تک معروف شاعرہ مانی جاتی ہیں۔آپ کی پیدائش کراچی میں ہوئی تعلیم ایم اے جرنلزم کراچی یونیورسٹی سے کیا۔گورنمنٹ آفیسر کے عہدے پہ قونصلیٹ آف پاکستان گلاسگو میں کام کیا۔تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔'' اداس گلیوں میں، دل کی نگری اور ابھی ٹھہرو'' چوتھی کتاب اسکاٹ لینڈ کے مشہور قومی شاعر رابرٹ برنس کی نظموں کے اردو تراجم پر مشتمل ہے جو زیر طبع ہے۔آپ کی ادبی سرگرمیوں کی ایک طویل لسٹ ہے جو آپ کی ادبی وسماجی محبت کا ثبوت ہے۔آپ بزم شعرو نغمہ گلاسگو کی صدر ہیں جس کے پلیٹ فارم سے بے شمار کامیاب مشاعرے موسیقی اور قومی پروگرام کئے گئے۔

''ویمن ونگ پاکستان پریس کلب سکاٹ لینڈ'' کی بھی چیئر پرسن ہیں۔

''سکاٹش پاکستانی ایسوسیشن براڈ کاسٹر آواز ایف ایم گلاسگو'' کی جنرل سیکریٹری ہیں۔

''جی ٹی وی نیٹ ورک گلاسگو'' کی اینکر بھی ہیں۔

ان کی ادبی خدمات میں، 1992 میں گلاسگو سے سکاٹ لینڈ کا پہلا اردو اردو اخبار ''صدائے ایشاء'' بطور ایڈیٹر انچیف شائع کیا۔2006ء میں بزمِ شعرونغمہ'' گلاسگو کے تحت سکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا تین روزہ انٹرنیشنل ''صوفی فیسٹول'' منعقد کیا جس میں بیس ہزار افراد نے شرکت کی۔

یو کے پاکستان اور دیگر ممالک سے بے شمار ادبی و کمیونٹی ایوارڈ بھی حاصل کئے جن میں آرٹس کونسل کراچی کی جانب سے کلچرل ایڈوائزر کی سند، پی وی سی ورچوئل ایوارڈ لندن اور انفینٹی گلوبل ایوارڈ بطور بہترین شاعرہ شامل ہیں۔

آپ کی خوبصورت شاعری کے چند نمونے اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔☆☆

حمد بارتعالیٰ

کس قدر مشغلۂ حمد خدا اچھا ہے
یہ بھلا کام ہے ، حاصل بھی بڑا چھا ہے

سارے ادیان کی بنیاد ہے تعریفِ خدا
جو ادا کرتا رہے حقِ ثناء چھا ہے

دل کو تسکین ملا کرتی ہے ذکرِ حق سے
کیوں نہ ہو شوقِ ثمر جبکہ مزا چھا ہے

دستِ قدرت کے کرشمے ہیں نمایاں ہر سُو
دیکھ اعجاز ، اگر فہمِ رسا اچھا ہے

پھول گلشن میں سجے ہیں تو فلک پر تارے
ہر طرح سلسلۂ ارض و سما اچھا ہے

لے بڑے شوق سے تو لطفِ کمالاتِ خدا
ترے حق میں یہی اے دیدۂ وا اچھا ہے

حمد ہے دین کے ارکان کی قوت راحتؔ
حمد سے بڑھ کے عبادات میں کیا اچھا ہے

نعت مقبول

مجھے ہو جائے طیبہ کا نظارہ یا رسولؐ اللہ
چمک جائے مقدر کا ستارہ یا رسولؐ اللہ

میں جا کر تھام لوں روضے کی جالی تو نہ چھوڑوں
کہ کافی ہے مجھے اتنا سہارا یا رسولؐ اللہ

بھٹکتی پھر رہی ہے ناؤ میری بحرِ عصیاں میں
اِسے مل جائے طوفاں میں کنارا یا رسولؐ اللہ

میں جا پہنچوں جہاں دیوانگی میں وہ ترا در ہو
حقیقت مجھ پہ ہو یوں آشکارا یا رسولؐ اللہ

مری بے چینیوں کو اس طرح پل میں قرار آئے
نہ واپس لوٹ کر آؤں دوبارہ یا رسولؐ اللہ

مجھے نسبت ہے راحتؔ اُن سے جن کے دل میں آقا ہیں
کہ ہوگا اُن سے بڑھ کر کون پیارا یا رسولؐ اللہ

❀

محبتوں میں کچھ ایسے زوال آتے ہیں
زیادہ ہجر ، بہت کم وصال آتے ہیں

کسی کی پیار میں ڈوبی حسین آنکھوں سے
وفا کے نام پہ اکثر سوال آتے ہیں

نگاہیں اُٹھتی ہیں محفل میں اس طرح اُن پر
عجب ادا سے جو شاہِ جمال آتے ہیں

اِک اُن کی شعلہ بیانی پہ ہی نہیں موقوف
اُنہیں تو شعر بڑے باکمال آتے ہیں

وہ سامنے ہو تو پاتی ہے یہ نظر راحتؔ
وگرنہ یاس میں ڈوبے خیال آتے ہیں

❀

ہمیں تلاش کسی صاحبِ نظر کی رہی
بتائیں کیا کہ ریاضت یہ عمر بھر کی رہی

وفا کے بھیس میں کم ظرفی جہاں دیکھی
عجب روش یہ خدایا تری بشر میں رہی

ہوائے شاد کے ڈیرے ہوں جس کی گلیوں میں
تصورات میں صورت اسی نگر کی رہی

جھلس رہا ہے شہر حدتِ جنوں سے بہت
کمی خرد کی اک سایۂ شجر کی رہی

دکھائے تیرگی میں راستہ جو منزل کا
تمنا ہم کو تو ایسے ہی راہبر کی رہی

ملا سکون کسے کارزارِ ہستی میں
ازل سے جنگ زمانے میں خیر و شر کی رہی

شبِ حزین ہوئی مختصر نہ کیوں راحتؔ
نگاہِ منتظر اک جاوداں سحر کی رہی

❁

زندگی درد کا عنوان نہ بننے دینا
زخم سہنا اسے سرطان نہ بننے دینا

گو ہے دشوار بشر کے لئے انساں ہونا
نفس کو مسکنِ شیطان نہ بننے دینا

ضبط لازم ہے ہے اک گام پہ جذبوں کے لئے
موج کو بحر میں طوفاں نہ بننے دینا

نام مٹ جاتے ہیں دولت کے تکبر میں کبھی
زر کو اپنے لئے پہچان نہ بننے دینا

باوفا لوگوں سے راحتؔ کی توقع رکھنا
دل میں ہر جائی کوئی مہمان نہ بننے دینا

❁

میں پیکرِ افکار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں
میں صاحبِ کردار ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

عورت ہوں مگر مرد سے کمتر بھی نہ جانو
میں ناؤ کی پتوار ہوں، اور کچھ بھی نہیں ہوں

اجداد کی شفقت و رفاقت میں پلی ہوں
شیریں دمِ گفتار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

پہچانو مرے جذبوں کی سچائی سے مجھ کو
سرتاپا وفادار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

یہ روشنی مجھ کو میرے مولا کی عطا ہے
اک ذرۂ انوار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

خود دیں گے گواہی مرے اشعار یہ اک دن
میں اِن کی علمدار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

کرتی ہوں تکبر کے خداؤں سے میں نفرت
راحتؔ کی طلب گار ہوں ، اور کچھ بھی نہیں ہوں

بشارت احمد بشارتؔ (جرمنی)

فون نمبر: 0049 60744 828574

ای میل: ahmed.basharat@haotmail.com

(معذرت خواہ ہوں کہ غلطی سے بشارت صاحب کو حروف تہجی کی مناسبت سے ب کی لائین میں لگانا بھول گیا۔)

بشارت احمد بشارتؔ جرمنی میں مقیم ہیں آپ سے ایک بار ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا جب میں ایک وہاں مشاعرے میں شریک ہوا۔

آپ اردو پنجابی میں یکساں لکھتے ہیں اور بہت اچھا لکھتے ہیں۔آپ نے مجھے اپنا شعری مجموعہ ”عشق داورقہ پھول“ اور ساجن ہرجائی“ ان پیج میں بھیج دیا تھا جہاں سے میں ان کی شاعری اپنے ادبی صفحات میں شامل کرتا رہا۔

آپ ادب کے ساتھ ورزش پر بھی کافی دھیان دیتے ہیں اور کئی میل جوگنگ کرتے ہیں۔

آپ کی کتابوں میں، ”محبت اپنی منزل، پاؤں کے چھالے، پنجاب کی دنیا، ملا نامہ، میرا سوہنا چن، درد کا درماں، عشق داورقہ پھول، محبت کا نگر، دل کے پاس، محبت کی صدا، ساجن ہرجائی، اداس سویراں، آؤ پھر اسکول چلیں، خیال اڈاری، پیار دے بول، شب غم سے سحر تک، محبت کی بشارت اور دل کے پاس“ ان میں ایک نثر میں باقی تمام سترہ شعری مجموعات ہیں۔

ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی پرواز کے لئے کھلی فضا تلاش کی ہے اور اس بات کا عرفان حاصل کیا ہے کہ محض لفظی بازیگری کو شاعری کا نام نہیں دیا جا سکتا ان کے اس جذبے نے انہیں وہ قوت عطا کی ہے کہ اپنی غزل میں حسنِ خیال اور رنگِ جمال کا ادراک کرا سکیں اور ایسے ناقدوں سے دادو تحسین طلب نہ کریں جو ان کی شاعرانہ عظمت کے منکر ہیں۔

اللہ پاک ان کی قلم میں مزید برکت دے اور آپ اسی طرح دیار غیر میں ادب کی آبیاری کرتے رہیں۔آپ کا کچھ کلام اگلے صفحات میں شامل ہے مجھے یقین ہے آپ پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔

☆☆☆

کون کہتا ہے اُسے پاؤں کے چھالے دیکھے
دیکھنے ہیں تو مرے عشق اُجالے دیکھے

پیار کو پیار کہیں گر تو خفا ہوتے ہیں
شہر کے لوگ بھی کچھ ہم نے نرالے دیکھے

حسن کی نہر پہ جو آئے حسینوں کے ہجوم
اُن کی نظروں کے کوئی جال اچھالے دیکھے

بہت انمول سی شے ہے یہ جوانی کا خمار
قافلے دل کے کئی اُس کے حوالے دیکھے

قاضیٔ شہر کوئی حکم سنائے گا پھر سے
دل کے ارمان جو سجدوں میں نکالے دیکھے

وطن کے نوجوانوں

مرے وطن کے نوجوانوں بلندیوں کی شان بنا
ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے خوبیوں کی کان بنا
صبحِ نو کی نوید تم ہو زندگی کی اُمید تم ہو
جرائتوں کی معراج بنا ستاروں والا جہان بنا
تم آگے بڑھ کے رقم کرو گے امن کی نئی داستانیں
محبتوں کے پھول بنا پیار کی تم جان بنا
منزلوں پہ نظر تمہاری رہیں رقابوں میں پاؤں تمہارے
نصیب اپنا آپ لکھو ہے تم کو اتنا مہان بنا
رگِ جہان کا خون بنا چاہتوں کا جنوں بنا
جو زندگی کو دوام بخشے مسیحا وہ ہر آن بنا
پکارتا ہے وقت تم کو اُٹھو زمانے کو رہ دکھاؤ
سہارا بننا ہے بے کسوں کا اور سب کا مان بنا
محبتوں کے تخت کے تم شہنشاہِ وقت بنا
وقت کی سرکار بنا نہ کبھی دربان بنا
نفرتوں کے اِس جہاں میں روشنی کا مینار ہو کے
عظیم انساں ہے تم نے بننا نہ دائروں کا مکان بنا
ہر ایک عظمت نثار تم پر مرے وطن کے نو جوانوں
تمہارے دم سے قائدِ اعظم کا سوہنا پاکستان بنا

اردو ماہیے

چند روز کا جینا ہے
موت پیالا تو
ہر جان کو پینا ہے

وہ دن بھی آنا ہے
چھوڑ کے یہ دنیا
ہم کو بھی جانا ہے

منڈھیر پہ کاں بولے
خیر سے آ جائے
بہنا کا دل ڈولے

کہنا ہے ہواؤں کا
ماہی تیرا بھی
راہی ہو وفاؤں کا

دل پاس تمہارے ہے
بھولیں ہم تم کو
کہاں بس میں ہمارے ہے

خوشیوں کی گھڑیاں ہیں
سج گئیں چہرے پہ
سہرے کی لڑیاں ہیں

ریشم کی چولی ہے
مہکی پھولوں سے
دلہن کی ڈولی ہے

جانے کی تیاری ہے
بیٹھی ڈولی میں
بابل کی پیاری ہے

تُو پیار کی داسی ہے
تیری جدائی سے
گاؤں میں اُداسی ہے

یہ سب سے نرالی ہے
لگتا ہے دلہن تو
بڑے کرموں والی ہے

گاؤں کی کہانی ہے
دل کو چرا لیتی
فصلوں کی جوانی ہے

ہیروں کے رانجھے ہیں
گھبرو کسان مرے
دکھ درد کے سانجھے ہیں

چھٹی لے کے آ جاؤ
پیار کی باتوں سے
میری دنیا بسا جاؤ

باغوں کی کلیوں نے
یاد کیا تم کو
گاؤں کی گلیوں نے

دل کا کیا بہلانا
یاد بہت آئے
ہمیں تیرا وہ شرمانا

پنجابی غزل

سَپ یاداں دا ہر دم ڈنگدا رہندا اے
عاشق دید دا پانی منگدا رہندا اے
کیویں کیلاں زلف دی کالی ناگن نوں
میرے پیار دا جادو سنگدا رہندا اے
اوہنوں چھا مارن نوں جی کردا اے
جیہڑا دل دے وچوں لنگھدا رہندا اے
کیہ آکھاں میں سوہنے اوس للاری نوں
جیہڑا مینوں پیار چ رنگدا رہندا اے
میں تے جہنوں پچھے چھڈ کے آیا ساں
اگے اوہ چھنکارا ونگ دا رہندا اے
لال پراندا جس کِلی تے ٹنگیا سی
اوتھے عاشق دل نوں ٹنگدا رہندا اے
میرا تن من کھیڑے پے گیا من دا نئیں
پیار دی روز بشارت منگ دا رہندا اے

پنجابی غزل

دنیا ویکھے اک دوجے دے تن دیاں چٹیاں لیراں نوں
کوئی نہ ویکھے اندر بیٹھے تیرے یار فقیراں نوں
سدھراں والی بیڑی بہہ کے تیرے دیس نوں ٹھل پئے آں
جگ دی وار نہ روک سکے گی تیرے عشق اسیراں نوں
لوکاں ساڈے ہاسے ویکھے، ویکھے ساڈے ہنجو وی
سوہنا آوے آ کے ویکھے اپنے پیار دے تیراں نوں
موڑ مہاراں میرے سائیاں دِل دا تخت اُڈیکے
عشق نہ من دا لکھیاں ہوئیاں ازل دیاں تقدیراں نوں
جیہڑے گلیاں دے وچ پھردے تیری مورت لے کے
کیویں مَیں سمجھاواں چناں اوہناں نین شریراں نوں
میرے شوق نے تیرے پیار دا رج رج ڈھول وجایا
میریاں سدھراں آپ بنایا ماہی عشق لکیراں نوں
روز بشارتؔ ہووے تیری صدقے جاواں تیرے
وصل دا جام پلا دے ماہی اپنے عشق فقیراں نوں

زکریا ورک (کینیڈا)

18,Ocean ave.Maple

Ontario. CANADA L6A 2X7

فون نمبر:905 832 4848

ای میل:zakria.virk@gmail.com

زکریا ورک صاحب گورداس پور پنجاب میں 28 جون 1946 میں پیدا ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد 1971 میں گوٹھنگن یونیورسٹی میں آئینی قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلیے جرمنی منتقل ہو گئے۔ مصنف، مترجم، مضمون نگار اور ہسٹورین آف سائنس ہیں۔ آپ پچھلے 45 سال سے کینیڈا میں چمن اردو کی آبیاری کر رہے ہیں۔ آپ انیس کتابوں کے جید مؤلف، مصنف، مترجم ہیں۔ گورنمنٹ آف اونٹاریو سے سول سروس ریٹائر ہوئے۔ 1967 میں لکھنا شروع کیا اور سیارہ ڈائجسٹ میں آپ بیتی لکھ کر اول انعام حاصل کیا۔ اسلام اور سائنس کے موضوعات پر انگریزی اردو میں بے شمار مضامین لکھے۔ ان تحقیقی مضامین سے دنیا کے ستر ممالک کے انتیس ہزار لوگ مستفید ہو چکے ہیں۔ بعض کالجوں یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی شامل کئے گئے ہیں۔

زکریا ورک صاحب کی بے شمار تصنیفات ہیں۔ نوبل انعام یافتہ سائنسداں ڈاکٹر عبدالسلام کی کامیاب و کامراں زندگی پر چار کتابیں: رموز فطرت 1996، مسلمانوں کا نیوٹن 2003، ذکر عبد السلام 2010، اور سلام عبد السلام 2015۔ مسلمانوں کے سائنسی کارنامے 2005، سوانح ابن رشد 2006 علی گڑھ، سوانح ابو ریحان البیرونی دہلی 2008 جی ڈی برنال کی چار جلدوں میں سائنس ان ہسٹری کا خلاصہ لاہور 2007، حکمائے اسلام دہلی، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے بمع اضافات دہلی 2011 / ،111 مسلمان سائنسدان قدیم و جدید وارانا س 2014، طلسم انسانی جسم وارانا سی 2017۔ انٹرنیٹ پر بھی ان کی ابن رشد کی سوانح، مسلمانوں کا نیوٹن ڈاکٹر عبدالسلام۔ رموز فطرت: دنیائے سائنس کے مہر درخشاں کی زندگی پر کتاب، ذکر عبدالسلام؛ ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا اردو ترجمہ مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، عظیم انسان، نشان منزل، طلسم انسانی جسم، سائنٹسٹ آف دی

ایسٹ ،انگلش، مسلم کنٹری بیوشن ٹو سائنسز ،انگلش اور قانون ابن سینا کے شارحین اور مترجمین ،انگلش ۔۔۔ یہ تمام کتابیں ان کی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں ۔ویب سائٹ: wwwzakiavirk.com

2000ء سے لے کر 2017ء تک ان کی کتابیں تسلسل کے ساتھ انڈیا اور پاکستان کے مختلف مشہور پبلشر شائع کرتے رہے جن کی تفصیل اوپر دی گئی ہے۔

زکریا ورک کا کام قابل تحسین ہے اور ہمیں فخر ہے کہ آج کے مشینی اور مصروف دور میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سائنس جیسے خشک مضمون پر اس قدر کام کررہے ہیں اور اردو انگلش دونوں اہم ترین زبانوں میں ۔صفحات کی کمی کی وجہ سے میں نے ان کے تعارف میں بہت کم لکھا ہے ۔مگر ان کا ادبی وتحریری کام اس قدر وسیع وعریض ہے جس کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم پڑیں ۔!!

آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی محنت، مسلسل لگن اور ریاضت سے کامیابوں کی چوٹیاں سر کر لیتے ہیں ۔اور جو روشن ستارے کی مانند طلوع ہو کر دیکھتے ہی دیکھتے ادبی وصحافتی افق پر چھا جاتے ہیں ۔اور اپنا مقام ہمیشہ قابل رشک رکھتے ہوئے ایک شجر سایہ دار کی طرح بے شمار لوگوں کو فیض یاب کرتے ہیں ۔

قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے رسالہ مجلّہ تاریخ وثقافت پاکستان کی مجلس ادارت میں شامل ہیں ۔علمی میدان میں آپ کا تشخص مسلمانوں کی سائنس میں زریں خدمات ہے ۔اس ضمن میں آپ کے سکہ بند، مستند حوالہ جات پر مبنی انگلش مضامین https://karachi.academia.edu/ZakariaVirk پر دستیاب ہیں ۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک جناب محترم زکریا ورک صاحب کو طویل زندگی عطا فرمائے اور آپ اسی طرح انسانیت کی خدمت میں کوشاں رہیں ۔اور اپنے علم وقلم سے دنیائے کو معلوماتی کتب دان کرتے رہیں ۔۔

آپ نے شاعری نہیں کی ورنہ اگلے صفحات میں آپ کی شاعری ضرور ہوتی لیکن آپ کے مضامین اور کتب سائنس پر مبنی ہیں جن کو نقل نہیں کیا جارہا ۔مگر ہمیں آپ کی قابلیت پر جتنا بھی فخر ہو کم ہے کہ آپ نے ہمیشہ ہی اپنے قلم کو متحرک رکھا ۔

سی۔ایس۔بھنڈال (لندن)

Mr.C.S.Bhandal

42,Prttits Lane.Romford.

Tel: 07947 860 172

سی ایس بھنڈال صاحب کی پیدائش انڈیا میں 25 مئی 1943 میں ہوئی۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اکیس سال کی عمر میں شعر کہنے شروع کئے۔ پنجابی (گورمکھی) میں لکھتے ہیں۔ان کی پہلی کتاب ''محفل'' کے نام سے شائع ہوئی۔غزل بہت اچھی لکھتے ہیں اس کے علاوہ گیت اور نظم بھی۔

میری ملاقات ان سے ''لکھاری پنجابی فورم'' اور ''الفورڈ پنجابی ساہت صبا'' کوی دربار (مشاعروں) میں ہوئی۔ انہوں نے بھی اپنا کلام مجھے گورمکھی میں ہی دیا جس کا ترجمہ کیا گیا اور کتاب کے آخر میں گورمکھی زبان میں بھی شامل ہے۔بھنڈال صاحب نہایت دراز قد کھلی رنگت کے ہنس مکھ ملنسار شخص ہیں۔اور مشاعرے میں اپنے کلام سے خوب داد وصول پاتے ہیں۔آپ نے غزل نظم بھی بہت اچھی لکھی۔ترنم سے بھی پڑھتے ہیں۔آپ سے ہر ماہ ''الفورڈ پنجابی ساہت صبا'' کے مشاعرے میں سیون کنگ کے گوردوارے میں ملاقات ہوتی ہے۔

آپ کا شعری اسلوب سب سے منفرد اور نرالا ہے۔کیونکہ ان کی شاعری میں جو رنگِ جنوں ہے وہ دوسرے شعراء کے رنگ سخن سے مختلف ہے۔عشق اور زندگی دونوں سے انہیں لگاؤ جنون کی حد تک ہے۔کسی کام سے لگن جنون کی حد تک نہ ہو تب تک انسان کو کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔کارِ جنوں میں کامیابی اور کامرانی ذوقِ جنوں کی بدولت ملتی ہے۔لہٰذا ان کا یہی ذوقِ جنوں ہے جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے اور ان کے اندر ستاروں سے آگے جانے کی آرزو مچلتی نظر آتی ہے۔

اگلے صفحات میں ان کا خوبصورت کلام شامل اشاعت ہے۔امید ہے آپ پڑھیں گے اور محظوظ ہوں گے۔کتاب کے آخر میں تمام سکھ بھائیوں کا کلام ان کی زبان گورمکھی میں بھی شامل کیا ہے۔جس سے امید ہے اس کتاب کی نوعیت عام کتب سے بڑھ گئی ہے کہ اس سے پہلے لندن میں ایسا کام نہیں کیا گیا۔۔۔!!

محفل وِچ تیری

محفل وِچ تیری و سجنا
نت جام ٹکرائے جاندے نے
پھل تاں کی ہے شئے سجنا
ایتھے دِل ٹھکرائے جاندے نے

چوٹھیاں رساں چوٹھے وعدے
چوٹھی شہرت والیاں دے
چوٹھی اِس دنیا اندر
سچ لُکائے جاندے نے
پھل تاں کی ہے شئے سجنا
ایتھے دِل ٹھکرائے جاندے نے

طراں طراں دے لوک نے ایتھے
کس کس دی میں پہچان کراں
اصلی چہریاں اُتے نقلی
چہرے سجائے جاندے نے
پھل تاں کی ہے شئے سجنا
ایتھے دِل ٹھکرائے جاندے نے

کِسے نوں پی کے چڑھ گئی ویکھو
کِسے نوں نشہ ہے دولت دا
اپنیاں وِچ ہی کدے کدے
بیگانے پائے جاندے نے
پھل تاں کی ہے شئے سجنا
ایتھے دِل ٹھکرائے جاندے نے

چپ کر سہہ جاؤں میں
جے ہے ایہہ تیری مرضی
کی کی بھنڈاں تے تک لے تو
الزام لگائے جاندے نے
پھل تاں کی ہے شئے سجنا
ایتھے دِل ٹھکرائے جاندے نے

غزل

تینوں اِک نظر ویکھن لئی اجے تک یار بیٹھیں آں
تیرے اِک اشارے تے سجن، سب کجھ ہار بیٹھیں آں
جوانی ڈھل جائے چاہے، کوئی وی غم نہیں
عمر بھر اُڈیک تیری، کرانگے یار بیٹھیں آں
تیرے اِک اشارے تے سجن، سب کجھ ہار بیٹھیں آں
نا آزما صبر میرا، اے میرے دوستا توں
زل تک کرن لئی تیرا انتظار بیٹھیں آں
تیرے اِک اشارے تے سجن، سب کجھ ہار بیٹھیں آں
ہُن تے آ وی جا توں، دیر بہت ہوچکی
تیرے لئی رب تو سانہہ، منگ ادھار بیٹھیں آں
موت جے آئی وی تے اُس نوں کہہ دیانگے
ٹھہر جا کرن لئی کسے دا دیدار بیٹھیں آں
تیرے اِک اشارے تے سجن، سب کجھ ہار بیٹھیں آں
ترسے دیدیاں دی پیاس بجھ جائے بھنڈرآل
ایسے اُمید تے اسی باہاں پسار بیٹھیں آں
تیرے اِک اشارے تے سجن، سب کجھ ہار بیٹھیں آں

دِسوں کیہنوں یار بنائیے
سچّا لبھدا یار وی ہے نئیں
دل دے بدلے دِل جو دیوے
ایسا کوئی دلدار بھی ہے نئیں
پیو پُتر دے ہوون جھگڑے
بچّیاں تے ادھیکاری وی ہے نئیں
بنا ملاوٹ چیز کوئی جتھے
ایسا کوئی بازار وی ہے نئیں
اک دوجے لئی مر دے سی جد
رہا اوہ سنسار وہ ہے نئیں
اِک چھت تھلے رہ سکن جو
بہتے ہُن پریوار وی ہے نئیں
لوکی مندر مسجد ڈھاون
رب دا ہُن ستکار وی نہیں
دِل بھنڈرآل دا جتن لئی
کوئی ہُن تیار وی ہے نئیں
پل دو پل ملے سکون جتھے
ایسا کوئی دوار وی ہے نئیں
جے دل صاف نہیں تے پھر
رب اندر دی ہے نئیں
تے رب باہر وی ہے نئیں

سیّد سرور ظہیر غزالی (جرمنی)

M.A.(Translator) Social Science
Post graduate Diploma in Comp.
Demminer Str. 10,
D-13355 Berlin, Germany
Tel.: 0049172 - 396 58 33
E.Mail: sarwargazali@yahoo.de

سفر کا آغاز انسان پیدا ہونے کے ساتھ ہی شروع کر دیتا ہے۔ یکم جنوری ۱۹۶۲ کو ان کی پیدائش ہوئی ان کے والد اور والدہ ہندوستان کے شہر گیا، بہار سے ہجرت کر کے پاکستان کے مشرقی حصے میں آئے تھے۔ والد مسلم لیگ کے یوتھ فیڈریشن کے فعال رکن تھے۔ اپنے پانچ بھائیوں اور پانچ بہنوں میں ان کا نمبر آٹھواں ہے۔ بچپن کسی کھیل کود کے بجائے کہانیاں پڑھتے گزارا۔ اور یہی شوق پیش پیش رہا۔ اور تا حال جاری وساری ہے۔۔!!

ابتدائی تعلیم پرائمری تک مشرقی پاکستان میں ہوئی۔ کراچی میں ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ اور بی ایس سی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے شوق میں جرمنی چلے آئے۔

۱۹۸۱ء میں جرمنی آئے، بہانہ تو صرف علم کی پیاس بجھانا تھا مگر حصول علم کے ساتھ مشاہدہ اور مشاہدے کے لئے سفر نہایت ضروری ہے۔۔ اسپین، آسٹریا، برطانیہ، فرانس، بلجیئم، سویٹزرلینڈ پرتگال، پولینڈ، ترکی، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ تک سفر کیا۔

لیکن پاؤں کو ابھی اور چلنا اور آنکھوں کو ابھی بہت دیکھنا باقی تھا۔ ۱۹۸۸ء میں ہی جہاں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی اور سعودی عربیہ میں زمینی راستوں، اور کار کے سفر میں جہاں کئی شہروں سے نگاہ کو سیرابی ملی وہیں اسی سال ازدواجی زندگی کا بھی آغاز ہوا۔

۱۹۹۳ء میں بڑے صاحبزادے کی پیدائش کے بعد تعلیم مکمل کیا اور ۱۹۹۵ء میں مشرقی وسطیٰ کے مما لک دوبئ ابو

ذہبی، شارجہ، العین اور سلطنت عمان کے شہروں مسقط اور بریمی کا سفر کیا۔ مصر کے اہرام مصر اور رامسس دوئم سے آنکھیں چار ہوئیں۔ قرطبہ میں تاریخ اسلام کا قرب حاصل کیا۔۔۔غرناطہ کا سامانِ عبرت دیکھا۔ جرمنی کی دیوار گرنے کے ساتھ، ملازمت کے بہانے اس کے مشرقی حصے کے دور دراز علاقے میں جانا پڑتا رہا۔ دسویں جماعت میں ایک دوست ڈاکٹر ظہیر کے ساتھ مل کر ایک اردو، وال پیپر رسالہ نکالا کرتے تھے۔ اس کا نام پیامِ سحر تھا۔ اس کے مدیر تھے۔ سن ۸۱ میں پہلی مرتبہ ان کی تین مختصر کہانیاں جنگ اخبار کے ادبی صفحے کی زینت بنی۔ برلن آکر برادرِ خرد انور ظہیر رہبر کے ساتھ مل کر ایک رسالہ کاوش نکالا۔ جسے بعد میں انہوں نے آن لائن کر لیا تھا۔ افسانے تواتر سے پرواز، شاعر، انوارِ تخلیق، نئے رنگ، اور جانے کن کن ادبی رسالوں کی زینت بنتے رہے۔ مشاعروں کا سلسلہ اپنی جگہ قائم رہا افسانوں کے دو مجموعے، بکھرے پتے اور بھیگے پل اور ایک عدد ناول دوسری ہجرت شائع ہو چکے ہیں۔ ایک نظم 'پیاس' پر البتہ برلن کی ایک ایرانی نژاد گلوکارہ نے طبع آزمائی کی ہے اور اپنی خوبصورت آواز کے قالب میں ڈھال کر بے شمار سامعین کے دلوں میں اتار دیا ہے۔ حال ہی میں ایک اور کتاب 'میرے مضامین' لندن سے شائع کی۔ ایک ناول جرمن زبان میں بھی لکھ رہے ہیں۔ سرور غزالی کئی بار لندن میرے مشاعروں میں شریک ہوئے ایک بار میں بھی ان کی دعوت پر برلن گیا۔ آپ نہایت ہنس مکھ نرم مزاج اور نہایت مخلص دوست ہیں۔ نظم کے شاعر ہیں مگر اصل میدان افسانہ نگاری ہے، ان کا نیا مجموعہ "سورج کا اغوا" بھی میں نے شائع کیا جس کی تقریب رونمائی بھی میری ادبی تنظیم سے کی گئی۔ ان کے ہاں ہر کیفیت میں شدت اور جذبے کی گہرائی دکھائی دیتی ہے۔ جس کے پسِ منظر میں ان کی بلند قامتی بخوبی نظر آتی ہے۔ مختصر ترین افسانہ (افسانچہ) لکھنے میں مہارت حاصل ہے کم سے کم الفاظ میں دل کی بات کہانی کے پیراہن میں کہنا ان کا کمال ہے۔ انہوں نے تلخ سے تلخ موضوعات کو بھی بیان کرتے ہوئے لہجے کی نرمی اور زبان کی شیرینی کو برقرار رکھا ہے۔۔

اللہ پاک انہیں سدا سلامت رکھے ایسے مخلص اور دوستوں کا خیال رکھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اور مجھے ان کی دوستی پر ناز ہے۔۔
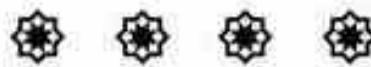
واپس کردو میری کتابیں

واپس کردو میری کتابیں
ان سے وابستہ سب یادیں
واپس کردو میری کتابیں
ان میں رکھے تھے خط جو سارے
ہو گئے ہیں اب تو وہ بھی پرانے
خط وہ تم سب لوٹا دو
واپس کردو۔۔۔
ان میں رکھے تھے پھول جو سارے
مرجھا گئے ہیں اب وہ بچارے
پھول وہ تم سب لوٹا دو
خوش بو ان کی ساری دے دو
واپس کردو میری کتابیں
خشک رکھے ہیں قلم جو سارے
اشکوں سے انہیں بھر دو ہمارے
قلم وہ سارے تم لوٹا دو
واپس کردو۔۔

پھونک

طاقِ مسجد پہ
رکھا ہوا چراغ
ٹمٹماتی ہوئی
تھراتی لو تھی جس کی
تیز و تند
ممبر سے آتی ہوئی
غیض و غضب
کی پھونک سہہ نہ سکا
بجھ ہی جاتا
کہ محراب بھی
بچا نہ سکا اسے
بجھتے بجھتے جو گرا
تو چٹائی کی جائے نماز
شعلوں
میں بدل گئی
بھڑک اٹھی
اور
میری مسجد ہائے پیاری مسجد
پکار اٹھے نمازی سارے

افسانچے

فٹ پاتھ

''اے۔۔۔اٹھو! یہاں کیوں سوئے ہوئے ہو''۔ پولیس والے نے اسکے پاؤں پر ڈنڈے سے چوٹ لگائی تو وہ ہڑ بڑا کر اٹھ گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ

''فٹ پاتھ پر سونا خلاف قانون ہے۔'' پولیس والا بولا۔

''پھر کہاں سوؤں؟'' اس نے عجیب نظروں سے پولیس والے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''گھر میں اپنے''۔ پولیس والے نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''گھر۔۔!'' اس نے زیرلب دہرایا اور صبح کا منظر اسکی نگاہوں میں پھر گیا جب کرایہ نہ ادا ہونے کی وجہ سے مالک مکان نے اسکا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا تھا۔ وہ لاکھ منتیں کرتا رہا کہ ہفتاری ملتے ہی ادا کر دونگا مگر مالکِ مکان نہ مانا۔ اسکے پاس اتنے ہی پیسے تھے کہ چند وقت کھانا کھا سکتا بھلا ہوٹل میں کہاں ٹھہرتا۔

''کیا سوچنے لگے''۔ پولیس والے کی آواز پر وہ چونکا۔ ''گھر نہیں ہے تو لاؤ دو روپے نکالو۔۔۔ ورنہ بھاگ جاؤ یہاں سے۔''

ایک لمحے کی کشمکش کے بعد نیند کا لطف غالب آ گیا اور اسنے جیب سے دو روپے نکال کر پولیس والے کی پھیلی ہتھیلی پر رکھ دیئے۔ اور پھر ٹانگیں پسار کر نیند کی وادی میں دوبارہ کھو گیا۔ اسکے چہرے پہ گہرا سکون اور طمانیت چھا گئی۔۔۔

☆☆☆

جنگلی فیصلہ

جنگل میں کانفرنس ہو رہی تھی۔ تمام جانور اس بات پر متفق تھے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ انسانوں نے ہمیشہ ہی جنگل اور جانوروں سے بُغض رکھا اور انہیں ختم کرنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی ہے۔۔۔۔۔ مگر پھر بھی اب جبکہ وہ مصیبت کے مارے اپنی بستیوں سے بھاگ کر جنگل آئیں تو ہم کھلے دل سے انہیں قبول کریں

گے۔۔۔۔اور چڑیا گھر جیسے انسان گھر نہیں بنائیں گے۔

☆☆☆

قربانی کی کھال

مویشی منڈی میں دونوں باپ بیٹوں کی نظریں خوبصورت اور توانا بکرے کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔۔۔۔۔

ان کی نظریں قربانی کے جانوروں کی کھال پر تھیں۔۔۔۔

منڈی میں جانوروں کے سوداگروں کی نظریں آتے جاتے گاہکوں میں سے خوبصورت سفید کھالوں والے بڑے تن توش کے افراد کو تلاش کر رہی تھیں۔۔۔۔

منہ مانگے دام تو ایسے ہی کھال والوں سے مل سکتے تھے۔

☆☆☆

جوائنٹ فیملی سسٹم

شہد کی کمی سے شہر میں اصلی شہد کی قیمت بہت بڑھ چکی تھی۔اور پھر بھی قدرتی طریقے سے شہد کی مکھی کے چھتے سے حاصل شدہ شہد نایاب تھا۔مصنوعی طریقے سے جار میں میٹھے شیرے پر بھنبھناتی مقید شہد کی مکھیاں شیرے کو شہد میں بدل دیتیں۔۔۔۔۔۔

پھولوں پر جا کر رس چوس کر شہد بنانا،شہد کی مکھیوں نے چھوڑ دیا تھا۔شہد کی مکھیاں جو آزاد فضا میں گھوم رہیں تھیں۔انہوں نے انسانوں کی دیکھا دیکھی 'جوائنٹ فیملی سسٹم' کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

☆☆☆

ہل اسٹیشن پر مچا کہرام

وہ اس رات ہوٹل کی تلاش میں کئی ایک ہوٹل کے استقبالیہ پر گیا۔اور ہر دفعہ اسے مایوسی ہوئی۔اس سرد رات میں برفباری دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھی اور درجہ حرارت کا پارہ اپنی شرارت میں نقطہ انجماد سے نیچے اتر گیا تھا۔ تیز ہوائیں ماحول کو اور زیادہ خوابناک سے خوفناک تر بنا رہی تھیں۔

اس سیزن میں ہل اسٹیشن پر سیاحوں کی آمد یکدم بڑھ گئی تھی۔برفباری کی اطلاع ملتے ہی دور دراز کے سیاح میدانی اور ریگستانی علاقے سے آکر اس دامن کوہ میں کچھ وقت کے لیے سیر وتفریح کرتے تھے۔

سیاحوں کی یکدم آمد سے ہوٹل مالکان کے دل میں لالچ اور طمع کے بیج سے حرص کی کونپلیں پھوٹ پڑیں تھیں اور وہ منہ مانگے دام وصول کرنے لگے۔

ان کا خیال تھا کہ دور دراز سے آئے سیاح ضرور ہوٹل کے کمرے بک کروائیں گے اور ان کی من مانی سے مالکان خوب کمائیں گے۔سال بھر کے بعد یہی تو موقع تھا کمانے کے بہانے لوٹنے کا۔

بیشتر سیاحوں کو واپس بھیج کر ہوٹل مالکان مزید اچھے سے اچھے گاہک کے منتظر ہی رہ گئے۔

سردی میں ٹھٹھرتے اپنی اپنی کاروں میں ، ہوٹل کی تلاش میں بھٹکتے سیاح رات اپنی کار میں ہی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

بیشتر سیاح کسی موسم گرما میں ہجرت کرتے پرندوں کی طرح نا معلوم مقام کی طرف پرواز کر چکے تھے۔اس سیزن میں ہل اسٹیشن پر کہرام مچا تھا۔ہوٹل مالکان اور سیاحوں کے لواحقین دونوں کا بڑا نقصان ہوا تھا۔۔۔

سہیل ضرار خلش (لندن)

فون نمبر: +44 7932 752862

ا

خاندانی نام مرزا سہیل ضرار بیگ چغتائی ۔۔ کراچی کی پیدائش ہیں۔سابقہ بائیس سال سے لندن برطانیہ میں مقیم ہیں۔اور لندن کی ایک فرم میں بحیثیت امیگریشن مشیر منسلک ہیں۔

اردو شاعری وادب سے گھریلو ماحول کی وجہ سے بچپن سے شغف ہے۔اردو غزل کی روائت کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ اورغزل کو ہی اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے۔اس کے علاوہ نعتیں اور نظمیں بھی کہی ہیں۔ایک زمانہ میں اخبار کے لئے سیاسی اور سماجی کالم بھی لکھے۔اب بھی سوشل میڈیا میں مختلف موضوعات پر طبع آزمائی جاری ہے۔

گھر کا ماحول اور ذاتی مزاج دینی ہونے کی وجہ سے مختلف دینی، سیاسی اور سماجی تنظیموں سے وابستہ رہے۔ لندن میں ادبی تنظیم "بزم سخن" برطانیہ کی بنیاد رکھی اور پچھلے پانچ برس سے بزم کے تحت لاتعداد عالمی اور ملکی مشاعروں کا انعقاد کیا۔

تین برس پہلے اسلام چینل اردو سے رشتہ جڑا اور وہاں سے ہفتہ وار پروگرام 'بزم سخن' شروع کیا، جس کے اب تک ڈیڑھ سو سے زائد لائیو شو ہو چکے ہیں۔ان پروگرامات میں دو سو سے زائد دنیا بھر کے شعرا اور ادیب شریک ہو چکے ہیں۔مجھے بھی کئی بار شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔

اسلام چینل سے چیریٹی اپیلوں کی میزبانی شروع کی۔اور بے شمار چیریٹی پروگرامز میں میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔

اُمہ چیریٹی انٹرنیشنل کے ساتھ ابتدا سے بحیثیت کارکن شامل ہیں اور اس کے بے شمار پروگرامز میں میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

ان خدمات کے عوض برینٹ کے منیر ارشد محمود نے برینٹ کونسل کی طرف سے ایوارڈ دیا۔اس کے علاوہ برطانیہ کی

تنظیموں، یو کے اسلامک مشن، نوائے جنگ فورم، اسٹار نیوز، اور پاکستان کے انڈس اسپتال کی طرف سے بھی توصیفی اسناد دی گئیں۔

سہیل خلش صاحب بہت خوبصورت ہنستی مسکراتی شخصیت کے مالک ہیں۔معروف شاعر کلام نگار جناب عقیل دانش صاحب کی زیرِ صدارت ''بزمِ سخن'' سے بے شمار کامیاب مشاعروں کا انعقاد کر چکے ہیں اور واٹس اپ پر ایک کامیاب گروپ بھی چلا رہے ہیں جس میں سینکڑوں شعرا اپنی ادبی تسکین پوری کرتے ہیں۔

تمام شہر کو دل سے لگائے بیٹھے ہیں تب ہی تو اپنے لہو میں نہائے بیٹھے ہیں

ابھی تو کوئی شعری مجموعہ نہیں شائع ہوا۔مگر خوبصورت غزل کہتے ہیں۔آپ ایک وسیع النظر، کشادہ ذہن، کشادہ قلب، عمیق مطالعے اور گہرے مشاہدے کے مالک ہیں۔خوشحال ملک کی خوش حال فضاؤں میں دنیا جہان کی راحتوں اور اربابِ عیش ونشاط کی فراوانی کے باوجود وطن سے شدید لگاؤ اور انتہائی ذہنی وابستگی انہیں ہمہ وقت بے چین و مضطرب رکھتی ہے۔ان کی ایک خوبصورت غزل کے دو اشعار ملاحظہ ہوں۔۔۔

جدائیوں کی رفاقت سنبھال رکھوں گا میں تجھ سے یاد کا رشتہ بحال رکھوں گا

خیال و خواب میں لاؤں نہ اب کبھی تجھ کو میں اس خیال کا ہر دم خیال رکھوں گا

آپ ایک دوست نواز انسان ہیں ہر کسی سے خلوص و پیار کا رشتہ نبھانا جانتے ہیں اور بڑی خوبی سے نبھا رہے ہیں۔ بہت کم مدت میں انہوں نے اپنی ادبی وسماجی لگن سے لندن ہی نہیں دیگر کئی شہروں میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کیا ہے۔جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں اسی طرح مسکراتا ہوا رکھے اور ان کی ادبی وسماجی اور مذہبی صلاحیتوں میں مزید برکت دے۔۔۔آمین

❀

اس نے جب سے آنکھ ملانا کم کردی ہے
ہم نے بھی یہ رسم نبھانا کم کردی ہے

شاید آخر آخر میں سچ کہہ دے وہ
جھوٹی دل کو آس دلانا کم کردی ہے

زنداں کی خاموشی میں پڑتا ہے خلل
پاؤں کی زنجیر ہلانا کم کردی ہے

اپنے اندر سے نکلوں اس خواہش میں
اوروں پر آواز اٹھانا کم کر دی ہے

منصف بھی مجرم بھی رہزن بھی
سب نے بگڑی بات بنانا کم کر دی ہے

لفظوں نے معنوں کو جب سے بدلا ہے
ہم نے دل کی بات بتانا کم کر دی ہے

ترکِ عشق سے کس کس کو روکیں گے خلش
اصلاحی تحریک چلانا کم کر دی ہے

❀

جدائیوں کی رفاقت سنبھال رکھوں گا
میں تجھ سے یاد کا رشتہ بحال رکھوں گا

خیال و خواب میں لاؤں نہ اب کبھی تجھ کو
میں اس خیال کا ہر دم خیال رکھوں گا

ہزار بار ہی گلشن کو جلتے دیکھ چکا
ہزار بار یہ ضبطِ کمال رکھوں گا

ابھی تو تیر مجھے چاروں اَور کھانے ہیں
عدو سے جب بھی لڑوں گا تو ڈھال رکھوں گا

مسافتوں سے تو پوچھو کہ منزلیں ہیں کہاں
ہر ایک مقام پہ رہبر سوال رکھوں گا

اگر تلاش کا حاصل ہے اک فریبِ نظر
تو پھر فریبِ نظر کو سنبھال رکھوں گا

تمام رات لڑوں گا میں خود سے آج خلش
شبِ وصال کا ذوقِ جمال رکھوں گا

❁

دیکھ اس مروت نے کیا سے کیا بنا ڈالا
تجھ کو سنگ اور مجھ کو آئینہ بنا ڈالا

عشق تو نہیں سمجھا حسن کی کرامت کو
شعبدہ دکھایا اور معجزہ بنا ڈالا

قیس کے فسانے میں ہاتھ کر گیا راوی
بات کو مدینے کی کربلا بنا ڈالا

سینکڑوں ہزاروں تھیں خودکشی کی تدبیریں
دوست کیوں خلشؔ پھر سے اک نیا بنا ڈالا

❁

تمام شہر کو دل سے لگائے بیٹھے ہیں
تب ہی تو اپنے لہو میں نہائے بیٹھے ہیں

وہ میرے سامنے نظریں جھکائے بیٹھے ہیں
ہم اُنکی یاد کی دنیا بسائے بیٹھے ہیں

اب آرزو رہی باقی نہ حسرت و امید
اس انتخاب میں سب کچھ گنوائے بیٹھے ہیں

شبِ فراق میں آئے تھے غم غلط کرنے
شبِ وصال میں آنسو کیوں آئے بیٹھے ہیں

مجھے بنائے جو رکھتے تھے آنکھ کا کاجل
کئی دنوں سے وہ آنکھیں چرائے بیٹھے ہیں

طواف کوچہ جاناں کی کیا ضرورت ہے
رقیبِ خاص تو پہلو میں آئے بیٹھے ہیں

خلشؔ کی بزمِ سخن ہے عروج پر یارو
رقیب و ساقی و واعظ سجائے بیٹھے ہیں

محمد سلیم مرزا (بریڈفورڈ، یوکے)

3,Cunliffe Villas.
Bradford.BD8 7AN.UK
فون نمبر: 07941 514552

محمد سلیم مرزا صاحب پاکستان ضلع گوجر خان کے ایک گاؤں جنڈ میں یکم جنوری 1947 کو پیدا ہوئے گوجر خان سے میٹرک کیا اور پھر برطانیہ آکر بریڈفورڈ مقیم ہو گئے۔

پنجابی کے نہایت معروف شاعر ہیں 1965 میں شاعری شروع کی اور پھر لکھتے ہی چلے گئے۔اب تک ان کی متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جن میں ''قدراں، گھوہڑے ساک، گڈیاں پٹو لے، ساہنجیاں یاداں، مٹھیاں کوکاں، پونجی، قلبِ سلیم، کو ہجے روگ'' ہیں۔اس کے علاوہ زیر ترتیب کتابیں ''اردو غزل، تروپے (پنجابی)، نمبل نرول اور وتھاں دلاں وچ پیاں'' ہیں۔

اس کے علاوہ بریڈفورڈ، لیڈز، اور دیگر شہروں میں وہ مشاعروں میں خالص پوٹھوہاری میں شاعری کا ایسا جادو جگاتے ہیں کہ ہال تالیوں سے گونج گونج جاتا ہے۔

ایک زمانے میں میرے پنجابی رسالے کا پہلا نام ''قدراں'' انہی کی ایک کتاب کا تھا اور آپ اس کے اعزازی ایڈیٹر بھی رہے۔بعد میں وہ رسالہ ''سویرا'' کے نام سے پانچ سال تک جاری رہا۔اور آپ اس میں تواتر سے لکھتے رہے اور اپنا ادبی مالی تعاون قائم رکھا۔

سلیم مرزا سے میری پہلی ملاقات ڈیوزبری میں تبلیغی جماعت کے ایک جلسے میں ہوئی جہاں میں دس دنوں کے لئے گیا ہوا تھا۔ان کی مخلصانہ اور محبت بھری شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا اور ایک نہایت خوبصورت دوستی کی ابتدا ہوئی جو آج آدھی صدی تک قائم ہے۔

سلیم مرزا کی پہچان پنجابی شاعری ہی ہے اور وہ اس میں کثرت سے لکھتے ہیں۔اس کے علاوہ مذہبی رجحان بھی ہے

پابند صوم صلاۃ ہیں۔ اپنے آبائی گاؤں میں غریب بچوں کے لئے باقاعدہ اسکول کھول رکھا ہے جہاں نادار بچوں کے تمام تعلیمی اخراجات خود اٹھاتے ہیں۔

سلیم مرزا محض دردِ ذات ہی نہیں رکھتے بلکہ دردِ کائنات کو اپنے سینے میں سمونے کا ظرف رکھتے ہیں اور اپنے اشعار کے وسیلے سے اس کے اظہار کا یارا بھی رکھتے ہے۔ ان کی غزلوں نظموں میں ہجر و وصال کے قصے نہیں بلکہ زندگی کی ترش و تلخ حقیقتوں سے آگاہی ہے وہ اپنے اشعار میں بے رحم سچائیوں کے پر خار رستوں سے آگاہ کرتے ہیں انہیں ایک خوشگوار انقلاب کی آمد کا یقین ہے اور اپنے خلوص و عزم پر بھروسہ بھی جس کا وہ کھل کر اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

ان کے اشعار سے یہ بھی آشکارا ہوتا ہے کہ ہجرتوں کی اذیت نا کی لفظ و شعر کے لباس میں صفحۂ قرطاس پر اترتی ہے تو ان کا غم کچھ ہلکا ہو جاتا ہے اور راحت و انبساط کی کہکشاں ان کی نظروں میں منور ہو جاتی ہے۔

ان کے چنیدہ اشعار کی نقل کرنے لگ جاؤں تو کئی صفحات درکار ہیں۔ اگلے صفحات پر آپ ان کی شاعری پڑھ کو خود اندازہ لگائیں کہ ہمارے سلیم مرزا کا انداز تحریر کس قدر آسان الفاظ میں دل کو لبھانے والا ہے۔

انہیں اپنے وطن کی مٹی سے عشق کی حد تک پیار ہے جس کا ثبوت ان کے تحریر کردہ ہر لفظ کی خوشبو سے محسوس ہوتا ہے۔ شاعر اپنا پیغام ملک ملک پہنچاتا ہے ان کے لئے لطف و نشاط کا سامان فراہم کرتا ہے اور ساتھ ہی روحِ شاعری کو بقائے دوام بھی دیتا ہے اور یہ تمام خوبیاں محمد سلیم مرزا میں پائی جاتی ہیں۔

میری لاکھ دعائیں ان کے ساتھ ہیں، شاعری کے ساتھ جو انہوں نے اپنے گاؤں میں اسکول بنا کر غریب بچوں میں علم کی شمع جلا رکھی ہے اللہ جل شانہ انہیں اس کا اجر عظیم دے۔ ایسا عظیم کام بہت کم شعرا کے حصے میں آیا ہے۔۔ کہ وہ اپنے شوق کے ساتھ ساتھ انسانیت کا درد رکھتے ہوئے نہ کہ اپنے اشعار میں بلکہ عملی طور پر بھی ثبوت دیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنے نیک مقاصد میں کامیاب کرے اور ان کی قلم میں بھی برکت دے۔۔ آمین

دل تے ساڈا اک شیشہ اے نہیں بھجد یوں دیری لگدی اے
ایہہ مال خزانہ ، بیگانہ پئی ساری دنیا ٹھگدی اے

کجھ ظالم لوک لٹیرے نیں جنہاں کیتے ظلم بتھیرے نیں
ہک میں ای گھلا کہندا انہیں ایہ کہنی سارے جگ دی اے

جد آپے اگاں لائیاں نیں سڑ گئیاں لاشاں سڑکاں تے
فر کہڑے موہنہ تھیں کہندے او ایہ غلطی ساری اگ دی اے

خود اپنی پیش صفائی کرن تے مجرم آکھن ہوراں نوں
کجھ سوچ سمجھ کے گل کرو دو تھیں تاڑی وجدی اے

ایہ دنیا مورکھ لوکاں دی کوئی گل سلیم دی سمجھے نہ
ہر پاسے خون خرابے تھیں پئی نہر لہو وگدی اے

ڈبدے سورج دا دکھ

ڈُبدے سورج دا دکھ افسوس نہ کر
اگے ودھ تکھ روشن ستاریاں نوں
دھوکھا کھاویاں نہ ہتھ پاویاں نہ
پھُل سمجھ کے شوخ انگاریاں نوں
بھلنا چاہویں جے زندگی دے دکھ اپنے
سینے لا لے دکھاں دیاں ماریاں نوں
صدقِ دل تھیں یاری سلیم لا کے
اک نوں یاد رکھ بھُل جا ساریاں نوں

جھوٹھ سچ

اپنے آپ ول تکھیا تے غور کیتا
میرے نالوں ہر بندہ گنہگار گھٹ ہے
رب فضلاں نال بخشے تے کرم اُس دا
اپنے عملاں تے مینوں اعتبار گھٹ ہے
قول و فعل دے وچ تضاد بوہتا
گلاں بہوں تے عملی کردار گھٹ ہے
جھوٹی دنیا دی فکر سلیم رہندی
اصل زندگی دی سوچ وچار گھٹ ہے

لمے پینڈے

کیہڑی چیز تے مان غرور کریئے
نہ ای مال اپنا نہ ای جان اپنی
خوشبو اپنا تعارف کرا دیندی
رکھدا پھل نال شجر پہچان اپنی
جے کوئی مل جائے رتبہ مقام وقتی
بھُل جاندا اوقات انسان اپنی
رہسی سچ دا نام سلیم زندہ
ملسی خاک وچہ جھوٹی ایہہ شان اپنی

❁

اج وارد ہویا میرے تے
میں لکھ لئی غزل اے تیرے تے
تیرے نور بھرے لشکارے تھیں
ہو جاندا چانن نہیرے تے
سب رونق میلہ تیرا اے
اس اُجڑے پجڑے ڈیرے تے
کدی آکے پھیرا پا جاویں
میں صدقے تیرے پھیرے تے
اج آؤنا خاص پروہنے نے
تاں بیٹھا کاگ بنیرے تے

ظاہر مٹھا باطن کوڑا

رام رام دی مالا جپدے بغل چھپائیاں چھریاں
مونہہ تھیں بولن مٹھی بولی وچوں زہری پڑیاں

باہروں دِسدے مٹھے شربت وچوں زہر دے پیالے
لُٹ لیندے نے دل دی مایا سوہنیاں شکلاں والے

دل میلا تے چہرہ نوری اُچے لقب لکھاون
ظاہر مٹھا ، باطن کوڑا شہد کلام کہاون

دین ویچ کے دنیا کھٹنی بے قدراں دا پیشہ
ظلم کماندے مول نہ ڈردے ظالم لوک ہمیشہ

بغض عناد ، غرور تکبر دل وچ ڈیرہ لاون
بھٹکے ہوئے رہبر مرزا کیوں کر فیض پہنچاون

کدی دُھپ کدی چھاں

ہکو جیا نہیں وقت ہمیش رہندا
کدی دُھپ کدی چھاں کدی سائے ہوندے

کدھرے موسم بہار برسات چھم چھم
کدھرے خزاں نیں ڈیرے لائے ہوندے

کدھرے پھلاں دی سیج سجائی جاندی
کدھرے کنڈیاں دامن پھیلائے ہوندے

کوئی غماں وچ ہسدے نہیں حال دسدے
بھانویں سینے وچہ زخم چھپائے ہوندے

وقت پھردا نہیں پھردیوں دیر لگدی
وخت کئیاں نوں وقت نیں پائے ہوندے

کئی اس دنیا نوں ونڈدے سلیم خشیاں
کئی اس دنیا دے ہتھوں ستائے ہوندے

❁

لغدے لوک بغانے سارے
جیسے ہین دیوانے سارے

مٹی میری سونے وانگوں
اس دے وچ خزانے سارے

لہو پلا کے پالے جیہڑے
مارن تیر نشانے سارے

سجن بیلی رُسن دے لئی
لبھدے پھرن بہانے سارے

مخلص کوئی سلیم نہیں ایتھے
مطلب نال یرانے سارے

پادری سلامت بریحہ زندانی (لندن)

Mr.Slamat Brahia Zindani

92,Lismore Park.Slough.SL2

PhNo:07463100093E.Mail:sbzindani@gmail.com

پادری سلامت برعیہ زندانی جن کو اکثر ادبی لوگ زندانی صاحب کے ہی نام سے جانتے ہیں۔آپ ایک طویل مدت سے مشاعروں کا اہتمام کرتے ہیں جو پہلے لی سٹریٹ کے کمیونٹی سینٹر میں اور پھر چند سال سے اپٹن پارک لین کے گرجا گھر میں ہوتے رہے اوران عبدالعزیز کے دولت کدہ پر۔ جہاں تمام مہمانوں کی نہایت لذیذ کھانوں سے تواضع کی جاتی ہے۔ان کی محفل میں دعوت عام ہے جس میں کافی تعداد مسلمان شعراوشاعرات کی ہوتی ہے۔زندانی صاحب اس کی نظامت کرتے ہیں اب انہوں نے ہر محفل میں کسی نہ کسی ادیب کی کتابوں کی تقریب رونمائی کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔آپ عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور پادری ہیں۔انگریزی اردو میں بے پناہ صلاحیت کے ساتھ تقریر کرتے ہیں۔اردو پنجابی اور فارسی زبانوں میں عمدہ شاعری کرتے ہیں۔آپ 13 جولائی 1947 میں سٹونز آباد خانیوال کے غریب مناد اور مزدور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسے سے حاصل کی ثانوی تعلیمی (انٹرمیڈیٹ) اسلامیہ ڈگری کالج خانیوال سے اور بی اے۔ایم اے اردو اور ایم اے انگریزی کی تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کرنے کے بعد مبلغ، مدرس اور لیکچرار پروفیسر بھی رہے چونکہ آپ کے والد صاحب مسیحی مناد ہونے کے ساتھ ساتھ محنت کش بھی تھے لہذا آپ کی پرورش مسیحی اور ادبی ہر دو حلقوں میں ہوئی اور آپ دونوں میدانوں میں متوازی خدمات میں وابستہ رہے۔میٹرک سے ہی نظم ونثر میں لکھنا شروع کیا۔شاعری میں ابتدائی رہنمائی اپنے شعبہ اردو کے معروف استاد و شاعر ماسٹر جیمز فراقؔ رئینسن آبادی سے حاصل کی ،بعدازاں پادری بی، عالم اظہر اور علامہ صرفؔ کلارک آبادی سے بھی استفادہ حاصل کیا۔

درس وتدریس اور مذہبی تبلیغی عملی میدان کا آغاز فیصل آباد سے کیا اور 1976 سے 1980 کے دورانیے میں سینٹ پال ہائی اسکول فیصل آباد میں تدریسی خدمات سرانجام دیں اور مقامی مذہبی وادبی جریدے "پیغامِ حق" کے

ایڈیٹر بھی رہے۔198 سے 1985 کے دورانئے میں کراچی منتقل ہو گئے اور پہلے پاکستان ایئر فورس کے ڈگری کالج میں تین سال تک، پھر پاکستان آرمی کے ڈگری کالج (ڈیفنس اتھارٹی کالج کراچی) میں ایک سال اور پھر پاکستان نیوی کے کالج (کارساز) میں گیارہ سال تک بحیثیت لیکچرار خدمات سرانجام دیں۔

1990 میں ایک سادہ طبیعت خاتون ٹینا ونسنٹ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اپنے بیٹے کے نام پر" سالومن ہائی اسکول اور لینگ وتیج سینٹر" بھی قائم کیا۔

کراچی کے قیام کے دوران وہاں کے ادبی اور صحافی حلقوں کے ساتھ بھر پور طور پر منسلک رہے۔2000 میں پاکستان نیوی کی تدریسی خدمات سے مستعفی ہو کر انگلستان تشریف لائے اور لندن سے" کمیونٹی ڈیلو پلیمنٹ تھیو لاجیکل کالج" (بارکنگ) سے چار سالہ تھیولاجی کی ڈگری حاصل کی۔تھیولاجیکل سیویئرز کالج میں سینئر پروفیسر بھی رہے ساتھ ہی لندن یونیورسٹی کے شعبۂ اردو SOAS (سواس) کے ساتھ بھی منسلک رہے۔

آپ پنجابی زبان کے منجھے ہوئے شاعر ہیں۔ایک فصیح و بلیغ شعلہ بیاں مقرر اور شاعر ہیں۔برطانیہ میں آپ کا ادبی تعلق ریڈیا اور ٹیلیویژن کے ہر دو ذرائع ابلاغ کے ساتھ ہے۔آپ ریڈیو آواز، سن رائیز اور خوشخبری کے ساتھ منسلک ہیں اس کے علاوہ آپ ونڈر فل ٹی وی، گلوی، گریس، ایم اے ٹیوی، گیٹ وے اور زندگی ٹی وی کے ساتھ بھی منسلک ہیں۔

اس وقت سلاؤ میں مقیم ہیں اور لندن کے اہم ادبی اور صحافی حلقوں کے ساتھ منسلک ہیں۔"ساون انٹرنیشنل" کے ایگزیکٹو ایڈیٹر ہیں اور عالمی مسیحی تنظیم" ساؤتھ ایشین کرسچین ایسوسی ایشن (ساکو) کے جنرل سیکریٹری ہیں اور لندن سٹی مشن کے تعاون سے منعقد ہونے والے تمام مشاعروں کی نظامت کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

دو کتابیں زیرِ ترتیب ہیں۔" کلام ربانی بقلمِ زندانی" اور" کلامِ رومانی بقلمِ زندانی"۔۔۔۔

آپ بے شمار اخبارات و رسائل میں بھی لکھتے ہیں۔روزنامہ مشرق، ہفتہ وار اخبار مزدور، ہم سخن، بادشاہت، شاداب، معیارِ زندگی کراچی اس کے علاوہ سابقہ ایڈیٹر" پیغامِ حق" اور موجودہ ایگزیکٹو ایڈیٹر" ساون" انٹرنیشنل۔

دلی دعا ہے خداوند کریم آپکو صحت تندرستی عطا فرمائے آپ نہایت محنتی انسان ہیں اور نہایت پرخلوص نرم لہجے والے منکسر المزاج دوست نواز انسان ہیں۔۔ ---------------------------------------

وفا حقیقت میں اک پہیلی ، ابھی ابھی تو پتہ چلا ہے
کھلا ہے جو پول اک وفا کا ، جبھی جبھی تو پتہ چلا ہے
ہے بے وفائی کی انتہا بھی وفا ، یہی تو پتہ چلا ہے
ہمارے پیارے وہ چھوڑ بھاگے ہیں جو سبھی پتہ چلا ہے
وفائیں سب بھینٹ چڑھ چکی ہیں کروڑھا بے وفائیوں کی
یہ ہم نہ مانے تھے ، آج پر سر پڑی ، تبھی تو پتہ چلا ہے
کئی حسینوں نے میرے دل کو یوں چپکے چپکے سے آ کے لوٹا
بہت دفعہ نہ ہوئی خبر تک ، کبھی کبھی تو پتہ چلا ہے
بہت دفعہ اُن کی عشوہ بازی سے ہم سے معصوم لٹ چکے ہیں
نظر کوئی چیر کر فضا دل میں آ چبھی تو پتہ چلا ہے
''شناسا سا ہوکر بھی اجنبیت'' کا فلسفہ تھا سمجھ سے بالا
شناسا ہو کر بنا جو اپنا ہی اجنبی تو پتہ چلا ہے
کسی کی اک آدھ مسکراہٹ بھی جان دیتی ہے بسملوں کو
ملی ہیں چند ایک مسکراہٹیں دبی دبی تو پتہ چلا ہے
وہ دل کا سہلانا ، دل لگانا ، بنا رہا برس ھا بچھارت
کسی نے کی آج ہم سے یزدانی دل لگی تو پتہ چلا ہے

انتہا کا کرب اور شوریدگی اچھی نہیں
انتہا کی تڑپ و غلطیدگی اچھی نہیں
انتہا کی خِلوت و زولیدگی اچھی نہیں
کھلیے ملیے ، اِس قدر پوشیدگی اچھی نہیں
زنگ آلودہ سا ہو جاتا ہے ہر بیکار ظرف
سالہا سالوں کی یہ دوشیزگی اچھی نہیں
چاند سے چہرے پہ ہلکا سا تبسّم لائیے
ہر گھڑی چپ ، خامشی ، سنجیدگی اچھی نہیں
مانگ کر دل لیجئے ، یا چھین کر لے جایئے
چوری کرنا جرم ہے ، دُرزیدگی اچھی نہیں
سب کے سب اہلِ خطا ہیں ، اہلِ دل ، اہلِ جمال
آپ کی خود ساختہ پاکیزگی اچھی نہیں
سادھوؤں کی سادگی ، سادہ بیانی کی عکاس
ہر جگہ ابہام کی پیچیدگی اچھی نہیں
ہر جگہ پر سُخن ور اپنی پذیرائی نہ مانگ
ہر جگہ کی چاہت و گرویدگی اچھی نہیں
دیر تک کھویا نہ رہ زندانیا افکار میں
اس قدر باطن کی یہ چسپیدگی اچھی نہیں

❁

دل کا فانوس گھر میں رکھا ہے
ایک جاسوس گھر رکھا ہے

دل بھی روتا ہے انسان کے بغیر
کتنا کنجوس گھر میں رکھا ہے

آبشاریں ہیں دو مری آنکھیں
میں نے قاموس گھر میں رکھا ہے

فقط شاعروں پہ بھونکتا پایا
کتنا منحوس گھر میں رکھا ہے

آئے دن سولی چڑھتے رہتے ہو
کیوں پیلا طوس گھر میں رکھا ہے

قلم ، کاغذ ، کتاب زندآئی
مال مخصوص گھر میں رکھا ہے

دیر میں جس شخص کا اک رازداں موجود ہے
سمجھ لو اُس شخص کا سارا جہاں موجود ہے
جب تلک اِس بے وفا جگ میں فلاں موجود ہے
اُس گھڑی تک تو مرا نام و نشاں موجود ہے
اُن کی حیراں سی نگاہیں پڑھ کے کہہ سکتا ہوں میں
اُن کی آنکھوں میں ہماری داستاں موجود ہے
حیف کہ ویرانیوں کی لذتیں تُو نے نہ لیں
کیوں بہاروں کا ذکر جب تک خزاں موجود ہے؟
وسعتِ کائنات کی تسخیر میں کھویا نہ رہ
وُسعتِ دل میں بھی اک کون و مکاں موجود ہے
پیار کی راہوں کے پیچ و خم سے تُو گھبرا نہ جا
یاں تو ہر اک قدم پر اک امتحاں موجود ہے
میں بھری محفل میں زندآنی غزل کیوں نہ کہوں؟
کہہ رہا جس کے لئے میں، وہ یہاں موجود ہے

اہلِ مغرب کی جہاں میں ناخدائی غلط ہے
دین سے انگریز کی یکسر جدائی غلط ہے
اہلِ یورپ کی خدا سے بے وفائی غلط ہے
برہنہ پن، بدقماشی، بے حیائی غلط ہے
اس فرنگی کی مسیح سے کج ادائی غلط ہے
غرب کی مذہب سے یہ بے اعتنائی غلط ہے
ہر جگہ پر خود نمائی، خودستائی غلط ہے
ہر جگہ دنیا میں اُن کی رُونمائی غلط ہے
ہر جگہ پر اُن کا قدم انتہائی غلط ہے
ہر فلاں نکتے پہ ان کی کاروائی غلط ہے
امن کی ہر آڑ لے کر ہر لڑائی غلط ہے
ہر جگہ پر خوامخواہ کی ہاتھ پائی غلط ہے
اُن کی ہر اک پالیسی اور پیش وائی غلط ہے
جو بھی اُن کی مصلحت ہے انتہائی غلط ہے
غلط ہیں قانون چند انسانیت کے نام پر
ہر جگہ پہ اُن کا دعویٰ راہنمائی غلط ہے
چرچ کے سب ٹھیکیداروں سے کہو زندآنیا!
اے ریاکرو! تمہاری پارسائی غلط ہے

سمن شاہ (پیرس)

فون نمبر:
ای میل: suman_shah@hotmail.fr

محترمہ سمن شاہ صاحبہ فرانس پیرس کی معروف شاعرہ ہیں۔ان سے ملاقات کا شرف بھی لندن کے مشاعروں میں حاصل ہوا۔آپ پیرس کے کئی ادبی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔"پیرس ادبی فورم کی چیئر پرسن بھی ہیں۔فرنچ گورنمنٹ سوشل ڈیپارٹمنٹ میں فیملی اسسٹنٹ کے طور پر"سیو دی چلڈرن ادارے میں پچیس سال سے خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

آپ کا مجموعہ کلام "تم سے تم" ۲۰۰۷ء پھر "ہمیشہ تم کو چاہیں گے" ۲۰۱۳ء میں منصۂ شہود پر آیا۔فرانسیسی نظموں کا اردو ترجمہ،فرانسیسی کہانیوں کا اردو ترجمہ اور نظموں کا اردو ترجمہ زیر طبع ہے۔

ایک طویل مدت سے ادبی سماجی خدمات کے صلہ میں آپ کو بے شمار نجی اور سرکاری اداروں نے ایوارڈ سے بھی نوازا۔"بارسلونا اہل قلم ایوارڈ، اردو جرمن کلچرل سوسائٹی ایوارڈ، یونیورسٹی آف لندن اسکول اورئنیل اینڈ افریقن اسٹڈیز اردو سوسائٹی کی جانب سے فیض احمد فیض ایوارڈ" کے علاوہ یورپ و پاکستان کی لاتعداد ادبی تنظیموں نے آپ کو اعزازی شیلڈ،تعریفی اسناد و سرٹیفکیٹ دیئے۔

اس کے علاوہ محترمہ سمن شاہ کو" آرٹس کونسل پاکستان کراچی نے فرانس میں ادبی سرگرمیوں اور اردو زبان کی ترویج کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے" آرٹس کونسل کراچی پاکستان" کا ثقافتی سفیر مقرر کیا۔

آپ کی شاعری اور دیگر ادبی سرگرمیوں پر دنیائے ادب کے بے شمار قلمکاروں نے آپ پر مضامین لکھے جو بے شمار اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔آپ کا خوبصورت شاعرانہ کلام اگلے تین صفحات پر آپ پڑھ کر تسلیم کریں گے کہ محترمہ سمن شاہ نے غزل کو کئی رنگ دیئے ہیں اور فکر و فن کے خزانے لٹائے ہیں۔ان کی شاعری میں معنویت اور نیا اسلوب بھی ملتا ہے،شعری تجربات اور زندگی کے تجربات کی ایک طویل داستان آپ کی غزلوں میں چھپی ہوئی ہے چونکہ آپ عصری شعور رکھتی ہیں اس لئے تجربات کی داستان میں انفرادیت نمایاں ہے۔

❁

اس دل میں کبھی آپ کی خوشبو کا گزر ہو
تاروں کے شبستاں میں کوئی رات بسر ہو

ہم کو بھی تو حاصل ہو محبت کی بلندی
لمحے ہوں کبھی خواب سے حسرت کا سفر ہو

جس پل میں تجھے سوچوں اسی پل تو مجھے سوچ
اے کاش کبھی یوں تو میرے زیرِ اثر ہو

دن میں بھی تری یاد مرے ساتھ رہے اور
ہر رات تجھے سوچتے بس میری سحر ہو

اک یہ بھی تمنا ہے کسی شب لبِ دریا
منزل ہو ترے ساتھ مرا چاند نگر ہو

ممکن تو نہیں پھر بھی یہی چاہ رہی ہوں
دیوانگی میری یہ سمنؔ زندگی بھر ہو

❁

لگتا ہے ربط ہی نہیں صبحوں کے ساتھ ساتھ
شاموں میں ڈھل گئی ہوں میں شاموں کے ساتھ ساتھ

یہ سانحہ بھی ہجر کا آزار ہی تو ہے
آنکھیں بھی جل بجھیں مرے خوابوں کے ساتھ ساتھ

جھولی میں بھر کے چاند کی کرنیں تری طرف
چلتے رہی ہوں رات کو تاروں کے ساتھ ساتھ

جاناں تمہاری یاد کے موسم ہرے بھرے
رہتے ہیں ہر گھڑی مری سانسوں کے ساتھ ساتھ

دیکھا ہے اس نے لاکھ زمانے کی آنکھ سے
اس نے جفا بھی کی ہے وفاؤں کے ساتھ ساتھ

مجھ پر بھی ہو نزول اجالوں کا اے سمنؔ
خواہش یہ جاگ اٹھتی ہے راتوں کے ساتھ ساتھ

❁

کبھی ہے پاس آنے کی تمنا
کبھی ہے دور جانے کی تمنا

مری تو جان ہی لے لے گی یک دن
مجھے یوں آزمانے کی تمنا

جلا رکھے ہیں چاہت کے دیے کیوں
جو دل میں ہے بجھانے کی تمنا

مری ہنستی ہوئی آنکھوں کو آخر
اسے کیوں ہے رلانے کی تمنا

یہ اس کے دل میں آخر کیوں بسی ہے
مجھے مجھ سے چرانے کی تمنا

❁

ترا مجھ سے خفا رہنا مجھے اچھا نہیں لگتا
بتاؤں کیا کہ اب کیا کیا مجھے اچھا نہیں لگتا

سدا میں تیری نظروں کا رہوں محور مرے ہمدم
ترا اوروں کو بس تکنا مجھے اچھا نہیں لگتا

تو مجھ سے بات کر اور میرے بارے میں ہی سوچا کر
ترا لوگوں میں گم رہنا مجھے اچھا نہیں لگتا

یہ میرے دل کی بے چینی یہ پاگل پن میرے دل کا
تجھے لگتا ہے گر اچھا مجھے اچھا نہیں لگتا

بے سکوں دل نگر ہے تو یوں ہی سہی
وہ جفا گر اگر ہے تو یوں ہی سہی

دل شکن اس کی ہر ادا ہے مگر
یہ مری آنکھ تر ہے تو یوں ہی سہی

یہ قدم میرا جس جا پہ رکنے لگا
اس کا وہ سنگِ در ہے تو یوں ہی سہی

میری رنگوں سے بھر پور یہ زندگی
ایک تتلی کا پر ہے تو یوں ہی سہی

میری قسمت کا ہر فیصلہ آج سے
اس کے زیرِ اثر ہے تو یوں سہی

اس کے دل میں اگر چہ جگہ نہ ملے
اس کی نظروں میں گھر ہے تو یوں ہی سہی

زندگی سے نہیں ہے مجھے کچھ گلہ
اور دکھ ہمسفر ہے تو یوں ہی

بے کلی سی دلوں کو چھو رہی ہے
تشنگی رت جگوں کو چھو رہی ہے
میں عجب موسموں میں کھو گئی ہوں
زندگی نئی رتوں کو چھو رہی ہے
جل ترنگ بج اُٹھے ہیں جسم و جاں میں
اِک تمنا سروں کو چھو رہی ہے
یہ ہوا کی شرارت کا اثر ہے
برہمی بادلوں کو چھو رہی ہے
جو کرن جھلملاتی تھی نظروں میں
اب تری چاہتوں کو چھو رہی ہے
نیلمی چاندنی راتوں کی خوشبو
آرزو کے پروں کو چھو رہی ہے
جو ترے لب پہ ہے شبنم مہکتی
بے خودی کی حدوں کو چھو رہی ہے
کیا کروں میں کہ مری بندگی اب
عشق کی وحشتوں کو چھو رہی ہے

سلیم فگار (لندن)

Mr.Saleem Figar

Mob: +44 7490 714094

سلیم فگار سے میری دوستی دو دہائیوں سے بھی زیادہ ہوگی۔آپ بھی میرے شہر جہلم کے رہنے والے ہیں۔گورے چٹے صحت مند ہنستے مسکراتے نہایت مخلص دوست ہیں۔غم روزگار بیوی بچوں کی ذمہ داریوں کو نبھانے میں مصروف مگر ادب کی محبت میں سرشار اب تک دو نہایت اعلی خوبصورت شعری مجموعات شائع ہوکر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔یہ نوجوان شعرا برطانیہ کی ادبی دنیا کا مستقبل ہیں جن میں سلیم فگار بھی شامل ہیں۔نظم ان کی خوبی ہے جبکہ غزل میں بھی نام پیدا کیا۔میرے مشاعروں اور ٹیوی پروگرام میں کئی بار جلوہ افروز ہوئے۔ان کا پہلا شعری مجموعہ "ستارہ سی کوئی شام" 2015 میں شائع ہوا اور پھر 2019 میں دوسرا مجموعہ کلام "تغیر" جس نے ان کا نام برطانیہ کے صف اول کے شعرا میں شمار کیا۔پہلے مجموعہ کلام کی تقریب رونمائی بھی والتھم فاریسٹ کے خوبصورت ٹاؤن ہال کے چیمبر میں بڑی دھوم دام سے منائی گئی جس میں لندن اور گردونواح کے بیشمار شعرا و شاعرات نے شرکت کی۔

آپ اپنی پہلی کتاب "ستارہ سی کوئی شام" کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میرے پورے خاندان میں دور دور تک کوئی ایسا فرد بھی نہیں جسے شاعری سے شغف ہو اور نہ ہی میرا کسی اہل زبان گھرانے سے تعلق ہے۔یہ سایہ دار پیڑ میرے شعور میں کب اور کیسے اُگا میں اس خوشگوار حادثے سے مکمل طور پر لاعلم ہوں۔میں نے جو کہا اور جو نہیں کہہ سکا،اسے کہنے کی کوشش میں آج بھی اپنی روح کے تپتے صحرا میں آگہی کا کرب سہتا ہوا ان دیکھی منزل کی طرف مصروفِ سفر ہوں۔۔"

میں سمجھتا ہوں سلیم فگار نہایت سچا سُچا اور صاف گو انسان ہے۔۔ورنہ یقین کریں سابقہ پچیس سالہ ادبی دور میں بے شمار ایسے شعرا و شاعرات ملے جو بقول ان کے پیدائشی اور خاندانی شاعر ہیں مگر جب مشاعروں میں اپنا کلام سناتے ہیں تو لوگ آپس میں کانا پھوسی میں یا اپنے موبائیل پر مصروف ہو جاتے ہیں۔۔!!

سلیم فگار کی منظومات چلتی پھرتی اور باشعور صدائے وقت سے بہرور اور ہر آہٹ پر کان لگائے بیٹھی ہیں۔

ان کی غزل کا دامن ہمیشہ بہت وسیع رہا ہے اور اس نے اپنے اندر ہر قسم کے حالات کو سمویا ہے۔ ذرا ان کے یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

ے
وقت اک بگڑا ہوا بچہ ہو جیسے شاہ کا
ہر گھڑی ہی اک نیا جس کو کھلونا چاہیے
کیسا موسم ہے کہ قبریں اُگ رہی ہیں چار سو
خاک کو اتنا نہیں زرخیز ہونا چاہیے

قلم کے سفر میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپنا دکھ پوری انسانیت کا دکھ لگتا ہے اور کسی بھی دوسرے کا دکھ اپنے اوپر گزرتا محسوس ہوتا ہے پھر وہاں قلمکار ایک فرد نہیں رہتا۔ سلیم فگار نے بھی اسی طرح دکھوں کی کھیتی دل میں اگا رکھی ہے۔ شاعر ویسے بھی عام لوگوں سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اور یہی حس الفاظ کو لہو کی آنچ میں پگھلا کر شعراً گاتی ہے۔

لہو کی آنچ سے پگھلایا میں نے لفظوں سے
خیال ایسے نہیں شاعری میں ڈھالے ہوئے

سلیم فگار نے اپنی شاعری میں سینکڑوں موضوعات پر لکھا، ان کا مشاہدہ، مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ مجھے ان کی دوستی کا اعزاز حاصل ہے ان کی عام گفتگو میں بھی شاعری کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ ان کا اخلاص کردار میل جول اور رویہ ہر کسی کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ ہر کوئی انہیں اپنا خاص قریبی دوست سمجھتا ہے۔ شاعر کا ایک اچھا انسان ہونا دو آتشہ ہوتا ہے

ہم غیر وطن میں بسنے والے لوگوں کا سب سے بڑا المیہ وطن سے ہجرت اور پھر غم روزگار کی بیڑیوں میں ساری عمر کی قید ہمیں سدا بے چین رکھتی ہے اور ہر شاعر نے اس دکھ کو اپنے اشعار میں پرویا ہے۔ سلیم بھی ہجرت زدہ ہیں، کہتے ہیں۔

نہ پوچھ مجھ سے بسے گھر کی رونقیں کیا ہیں کہ میں تو رہ گیا باہر ہی در بناتا ہوا
یہ کیا طلسم کہ صحرا کی جلتی ریتوں میں فگارؔ ڈوب گیا ہوں بھنور بناتا ہوا

بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اس خوبصورت شاعر پر مگر افسوس کہ کاغذی پیرہن اجازت نہیں دیتا۔۔ اگلے صفحات پر ان کی خوبصورت شاعری پڑھیں اور محظوظ ہوں۔۔۔۔۔

زندہ رہ کر خود میں مرنا پڑتا ہے
ایسے بھی حالات سے پالا پڑتا ہے

دشتِ شب سے خوابوں کی تعبیروں تک
رستے میں اِک آگ کا دریا پڑتا ہے

شامِ وصل سے پہلے ہجر کی راہوں میں
مٹی ہو کر خاک سے اُگنا پڑتا ہے

ہم وہ سوداگر ہیں گرانی میں جن کو
کبھی کبھی تو خود کو بیچنا پڑتا ہے

کام ادھورا چھوڑ کے اکثر رستے میں
خاک کی ناؤ سے واپس لوٹنا پڑتا ہے

اپنی آنکھیں بھی پہچان نہ پائیں جب
گھر کا ہر اک آئنہ توڑنا پڑتا ہے

بدن کی قبر میں زندہ اُتر گیا میں تو
حیات تیری رفاقت میں مر گیا میں تو

مجھے سمیٹنے آیا تھا دستِ ہمدردی
ہوا میں گرد کی صورت بکھر گیا میں تو

ملا تھا خود سے میں کل رات بند کمرے میں
ذرا سی دیر میں اشکوں سے بھر گیا میں تو

زمیں پہ درد کے موسم اترنے والے ہیں
اسی خیالِ اذیت سے ڈر گیا میں تو

جسے تم آخری منزل سمجھ رہے ہو مری
زمانہ پہلے وہاں سے گزر گیا میں تو

وہاں پہ کون ہے جو مجھ کو جانتا ہوگا
فگارؔ گاؤں اگر لوٹ کر گیا میں تو

۞

دریا کو روشنی کی روانی میں رکھ دیا
جلتے ہوئے چراغ کو پانی میں رکھ دیا

دوزخ کی آگ اُس نے مرے خون میں بھری
صحرا کی تشنگی کو جوانی میں رکھ دیا

دے کر بہشت اپنی کوئی دیر کے لئے
تا حشر مجھ کو نقل مکانی میں رکھ دیا

کردار پہلے جامد و سیّار کے لکھے
پھر شش جہت کو اُس نے کہانی میں رکھ دیا

کھودا ہے پہلے لفظ کے صحرا کو اور پھر
تہہ کر کے خود کو سینۂ معنیٰ میں رکھ دیا

۞

تازہ ہوا کو کھینچ کے لانے میں مر گئے
کچھ پیڑ میرے سانس کمانے میں مر گئے

اوجِ فلک سے خاک پہ اُترے تھے اور پھر
ہم اس زمیں سے لوٹ کے جانے میں مر گئے

شعلوں کا رقص دیکھنے آئے تھے جتنے لوگ
تیرے بدن کی آگ چرانے میں مر گئے

خنجر چلا کہیں نہ کسی کا لہو بہا
دیوانے تیری آنکھ دبانے سے مر گئے

اک دوسرے سے پوچھ رہے تھے تمام لوگ
وہ کون تھے جو آگ بجھانے میں مر گئے

رکھے ہوئے تھے رہن فگار اپنے پاس ہم
اپنا ہی قرض خود کو چکانے میں مر گئے

کہا ہے کس نے غمِ تیرگی میں رہتا ہوں
میں آگہی کی گھنی روشنی میں رہتا ہوں

ٹپکتا ہے مری آنکھوں سے اس لئے پانی
کسی کی یاد کی سرکش ندی میں رہتا ہوں

مجھے تراش مجھے اور بھی نمایاں کر
میں اپنے عہد کی بے چہرگی میں رہتا ہوں

زباں پہ آتے ہی سب لفظ سہم جاتے ہیں
بیان ہو کے بھی ناگفتنی میں رہتا ہوں

خدا نے عالمِ بالا میں جو کیا مجھ سے
اُسی کلام کی آسودگی میں رہتا ہوں

فرار

بے چہرہ سے لوگ ہیں سارے
بے آواز سی باتیں
خالی بے سدھ آنکھیں ان کی
ہر پہچان سے عاری
ان کے برف سے ہاتھوں میں ہے
ٹھنڈی یخ بیزاری
اس خصلت کے لوگوں میں کیوں
میں نے عمر گزاری
اب تو دل بھی اوبھ گیا ہے
بے مہروں میں رہتے
ایسے شہر سے ہجرت کی
اب کرنی ہے تیاری
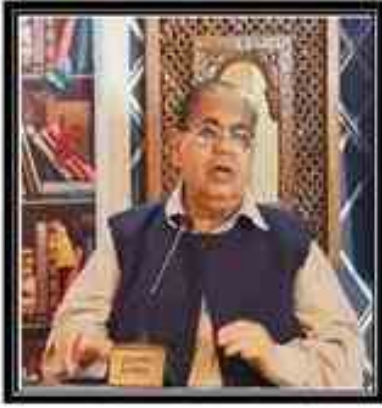
سعید مجید خان، ایڈنبرا (مرحوم)

سعید مجید صاحب سے میری ملاقات تو نہیں مگر ان کو اکثر اسکاٹ لینڈ کے مشاعروں کی خبروں اور تصاویر میں دیکھا آپ نے بھی رفعت شمیم کے ڈرامہ "فرحت علی بیگ ڈرامہ" دلی کے ایک مشاعرہ میں حصہ لیا تھا۔

آپ 1957ء میں پنجاب کے قصبہ احمد پور لمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ ضلع رحیم یار خان کی تحصیل صادق آباد میں آتا ہے اور صوبہ سندھ کے باڈر کے قریب واقع ہے اسی لئے اس کی زبان پر سندھی اثرات موجود ہیں۔ تقسیم ہند تک یہ علاقہ ریاست بہاولپور کا حصہ تھا،

سعید مجید کے والد گرامی ڈاکٹر عبدالمجید خاں 1947ء میں پنجاب ہندوستان کے ضلع ہوشیار پور سے ہجرت کر کے ریاست بہاولپور میں آباد ہوئے اور ان کی ملازمت یزمان میں ہونے کے باعث سعید مجید خاں نے تعلیم کا آغاز بھی دارالخلافہ چولستان یزمان منڈی سے کیا۔ 1968ء میں سعید مجید کے والد صاحب اسکاٹ لینڈ کے دارالخلافہ ایڈنبرا تشریف لے آئے اور سعید مجید صاحب اپنے آبائی قصبہ احمد پور لمہ منتقل ہوئے اور وہیں سے درجہ بدرجہ تعمیر ملت اسکول رحیم یار خان، صادق پبلک اسکول بہاولپور اور خواجہ فرید گورنمنٹ کالج رحیم یار خان میں زیر تعلیم رہنے کے بعد 1978ء میں عمرانیت و معاشیت میں اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے گریجوایشن کی ڈگر حاصل کی اور اسی سال اپنے والد صاحب کے پاس ایڈنبرا آ گئے۔ تب سے آپ یہیں آباد ہیں۔

محترم سعید مجید خاں کا شمار برطانیہ کے صفِ اول کے شعرا میں ہوتا ہے اور متعدد بار آپ نے ایڈنبرا اور گلاسگو کے عالمی مشاعروں اور دیگر ادبی تقریبات میں شرکت کی اور داد وصول کی۔

آپ گذشتہ 30 برس سے بزم اردو اسکاٹ لینڈ کے نہ صرف بورڈ ممبر رہے بلکہ خزانچی کے فرائض بھی ادا کئے۔

ان کی شاعری میں خاص طور پر غزلیہ شاعری میں غزل کا بانکپن پوری تابانی کے ساتھ پورے جوبن پر ہے۔

(دلی افسوس ہے کہ سعید مجید صاحب سے میرا رابطہ نہ ہو سکا اور وہ چند دن پہلے رحلت فرما گئے۔ میں نے وہاں کے غوری صاحب کو بھی پیغام بھیجا کہ مجھے انکا فون نمبر دیں یا انہیں بتائیں مگر کوئی جواب نہ ملا 10 فروری 2023)

❁

آتشِ گل ابھی مچلتی ہے
آنچ حلقہ نما سی جلتی ہے

یوں لٹے شیخ اُن کی مسکن پر
توبہ ، توبہ بھی ہاتھ ملتی ہے

جنبشِ رُخ سے ایک لمحہ میں
تیرگی چاندنی اُگلتی ہے

اُس قدم کی روانیاں قرباں
بادِ صبح دُم دبا کے چلتی ہے

دید اُن کی ہے عین عید سعیدؔ
آج کوزے میں خیر ڈلتی ہے

❁

جس کی صورت سے پیار ہے تجھ کو
اُس کی عادت سے واسطہ کیا ہے

وہ ہوا خاص پُر حسین تو ہے
جھوٹے وعدوں کا پھر گلہ کیا ہے

عین ہے وسطِ وصل فکرِ فراق
ہے جنوں رشقِ انتہا کیا ہے

قربتِ سنگ سے آشنا جو ہوئے
آج جانیں وہی جفا کیا ہے

یاد ہی وصل ہے نصیبِ سعیدؔ
ہجر جانے میری بلا کیا ہے

ان میں دم دم بسی خزائیں ہیں
کن بہاروں کو یار چھیڑا ہے
دل نے وہ زخم زخم رکھا ہے
تُو نے جو بار بار چھیڑا ہے
میرا محسن ہے بھول سے اس نے
یوں میرا سنگسار چھیڑا ہے
یہ شکستۂ غم کا مرہم ہے
تب ہی ٹوٹا یہ تار چھیڑا ہے
بھولی تشنہ لبی کی چارہ گر
آنکھ نے ابرِ بار چھیڑا ہے
خوب غنچوں نے لب کشا ہو کر
خار کا اعتبار چھیڑا ہے
دور سے جانِ حال لے کے سعید
اُس نے غم کا وقار چھیڑا ہے

میرے جگر کی راکھ تو ہونی تھی دَم ہوئی
تیرے تجسسات کی آتش تو نَم ہوئی
بے کس پہ التفات کی بارش کے نام پر
ہر بوند برق بار ہی بہرِ ستم ہوئی
مل کے چلیں گے ہم یہ مجھے سوچنا ہوا
رفتار اُن کی بڑھ گئی اپنی جو کم ہوئی
کاندھے پہ چڑھ کے دوستی چلتی جو تھی کبھی
اُس کو قدم ملے ، تو فقط دو قدم ہوئی
امید ٹوٹنا ہی ، تیرے کام آگیا
اے دل وہ روز روز کی ہَس ہَس ختم ہوئی
اجرامِ قتل میں بھی اُنہیں داد دیجئے
تریاق ڈھونڈنے کی پوری رسم ہوئی
ہم اپنی قسمتوں کا بناتے رہیں سعید
آخر بنے جو لوح پہ قسمت رقم ہوئی

❁

بھلا دے جو جفاؤں کو جفا اُس کو وفا کہیے
تو کہیے ہے میرا قاتل ، سراپائے وفا کہیے

بلا کا ظرف جو اِک ناتواں کو بے اماں کر دے
اُسے کہیے سمندر ، یا بحیرائے اَنا کہیے

ہوا ، نا آشنا میں یہ مجھے تسلیم ہے لیکن
ذرا کہیے زمانے سے ، تیرا نا آشنا کہیے

ہمیں اب بھی سلیقِ آشنائی کو نبھانا ہے
ہمیں کہیے بھلا چاہے ، بھلا چاہے ، برا کہیے

سبھی پینے ہیں پیانے سعیدؔ اپنے مقدر کے
جفا کہیے ، عطا کہیے ، فنا کہیے ، بقا کہیے

❁

رَحمتِ احساس ہے اور زحمتِ سفر کچھ بھی نہیں
وہ بھی احساسِ ندامات سے دِگر کچھ بھی نہیں

چارہ سازی کے لئے چارہ گروں کو چھوڑ دو
جب سے چھوڑا ہے مجھے تب سے فکر کچھ بھی نہیں

ہم نہ مانگیں دعا سامنے آؤ ورنہ
ہاتھ پھیلانے میں دیکھا ہے اثر کچھ بھی نہیں

کیا تیرے جلوۂ احسان کو دل سے دیکھوں
پائی ہے اک عمر ، ایک عمر کچھ بھی نہیں

کچھ بنائے جو تیری یاد نے آنسو موتی
ہیں وہی لعل و گُہر کچھ بھی نہیں

سعیدؔ ، الفاظ کے مشاق ، بنے پھرتے ہو
ما سوا چاکِ گریباں ، یہ ہنر کچھ بھی نہیں

ساجد محمود رانا

فون نمبر: 155066 7717 44+

ہمارے نوجوان شاعر محترم ساجد رانا صاحب 1976 میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی چونکہ پاک آرمی میں تھے لہذا مختلف شہروں میں رہنے کا اتفاق ہوا ابتدائی تعلیم سکھر سندھ میں ہوئی 1987 میں والد صاحب ریٹائیر ہوئے تو لاہور سکونت اختیار کی اور وہیں اعلی تعلیم حاصل کی۔

2000ء میں آپ لندن آ گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔''نور ووڈ'' میں رہائش پذیر ہیں اور سیکنڈ ہینڈ کاروں کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔زندگی کے اتار چڑھاؤ ہر انسان دیکھتا ہے دوست دشمنوں سے ہی نہیں دوستی دھوکے رشتوں کے بندھن پردیس کی دنیا بھی زندگی کی اصل شکل دکھا دیتی ہے اور انسان ہر روز ایک نیا سبق سیکھتا ہے رانا ساجد صاحب کو بھی اس نئی دنیا سے آشنائی ہوئی اور بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

بچپن کی حساس طبیعت کے ساتھ ادب سے لگاؤ تھا اور بے شمار اعلی اساتذہ شعرا کو پڑھا۔1997 سے شعر کہنے شروع کئے تو دوستوں سے خوب پذیرائی ملی اور مزید حوصلہ بڑھا۔گو مشاعروں میں بہت کم جاتے ہیں مگر یہ احساس ضرور پیدا ہوا کہ آپ بہت اچھے شعر کہتے ہیں اور سامعین پسند کرتے ہیں۔جس سے خود کو بھی راحت ملی اور مزید لکھنے کی بھی خواہش ابھری۔فیس بک نے بھی اچھا کردار ادا کیا جس نے حوصلہ افزائی کی کہ غزل،نعت کے بہت اچھے شاعر ہیں۔آج ان کی تین خوبصورت شعری مجموعے دنیائے ادب میں خوب پذیرائی حاصل کر چکے ہیں جو انڈیا پاکستان کے بک سینٹروں پر موجود ہیں۔جبکہ ایک مجموعہ کی دو ایڈیشن شائع ہوئے۔''صدیوں کا سفر۔ترے بغیر اور ابھی کچھ سانس باقی ہیں''پاکستان سعودی عرب، جرمنی، کینڈا اٹلی فرانس تک کے عالمی مشاعروں میں اپنے کلام سے داد حاصل کی۔ان کی کئی نعتیں اور غزلیں انڈو پاک کے گلوکاروں اور نعت خواہوں نے گائیں جنہیں بہت پسند کیا گیا جو یوٹیوب میں آج بھی موجود ہیں۔بہت سی عالمی ادبی تنظیموں کی صدارت کے فرائض بھی ادا کر رہے ہیں جو عالمی سطح پر اردو ادب کی ترقی میں اہم رول ادا کر رہی ہیں۔

رانا ساجد صاحب ایک سنجیدہ پرخلوص اور دوست نواز شخصیت کے حامل ہیں۔سدا سلامت رہیں۔۔آمین

❁

گفتگو جب بھی ترے پیار پہ آجاتی ہے
اک قیامت ترے بیمار پہ آجاتی ہے

دوش قسمت کو میں اس واسطے دے دیتا ہوں
تیغ ورنہ مرے دلدار پہ آجاتی ہے

بات کرتے ہوئے ڈر جاتا ہوں اکثر کیونکہ
بات چھوٹی بھی ہو دستار پہ آجاتی ہے

دینا پڑ جاتا ہے دیوار کو سایہ آخر
دھوپ جب بھی کسی دیوار پہ آجاتی ہے

کوئی چارہ نہیں چلتا ہے خموشی کے سوا
بات جب بھی ترے کردار پہ آجاتی ہے

اپنی بربادی کا بتلائیں سبب کیا یارو
داستاں گھوم کے اک یار پہ آجاتی ہے

اس طرح ختم ہوا اس سے تعلق ساجدؔ
جیسے مندی کسی بازار میں آجاتی ہے

❁

باشعوروں کو بھی نادان بنا دیتی ہے
دل لگی درد کا سامان بنا دیتی ہے

اک تمنا سے جنم لیتی ہے دل میں خواہش
اور خواہش کئی ارمان بنا دیتی ہے

کتنا دشورا ہو انسان کو مرجانا بھی
زندگی موت کو آسان بنا دیتی ہے

ایک کردار کی تبدیلی بڑی نعمت ہے
ایک کافر کا مسلمان بنا دیتی ہے

اتنے اشعار کسی کام نہیں آتے اور
اک غزل اچھی ہو دیوان بنا دیتی ہے

عمر بھر رہتا ہے گمنام یہاں پر شاعر
سانس رکتی ہے تو پہچان بنا دیتی ہے

پارسائی بھی عجب چیز ہے دیکھو ساجدؔ
ایک انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

❁

ملا ہے درد جو مجھے بیان میں نہیں رہا
میں تیر ہوں چلا ہوا کمان میں نہیں رہا

کسی کو زر ، زمیں ملی کسی کو گھر ہوا نصیب
میں منجھلا تھا اس لئے بھی دھیان میں نہیں رہا

بُرا نہیں بھلا ہوا کہانی ختم ہو گئی
مرا کوئی بھی رول داستان میں نہیں رہا

مرا خیال اور تھا مری اُڑان اور تھی
کچھ اس لئے بھی اب میں خاندان میں نہیں رہا

مری یہ تجھ سے دوستی یا دشمنی فضول ہے
کہ اب تُو میرے وہم و گمان میں نہیں رہا

ہم کو پیاری ہے بس خوشی تیری
تُو ہمیں چھوڑ کو ملال نہ کر

❁

ماہر کو ماہرین کا مطلب نہیں پتہ
عابد کو زاہدین کا مطلب نہیں پتہ

جس کو خدا کی ذات سے انکار ہے میاں
اس کو تو پھر یقین کا مطلب نہیں پتہ

ہر اک سے تم جو ہاتھ ملاتے ہو بے دھڑک
لگتا ہے آستین کا مطلب نہیں پتہ

تنہا ہوں میرے ساتھ نہیں کوئی دوسرا
مجھ کو منافقین کا مطلب نہیں پتہ

مجھ کو اختیار نہیں ہے خلوص پر
تجھ کو بھی حاسدین کا مطلب نہیں پتہ

یعنی کہ تم بھی قید ہو فرقوں کی قید میں
یعنی کہ تم کو دین کا مطلب نہیں پتہ

کرتے ہیں آسمان کی ساجد سے گفتگو
وہ جن کو اس زمین کا مطلب نہیں پتہ

محمد شریف بقا

فون نمبر:07448 612884

میرے جیسا طفل مکتب محترم شریف بقا صاحب جیسے عالی مقام ادیب شاعر محقق ماہر اقبالیات کے بارے میں کیا لکھے گا۔میں اپنے لئے خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ آپ نے ہمیشہ مجھے اپنا عزیز سمجھا اورنہایت پیار شفقت سے پیش آئے رہبری کی اورنہایت مفید مشوروں سے نوازا۔۔

یہ ہم سب کے لئے خوش قسمتی ہے کہ ہم اس دور میں زندہ ہیں جس دور میں محمد شریف بقا صاحب جیسا عالم و فاضل انسان موجود ہے اور ہماری خوش بختی کہ ہم نے ہمیشہ ان سے فیض پایا۔۔علم و دانش کے پھول سمیٹے۔

پروفیسر محمد شریف بقاء صاحب لاہور، پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ 1965 میں برطانیہ آئے درس و تدریس سے وابستہ رہے۔کالج کے زمانے سے لکھ رہے ہیں اور نثر، نظم دونوں میں لکھتے ہیں۔اردو کے علاوہ انہوں نے پنجابی زبان میں بھی شاعری لکھی ہے جو حال ہی میں میں نے کمپوز کر کے انہیں دی۔۔میرے لئے یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے کہ میں اب تک ان کی بیس سے زائد کتابیں کمپوز کر چکا ہوں۔میرے کمپیوٹر میں ماشاءاللہ ان کی کم از کم بھی چالیس کتابیں محفوظ ہیں۔آپ برطانیہ کے صفِ اول کے ادیب شاعر اور دانش ور ہیں۔نہایت منکسر المزاج اور اسم بامسمہ، نیک سیرت انسان ہیں جن سے پہلی ملاقات میں آدمی اسیر ہو جاتا ہے۔ان کی تصانیف کی نہایت طویل لسٹ ہے جس کے یہ صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔انہوں نے اب تک باسٹھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔آپ ماہر اقبالیات ہیں اور علامہ اقبال کے کلام، افکار ان کی بے شمار نظموں کے ترجمے و تشریح، خطبات اور دیگر موضوعات پر اب تک ان کی 15 کتابیں جن میں کچھ کتب کے کئی ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامیات کے موضوع پر، قرآنی مضامین جو اردو میں ایک اور انگریزی میں دو جلدوں کے علاوہ سات کتب شائع ہو چکی ہیں۔قائداعظم کے افکار اور سیرت و کردار پر چار کتب لکھی ہیں۔علامہ اقبالؒ کے فارسی کلام کو اردو میں منظوم کرنے کے علاوہ ان پر تفصیلی بحث اور آسان ترجمہ، قرآن کی بڑی بڑی صورتوں کی آسان زبان میں تشریح، پاکستان کے دیگر مشاہیر پر کتب، ایک شعری مجموعہ بنام ''سوزِ دل''، آپ کا ایک شعری مجموعہ ''آئینہ جمال'' بھی میں نے کمپوز

کر کے مکمل کیا مگر آپ کی بیماری کی وجہ سے وہ میری کمپیوٹر ہی میں بند ہو کر رہ گیا جس میں اردو، فارسی اور پنجابی شاعری ہے۔اس کے علاوہ آپ نے انگریزی میں بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔''جدید اردو ڈائجسٹ نکالا، لندن کے پاکستانی تاجراور تارکین وطن کے مسائل پر کتب، پاکستانی قومی ترانہ ترجمہ وتشریح کے تین ایڈیشن چھپ چکے، چوہدری رحمت علی پر تین کتابیں بھی شائع ہوئیں، ان کی کئی کتابیں پاکستان میں کالجوں اوراسکولوں کے نصاب میں شامل ہیں۔اور چالیس کے قریب مزید کتب کے مسودے طباعت کے لئے تیار ہیں ۔ برطانیہ کیا یورپ امریکہ تک آج تک کسی نے اس قدر ادبی کام نہیں کیا۔دراز قد سفید کھلتا ہوا رنگ چوڑی پیشانی سر پر ہمیشہ نمازی ٹوپی بغل میں چرمی بیگ چہرے پر پاکیزگی اور مسکراہٹ کے پھول کھلے ہوئے محمد شریف بقاء ہر ملنے والے کو اپنے خلوص و محبت کے سحر میں ایسے گرفتار کر لیتے ہیں کہ میری طرح پھر کوئی بھی ساری عمر اس خوبصورت سکون بخش اور بزرگانہ شفقت سے لبریز اسیری کو دل میں بسا لیتا ہے۔وہ ہمیشہ دوسروں کی رہبری کرتے انہیں ادبی مشورے دیتے، نئے نئے موضوعات پر لکھنے کو اکساتے اور ساتھ اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔بارکنگ، لندن کے علاقے میں وہ سال میں چار پانچ مشاعرے اور سیمنار کراتے رہے جو ان کی تنظیم ''مجلسِ اقبال'' کے زیر اہتمام ہوتے تھے۔علامہ اقبالؒ کے جنم دن اور برسی پر اسی طرح قائداعظم کی زندگی پر پاکستان کے قومی تہوار پر وہ اپنے سیمنار کے لئے اسی مناسبت سے مقررین کو مختلف موضوعات دیتے ہیں جن پر وہ تقاریر کرتے۔آپ کے بارے میں یہ مثال صادق آتی ہے کہ کسی صاحبِ علم کے پاس چند گھنٹے بیٹھنا برسوں کی ریاضت سے بہتر ہوتے ہیں۔شریف بقاء صاحب علم وادب کے عمیق سمندر ہیں انہیں کوئی موضوع دے دیں جس پر بغیر کسی تیاری کے فی البدیہ گھنٹوں بولتے رہیں گے اور سامعین پوری توجہ و خاموشی کے ساتھ سنتے رہیں گے۔انہیں لندن کے علاوہ امریکہ، سویڈن، ڈنمارک اور پاکستان میں علامہ اقبالؒ ڈے پر یا ان سے متعلق سیمنار پر بلایا جاتا ہے اوران کے علم سے مستفید ہوا جاتا ہے۔علم کے بحر بیکراں پروفیسر محمد شریف بقاء جیسے کسی شخص کی علمیت و شخصیت کے مداح ہوں تو پھر ان کے بارے میں کچھ لکھنا یا کہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔۔یہ عقیدت اور محبت صرف محسوس کی جا سکتی ہے بیان نہیں کی جا سکتی۔اللہ پاک انہیں صحت تندرستی والی طویل عمر عطا فرمائے آمین۔آجکل آپ کافی بیمار ہیں انہیں سٹروک ہو گیا تھا اور یادداشت بھی کافی کمزور ہو گئی ہے اللہ پاک انہیں صحت تندرستی عطا فرمائے آمین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہم ہو گئے نثار رخِ شعلہ بار پر
گرتی ہیں بجلیاں دلِ بے اختیار پر

اے قاصدِ ممات! ٹھہر جا ذرا ابھی
باندھی ہے ہم نے ٹکٹکی روئے نگار پر

کیوں محفلِ نشاط نہ برپا ہو آج رات؟
کچھ اعتبار ہم کو نہیں روزگار پر

کس کو بنائیں تختۂ مشقِ ستم وہ اب؟
بیٹھے ہوئے ہیں آج ہمارے مزار پر

اس بے وفا نے وصل کا وعدہ کیا تو ہے
کیسے ہمیں یقیں ہو پیمانِ یار پر

اہلِ خرد کو مصلحت سے کام ہے بقاؔ!
مردانِ عشق باز ہی چڑھتے ہیں دار پر

تیرا فراق باعثِ صد اضطراب ہے
تیرے بغیر زندگی میری عذاب ہے

ایسی نہیں ہے لالہ و سرو و سمن میں بھی
رخسار و زلفِ یار میں جو آب و تاب ہے

روتا ہوں تیری یاد میں اٹھ اٹھ کے رات کو
سارا جہاں بجز میرے مصروفِ خواب ہے

چھن چھن کے آرہا ہے رخِ یار کا جمال
رخسارِ یار اس طرح زیرِ نقاب ہے

دونوں جہاں بھلا دیے ہیں تیری یاد میں
اب تک مری نگاہ میں تیرا شباب ہے

بے نور زندگی میں مزا اب کہاں بقاؔ!
میرے لیے جہان میں وہ آفتاب ہے

طوافِ کوئے بتاں صبح و شام کرتے ہیں
ہم اپنی زندگی یونہی تمام کرتے ہیں

فسوں طرازیِ حسنِ بتاں کو کیا کہیے
بیک کرشمہ دِلوں کو وہ رام کرتے ہیں

ہزار بار فرشتوں سے ہیں بشر بہتر
فلاحِ عام کے صدہا وہ کام کرتے ہیں

اگر ہے جرم، محبت، تو سن لے اے واعظ!
یہ جرم وہ ہے جسے خاص و عام کرتے ہیں

رہِ یقین و صداقت پہ گامزن جو ہوئے
وہ دشتِ کرب و بلا میں مقام کرتے ہیں

خدا نے جن کو عطا کی نظر حکیمانہ
وہ بزمِ سرو وسمن سے کلام کرتے ہیں

جو اپنی ذات کی خاطر بقاؔ! ہو دین فروش
اسے تو دور سے ہی ہم سلام کرتے ہیں

پنجابی غزل

دل ساڈا اِک ساز اے جس توں ہر دَم نکلے پیت
جس توں دل دے تار نہ ہلّن اوہ کیسا اے گیت؟
گلّیاں بہ کے ہسنا رونا، گلّیاں ہی رہ جانا
اوہ وِی کوئی انسان اے یارو! جس دا کوئی نہ میت
زندگی ساڈی دَوڑ دے وانگوں، دنیا اے میدان
وَیکھیئے کِس نُوں ہار ہُندی اے، کِس نُوں ہُندی جیت
اہناں دا ناں رہ جاندا اے، اِس دنیا وچ باقی
جِنّاں رَب دے نال لگائی، سَچّی ہی پریت
اُہدی رونق دُگنی ہوَوے، اُہدا چرچا تھاں تھاں
شعر و ادب دِی محفل دَے وچ، ہووے جے سنگیت
دِل دی سَردی دُور کرے گی اَگ محبت والی
اَونُوں پُچھو سَردی کی اے جس نُوں لگّے سِیت
ہر اِک اپنے نفس دا بندہ، اپنی ذات چ گُم
کوئی کِسے دی وات نہ جانے، اَیخو جَگ دی رِیت
وِچھڑ گئے نے سجّن جہیڑے، موت دَے ہتھوں ساڈے
اَوہ بقاؔ! نہ جَگ وِچ آوَن، صدیاں جاوَن بیت

شائق نصیر پوری (لندن)

Mr.Shaiq Nasir pur

فون نمبر: 07556 187561

اصل نام محمد رمضان ہے اور ادبی نام شائق نصیر پوری استعمال کرتے ہیں۔ 19 مارچ 1943 کو نابھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ نہایت مخلص سادہ اور سچے کھرے انسان ہیں اپنے کوائف میں وہ خود لکھتے ہیں کہ۔۔۔

"میں چار سال کا تھا جب قافلے کے ساتھ دھکے کھاتے بہت تکلیف کا سامنا کرتے لاہور پہنچا وہاں کیمپ میں رکنے کے بعد سفر ہی میں والد صاحب فوت ہو گئے۔ انہیں دفنانے کے بعد تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کے نزدیکی گاؤں نصیر پور خورد جا بسے جہاں والدہ نے دوسرے رشتہ دار بچوں کے ساتھ مجھے بھی اسکول داخل کرا دیا۔ مگر جب چہارم میں پہنچا تو اتنے پیسے نہیں تھے کہ کتابیں خریدی جا سکیں۔ لہذا پڑھائی کو چھوڑنا پڑا حالات ہی ایسے تھے مشکل وقت میں رشتہ دار بھی پرائے ہو جاتے ہیں۔

نو سال کی عمر میں سرگودھا آ گیا جہاں ایک چائے کے کھوکے پر دو روپے ماہوار پر ملازم ہو گیا۔ یہ چائے کا کھوکھا چونکہ کچہری کے پاس تھا لہذا وکلاء اور بابو لوگ خوش ہو کر کچھ ٹپ بھی دے دیتے۔ اور گزارا چلتا رہا۔ پھر ایک دن روزی کی تلاش میں لیبیا جا پہنچا۔ اس وقت میرے پانچ بچے تھے۔ جو اللہ کے فضل و کرم سے سب حیات ہیں۔ وہاں اپنی بڑی بیٹی کو تصور میں رخصت کرتے وقت پہلی نظم ہوئی۔

یہ حکمِ خدا بھی اور سنتِ رسولؐ بھی حافظ خدا تمہارا میری جان جا رہی ہے

ابھی وقت نہیں آیا پر کل ضرورت ہو گی کہ دستِ دعا اٹھاؤ دخترِ رمضانؔ جا رہی ہے

کافی طویل نظم ہے جو پردیس میں بیٹی کی محبت میں ایک باپ کے دل کی حالت بیان کرتی ہے۔

مجھے قطعی علم عروض یا شاعری کے اتار چڑھاؤ کا علم نہیں تھا مگر محبت کے ایسے انمول جذبات سے تحریر شدہ اس نظم کو سب ساتھیوں نے بہت پسند کیا اور میری حوصلہ افزائی کی گئی۔ کہ میرے اندر ایک شاعری کی کونپل پھوٹی۔۔ اور آج الحمد للہ میری دو کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں جن کے لئے میں اپنے بہت ہی مربیّ محترم ڈاکٹر منور احمد کنڈے اور مخلص

دوست امجد مرزا صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے با قاعدہ صاحبِ دیوان شاعر بنا دیا۔ جب لیبیا سے لندن آنا ہوا تو یہاں کی ادبی فضا نے میرے اندر کے ٹمٹاتے چراغ کو ایسا بھڑکا دیا کہ پھر چل سو چل ۔۔مشاعروں اور مقامی شعرا کی عزت افزائی نے مزید حوصلہ دیا کہ میں لکھتا ہی چلا گیا۔''

میرے بہت ہی عزیز دوست بھائی جناب رمضان شائق صاحب نے واقعی اپنا حق ادا کر دیا۔آج ان کے دو شعری مجموعے ''شامِ سخن'' جس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور دوسرا ''شب تابِ سخن'' نے خوب پذیرائی حاصل کی۔آپ پنجابی اردو دونوں زبانوں میں مذاحیہ، سنجیدہ کلام لکھتے ہیں جنہیں مشاعروں میں تالیوں کی گونج میں سنا جاتا ہے۔

ان کے اشعار اس حقیقت کے ترجمان ہیں کہ وہ اپنے وطن کی خوشبو سے سرشار ہیں۔اور اس کی یاد انہیں خون کے آنسو رلاتی ہے۔ہجرتیں ان کا مقدر بنیں تو اپنے وطن کا خیال بھی پریشان کن بن گیا۔ ان کے اشعار سے یہ بھی آشکار ہے کہ ہجرتوں کی اذیت ناکی لفظ و شعر کے لباس میں صفحۂ قرطاس پر اترتی ہیں تو ان کا غم کچھ ہلکا ہوتا ہے اور راحت وانبساط کی کہکشاں ان کی نظروں میں منور ہو جاتی ہے۔

صبر سے لپٹا ہوں میں درد سے ہوں آشنا
ہاتھ میں جگنو مرے روشنی کی ابتداء
ہجر کے لمحات میں ہے دعا کا آسرا

آپ کی شاعری سہ ماہی ''قرطاس'' اور ماہنامہ ''قندیل ادب'' میں تواتر سے شائع ہوتی ہے۔اس کے علاوہ میرے مشاعرے میں اکثر تشریف لاتے ہیں۔جشنِ لندن اور قندیل ادب کے مشاعروں میں آپ کا نام نمایاں ہوتا ہے۔

ان کی پنجابی اور اردو شاعری کی غزلیں، نظمیں اگلے صفحات میں شامل ہیں انہیں پڑھ کر یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے جو کچھ بھی پیش کیا ہے وہ اپنے اندر احساس کی ایک ایسی دنیا رکھتا ہے جو باشعور قاری کے ذہن میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے۔۔اللہ پاک ان کو زندگی سلامتی کے ساتھ قلم میں برکت دے آمین۔۔۔
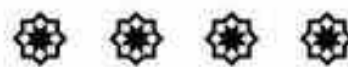
❀ ❀ ❀ ❀

تیری وفا کے میں جذبے کا احترام کروں
ترے خلوص کو جھک جھک میں سلام کروں

چھپا کے رکھے ہیں یادوں کے زخم سینے میں
چھپی یہ چیز ہے میں اس کو کیسے عام کروں

ترے خیال کو تجھ سے چُرا لیا میں نے
اب اشک بن کے تری آنکھ میں قیام کروں

مرے نصیب میں ہے خاک تیرے کوچے کی
سحر ہو در پہ ترے اور وہیں شام کروں

ثبوت میری محبت کا کم نہیں شاکؔق
دعا کے سارے ہی لمحات تیرے نام کروں

ابرو کمان ، گردن شمشیر ہو گئی ہے
تیار خود ہی اُس کی تصویر ہو گئی ہے

دل پر محبتوں نے قبضہ جما لیا ہے
اوروں کے نام میری جاگیر ہو گئی ہے

جب سے قدم رکھا ہے میں نے دیارِ شب میں
بے خوف سانس لینا تقدیر ہو گئی ہے

ممنون ہو کے بھی میں ہوں فائدے سے قاصر
زائل عنائتوں کی تاثیر ہو گئی ہے

آنکھوں نے جو کہا وہ دل نے سمجھ لیا ہے
بولے بغیر پوری تقریر ہو گئی ہے

پھر سے نکل پڑا ہوں میں خواہشوں کی جانب
لگتا ہے پھر سے ڈھیلی زنجیر ہو گئی ہے

پہچانتا ہے اب تو شاکؔق مجھے زمانہ
ظاہر سبھی پہ میری تحریر ہو گئی ہے

✿

چہرہ زیرِ آنچل ہو گیا ہے
نظر سے نور اوجھل ہو گیا ہے
سنا تھا آج اک ہوگا دھماکہ
عمل بد آج کا ، کل ہو گیا ہے
مری آنکھوں میں اشکوں کا سمندر
کسی صحرا کا بادل ہو گیا ہے
اُجڑے قلب میں بستی بسا لی
وہاں جنگل میں منگل ہو گیا ہے
جہاں سے نور بٹتا تھا گدا کو
ترا در کیوں مقفل ہو گیا ہے
مرا تو پیر ہے شائقؔ مسیحا
معمہ درد کا حل ہو گیا ہے

✿

فکر کی آلودگی سے پاک رہ
بندۂ رب ! صاحبِ اِدراک رہ

صبر کر ! نہ کبھی مغموم ہو
اپنے سجدے میں مگر غمناک رہ

سادگی کو گاؤں ہی میں چھوڑ آ
شہر میں آکر مگر چالاک رہ

جنتوں کا بھی کرو تم اہتمام
زیرِ پا اماں کی بن کے خاک رہ

نہ حسد کے بحر میں تم ڈوبنا
بن کے شائقؔ اس میں بھی تیراک رہ

راستے کانٹوں بھرے جوتے نہیں تھے پاؤں میں
رات طوفانی ، پہنچنا تھا ضروری گاؤں میں

شفقتوں میں گو بہت بھرپور ہے بابا کا دل
ماتا ہے بے مثالی جو بھری ہے ماؤں میں

غم کے بادل موج میں تھے رات بھر برسا کئے
شادمانی کے سفینے بہہ گئے دریاؤں میں

دشت میں جب یاد آئی بے وفا محبوب کی
آنکھ نے دریا بہایا وقت کے صحراؤں میں

جستجوئے یار میں شائق بھٹکتا ہی رہا
کاش مل جاتا سکوں زلفِ صنم کی چھاؤں میں

پنجابی غزل

ایدھر سی میں کلّم کلاّ اودھر کُل خدائی
حال جے ہووے ایہو جیہا چِتے کون لڑائی

مینوں لگا اک بھلیکھا سمجھاں زلف سی کھُلی
رات سنیہا انج وی شائق اُس دا لے کے آئی

آس امید ملن دی ایتھے نہ سی اوتھے مینوں
جتن ہزاراں کر کر ویکھے لیکھاں وچ جدائی

وقت اخیری ، تد محبوب نے منیاں مینوں سنگی
موقع ویکھ کے نٹھی آئی موت نے جپھی پائی

ساری رات میں روواں شائق سُن دا کُل محلّہ
جھلے سارے لوک ، نہ سمجھے یاد سجن دی آئی

حُسن سی اُس دا سب توں وادھو ہر کوئی صفتاں کردا
اُس دی لاپرواہی وچ وی نہ کوئی دِسے برائی

پروفیسر شاہد اقبال (لندن)

فون نمبر:07947 691543
ای میل : magabal@hotmail.com

پیدائش مقبوضہ کشمیر سرینگر مارچ 1958

تعلیم: بی اے امر سنگھ کالج سرینگر کشمیر۔۔بی۔ایڈ کالج آف ایجوکیشن سرینگر، کشمیر۔۔ایم۔ایڈ۔ایم اے اردو وایم فل، کشمیر یونیورسٹی سرینگر۔

نیز، تھیٹر ورکشاپ، ریڈیو اور ٹی وی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے 3 عدد ڈپلومہ بھی حاصل کئے۔سماجی، دینی معاملات میں شروع سے ہی دلچسپی رہی اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

soil vonsrvasion پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا اور اپنے فارم میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف اقسام کے پودے اگائے اور متعلقہ محکمے کو سستے داموں فروخت کئے۔

میٹرک کے دوران شعر و شاعری سے وابستگی رہی۔کشمیر میں بولی جانے والی زبانوں جن میں کشمیری، اردو، پنجابی، پہاڑی اور گوجری کی ادبی محافل میں شرکت کی وجہ سے مذکورہ زبانوں میں طبع آزمائی کی۔

کشمیر کی سب سے بڑی ادبی اکیڈیمی "اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگوئجز" کے ماہانہ مشاہیر "شیرازہ" اور آستانہ ادب" میں ان کے افسانے، نظمیں اور مضامین تواتر سے شائع ہوتے رہے۔

اپریل 1990 میں ان کی زندگی میں ایک ایسا موڑ آیا کہ تحریک آزادئ کشمیر کی خاطر ماضی کے حسین اور دلچسپ ایام کے ساتھ اپنے کاروبارِ زندگی اور عزیز و اقارب کو الوداع کہنا پڑا۔

جاتے ہوئے والد صاحب گھر پر موجود نہ تھے لہذا ان کے دروازے پر یہ شعر لکھ آیا۔

ے
یہ جدائی بھی کتنی عجیب ہے تجھے الوداع بھی نہ کہہ سکا
تیرے پاس رہنے کا ذکر کیا، تیرے شہر میں بھی نہ رہ سکا

کچھ مدت بعد احساس ہوا کہ میں نے یہ اچھا نہیں کیا کیونکہ والد صاحب یہ شعر پڑھ کر بہت روتے تھے۔
پروفیسر شاہد اقبال برطانیہ کے معروف کشمیری لیڈر رہیں اور اکثر آزادیٔ کشمیر کے متعلق جلسے جلوسوں کی قیادت کرتے ہیں۔1994 میں برطانیہ کے شہر بریڈفورڈ میں بین الاقوامی کشمیر کانفرنس میں شرکت کی اوراڑھائی ہزار کے قریب انسانی حقوق کی پامالیوں پر مبنی اشتہارات اور کتابچے تقسیم کئے اور تصویری نمائش کا اہتمام بھی کیا۔
برطانوی پارلیمنٹ میں بارہا کشمیر پر کئے گئے سیمنارز میں خطاب کیا،کویت پارلیمنٹ کی انسانی حقوق کی کمیٹی کی دعوت پر بھی انسانی حقوق اور کشمیر میں ہونے والے مظالم پر تقاریر کیں۔جس کی کویت اور دیگر عربی اخبارات نے انکے اس دورے کی خصوصی رپورٹ شائع کیں۔
برطانیہ کے طول وعرض خصوصاً بڑے شہروں میں کشمیر پر ہونے والے سیمناروں،کانفرنسوں اور اہم میٹنگ میں انہیں خصوصاً دعوت دی جاتی ہے اور انہیں نہایت دلچپسی سے سنا جاتا ہے۔
کامن ویلتھ کانفرنس اور ورلڈ پیس کانفرنسوں میں جہاں ملکہ برطانیہ اور نیلسن منڈیلا جیسی ہستیاں شریک ہوئیں وہاں بھی آپ نے کشمیر میں ہونے والے مظالم پر تقاریر کیں۔
سماجی وسیاسی دلچسپیوں کے علاوہ محترم شاہد اقبال صاحب ریڈیو سے وابستہ رہے آپ نہایت شستہ اردو میں اپنی آواز کا جادو جگاتے رہے۔اب بھی آپ لندن کے مشاعروں میں شریک ہوکر اپنی شاعری سے پہلے کشمیر کی بے بسی اور مظالم کا ضرور ذکر کرتے ہیں۔
شاعری میں زیادہ کلام کشمیر اور انسانی حقوق پر مبنی ہے علامہ اقبالؒ ان کے پسندیدہ شاعر ہیں جن پر آپ نے کئی نظمیں لکھیں۔انہیں لندن میں ہونے والے مشاعروں میں خصوصاً مدعو کیا جاتا ہے۔
ہماری ادبی تنظیم "والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم" کے باقاعدہ ممبر ہیں۔اس کے علاوہ لندن کی معروف تنظیم "کیئرلنک ٹرسٹ" جس کے وہ کنوینئر رہے۔
جسمانی طور پر قد آور ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ادبی،سماجی اور سیاسی طور پر بھی ایک قد آور شخصیت ہیں اور لندن میں ایک اچھے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔۔

❁

دینا میں اپنی آج وہ تاثر چاہیے
کہ خود سے لکھ سکیں وہ تقدیر چاہیے

کب سے تڑپ رہا ہے یہ خوابِ پریشان
اس کے لئے حسین سی تعبیر چاہیے

سورج کی طرح یکساں وہ نظرِ عنائت
انصاف کی آنکھوں میں وہ تنویر چاہیے

اب کوئی ستم گر نہ رہے میرے چمن میں
صیاد کا سر کاٹ لے وہ شمشیر چاہیے

وہ باعثِ رشک ہو وہ آزاد سی دنیا
وہ رشکِ جنت ہو وہ کشمیر چاہیے

مغموم صورتوں سے تڑپتا ہے شاہدؔ کا دل
جو دل نواز ہو اگر وہ تصویر چاہیے

❁

لی میرے احساس نے کروٹ تو پھر یاد آ گیا
درد بن کر وہ میرے دل کے جہاں پر چھا گیا

کون لکھ کر چل دیا ہے ریت پر اِک داستاں
کس کے دل پر وقت پھر ایسی قیامت ڈھا گیا

جیسے انساں چاہتا ہے ایسا کبھی ہوتا نہیں
کون اس سنگدل زمانے سے مرادیں پا گیا

تشنہ لب مانگے تو مانگے ریت کے صحرا سے کیا
دُور تک جا کر میرا دل لوٹ کر پھر آ گیا

ایک ایک چہرے کے پیچھے ہے چھپی اک داستاں
شاہدؔ درد کا ہے اک سمندر وہ مجھے سمجھا گیا

دعا

ٹوٹ نہ جائے کہیں بھرم میرا
میرے اللہ تُو ہی میرا مان رکھ
جب کبھی کشتی بھنور میں ہو میری
ساتھ میرے رُو میرا ایمان رکھ
تُو ہے محسن میں فراموشِ وفا
سر پہ میرے ایسا یہ احسان رکھ
تیری رحمت کا ہو سایۂ ہر گھڑی
دُور مجھ سے سایۂ شیطان ہو
بھائی کا قاتل نہ پھر بھائی بنے
دوست تو انسان کا انسان رکھ
جذبۂ اُلفت سے سرشار کر
نظر میری سب پہ تُو یکسان رکھ
میرے اللہ میں بہت مجبور ہوں
پاس میرے صبر کا سامان رکھ

میں کشمیر ہوں

میں کشمیر ہوں پر بہت مجبور ہوں
تُو رحم کر خدایا بہ واسطۂ نبیؐ
سراپا درد ہوں اور بصیرت بھی کم
تُو بخش از شفایا بہ واسطۂ نبی
وطن کی ہے فکر اور جدائی کا غم
تُو کر غم زمایا بہ واسطۂ نبی
دجالی ہے فوج اور حکومت بھی تنگ
تُو کر ان کا صفایا بہ واسطۂ نبی
مزارِ شہدا پہ عزیزوں کا ہجوم
تُو کرم کر خدایا بہ واسطۂ نبی
مقتل کو رواں طفیل وپیرو جوان
تُو نصرت اب کر بہ واسطۂ نبی
شاہؔد کی بستی میں ہے بیواؤں کا کرب
تُو ولید و قاسم عطا کر بہ واسطۂ نبی
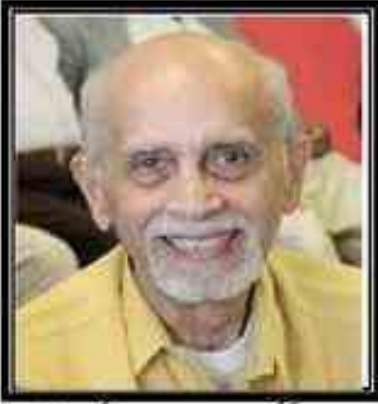
شمس الدین آغا (مرحوم)

Shamusdin Agha

شمس الدین آغا صاحب سے میری جان پہچان ان کے مختلف اوقات میں منعقدہ پروگرام میں ہوئی۔آپ برطانیہ کی معروف تنظیم ''مسلم انڈین فیڈریشن'' کے صدر ہیں جس کے تحت لندن میں لیٹن سٹون کے علاقہ میں ان کے سینٹر میں ادبی سماجی اور موسیقی کے پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔

بنیادی طور پر آپ ڈرامہ نگار ہیں ۔اپنے ڈرامے لکھتے ہیں ان کی ڈائیریکشن بھی اور اداکاری بھی خود کرتے ہیں۔یہ واحد انمول شخصیت ہے جنہوں نے لندن اور دیگر کئی شہروں میں کامیاب ترین اسٹیج ڈرامے کئے۔

آپ انڈیا کی پیدائش ہیں اور وہیں سے تشریف لائے اور لندن آ کر بس گئے۔جب آپ ہندوستان تھے تو وہاں ان کے روابط فلم ساز و ہدایت کار محبوب خان سے پیدا ہوئے۔مگر جلد ہی ان کی وفات کے بعد مشہور اداکار بلراج ساہنی اور نوشاد سے ان کی دوستی آخری دم تک رہی۔

لندن ڈراموں کا مرکز سمجھا جاتا ہے جہاں ویسٹ ہنڈ میں بے شمار ڈرامہ ہاؤس ہیں جہاں بڑے اعلی پیانے کے ڈرامے دکھائے جاتے ہیں۔آغا صاحب نے طویل محنت اور کھوج سے ٹیپو سلطان پر ڈرامہ لکھا اور اس زمانے کے انڈین ہائی کمشنر ڈاکٹر وی اے سعید محمود کی ہمت افزائی سے جس میں دیگر محکمہ جات کا بھی تعاون شامل تھا 1983 میں والتھم فاریسٹ لائڈز پارک تھیٹر کے علاوہ ویلز اور گلاسگو میں نہایت کامیابی سے یہ ڈرامہ پیش کیا جسے یہاں اردو کے ڈرامے کی سنگ میل کہنا درست ہوگا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مزید مختصر ڈرامے لکھے اور موقع بہ موقع انہیں پیش کیا جس کی انہیں بے پناہ پذیرائی ملی۔ 1969 میں بھی انہوں نے کنہیالال کی مزاحیہ تحریر ''مرزا غالب جدید شعرا کی محفل میں'' پر مبنی ایک ایکٹ کا ڈرامہ تیار کیا جس کو انڈیا لیگ کی جانب سے فرینڈس ہاؤز بوسٹن میں پیش کیا گیا۔1970 میں آغا صاحب نے بچوں کے لئے ڈرامہ '' چاچا نہرو'' تیار کیا جسے انڈیا ہاؤس میں پیش کیا گیا۔یہ ڈرامے کئی دنوں تک نہایت کامیابی سے چلے اور بہت پسند کئے گئے۔1978 میں انار کلی کے ڈرامے کو

ایک نئے انداز سے پیش کیا یہ ڈرامہ بھی کامیاب رہا۔1980 میں آپ نے "بات ایک رات کی" ڈرامہ پیش کیا یہ پہلے مشرقی لندن کے والتھم فاریسٹ لائیڈ تھیٹر میں اور اس کے بعد سارے ملک میں پیش کیا گیا۔اسی طرح آپ نے 1982 میں "مرزا غالب لندن میں" نہایت کامیابی سے پیش کیا جو بہت مقبول ہوا۔

تین سال کے بعد 1987 میں آغا صاحب پھر اردو اور مقامی تارکین وطن کے مسائل کی جانب متوجہ ہوئے۔اب کہ انہوں نے "لندن کی ہوا" شروع کیا جو نئی نسل کے مسائل پر تھا جو ایک طویل مدت تک ان کا سلسلہ جاری رہا۔منشیات اور شراب نوشی کی بڑھتی ہوئی وبا پر انہوں نے "شرابی" نام کا ڈرامہ لکھا جو کافی موثر ثابت ہوا۔ اہم ترین مسائل کو آپ بڑے خوشگوار اور مزاحیہ انداز میں پیش کرنے پر قادر ہیں۔سامعین کو تبسم یا ایک قہقہہ لا کر آسودہ کر دیتے ہیں چاہے موضوع کتنا ہی گھمبیر کیوں نہ ہو۔اسی طرح ان کا ڈرامہ "فلائیٹ چھوٹ گئی" "بالی ووڈ دیوانے" اور "سینٹر پر ایک دن" قابلِ ذکر ہیں۔انکے علاوہ سابقہ چار دہائیوں میں دیگر لوگوں نے بھی ڈرامے پیش کئے جن میں مجیب صدیقی، مصطفیٰ شہاب، رفعت شمیم، شاہدہ احمد اور پرویز عالم بھی شامل ہیں مگر ان کے اتنے ڈرامے نہ پیش ہوئے جبکہ آغا صاحب نے ایک طویل مدت تک برطانیہ میں ڈرامہ سازی پر حکومت کی اور ان کا اندز اتحریر ان سے مختلف تھا اور پیش کرنے کا انداز نہایت مضبوط اور ہنر مندانہ تھا جو بہت پسند کیا گیا اور مقبول ہوا۔ان کے ساتھ اداکاروں کا ایک قافلہ تھا جن میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کی تربیت آغا صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔

آپ نے ایک کتاب "میرے ڈرامے لندن میں" بھی تحریر کی جس میں آپ کے تمام ڈرامے شامل ہیں جو کہ ادب کی ایک نہایت قیمتی تاریخ اور اثاثہ ہے۔افسوس کہ آغا صاحب جولائی 2021 میں چند دن کی علالت کے بعد ہمیں جدائی دے کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ة

آغا صاحب سے میری دوستی بہت دیر بعد شروع ہوئی جس کا ہم دونوں کو افسوس ہے ورنہ آج میں بھی فخر سے کہہ سکتا تھا کہ آغا صاحب کے ساتھ میں نے بھی کام کیا ہے۔۔!!وہ بھی اکثر یہی کہتے کہ امجد بھائی۔۔بہت دیر سے ملے ہو۔۔مگر مجھے ان کی مخلص دوستی پر ناز رہا آپ نہایت ہنس مکھ اور پیارے انسان تھے۔۔اللہ پاک انہیں غریق رحمت کرے آمین۔۔۔۔۔۔۔

شہباز خواجہ (لندن)

Mr.Shahbaz Khawaja

Mob:+44 7824 697 669

E.Mail: shahbaz_khawaja@hotmail.com

اصل نام خواجہ محمد شہباز ہے مگر شہباز خواجہ کے نام سے جانے جاتے ہیں ،نوجوان شاعر ہیں۔نوجوان کا لفظ اسی لئے استعمال کیا ہے کہ برطانیہ کی ادبی دنیا میں لوگ اکثر شاعری ریٹائیر ہوکر کرتے ہیں جب دنیا کے سارے کاموں سے فارغ ہوجاتے ہیں۔اکثر مشاعروں میں نوجوان شعراو شاعرات کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔آپ ایک نہایت خوبرو اچھے قدوقامت کے مسکراتے ہوئے مخلص انسان ہیں اور بہت اعلی پیانے کے شاعر بھی۔

22اکتوبر 1976 کو پنڈی میں پیدائش ہوئی اعلی تعلیم حاصل کی اور 2006 میں لندن آ گئے۔لندن میں قانون کے شعبے سے منسلک ہیں اوراپنا ذاتی قانونی ادارہ ہے۔۔1994 میں شاعری کا آغاز ہوا۔

2005 میں پہلا شعری مجموعہ (آنکھ خواب بنتی ہے) ملک گیرادبی تنظیم "سخن ور" کے بانی ممبراوراس کے پہلے جنرل سیکریٹری رہے۔

میرے ٹیوی پروگرام اور مشاعروں میں اکثر شامل ہوئے اور اپنی خوبصورت شاعری سے خوب داد حاصل کی۔جب سے اپنی ذاتی قانونی فرم بنائی تب سے زیادہ مصروف ہوگئے اور خاص خاص مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں۔

ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا انسان ہونا بھی لازمی ہےاور یہ خوبی شہباز خواجہ میں موجود ہے۔

کسی کو پھول نہ دے پاؤں میں اگر شہبازؔ
کسی کی روح میں کانٹے چبھونے والا نہیں

جناب شہباز خواجہ صاحب بھی فکری جہات کی مختلف راہوں سے گزر رہے ہیں۔اوراپنی غزل کو گوناگوں تجربات سے عکس تاب کیا ہے۔ان کے فنکارانہ شعور سے وقافیت حاصل کرنے اور شاعرانہ مرتبے کا تعین کرنے کے لئے

ضروری ہے ان کے لفظ و شعر کے عقب میں جھانک کر حقائق جاننے کی کوشش کی جائے۔ ان کی چند خوبصورت غزلیں سامنے والے تین صفحات میں شامل کی گئی ہیں۔ جبکہ یہ ان کا مختصر سا کلام ہے جبکہ انہوں نے بہت کچھ لکھا اور خوب لکھا۔ غزل ایک طرف اجتماعیت کا مکالمہ ہے تو دوسری طرف آپ بیتی بھی ہے۔ چاہے جگ بیتی کی شکل میں کیوں نہ ہو۔

مرے مزاج، مرے حوصلے کی بات نہ کر
میں خود چراغ جلا کر ہوا میں لے آیا

ان کے اشعار اس حقیقت کے ترجمان ہیں کہ وہ اپنے وطن کی خوشبو سے سرشار ہیں۔ اور اس کی یاد انہیں خون کے آنسو رلاتی ہے۔ ہجرتیں ان کا مقدر بنیں تو اپنے وطن کا خیال بھی پریشان کن بن گیا۔

اب بھی انجان زمینوں کی کشش کھینچتی ہے
اب بھی شاید لہو میں کوئی ہجرت زندہ

انسانی جذبات و احساسات کو شعری پیرہن میں نہایت ہنر مندی کے ساتھ اور خوبصورتی کے ساتھ ڈھالنا ہی ان کا کمال ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی شاعری میں عام روایت سے ہٹ کر اچھوتے اور نئے اسلوب اختیار کئے ہیں۔ آپ جب بھی کسی مشاعرے میں جاتے ہیں اپنے خوبصورت اشعار سے خوب داد وصول کرتے ہیں آپ کی شاعری بہت دیر تک سامعین کے دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ خواجہ شہباز، سلیم فگار، اشتیاق زین، کامران کامی، سبینہ سحر، سمینہ رحمت، ڈاکٹر صفدر اور دیگر نوجوان شعرا نے برطانیہ میں غم روزگار کے ساتھ ساتھ ادب کو بھی زندہ رکھا ہوا ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک ان تمام نوجوان شعرا کی قلم میں مزید برکت سے کہ انہی کے دم سے ہماری زبان و ادب زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔۔

فلک کو چھوڑ کے ہم دربدر نہ تھے شہباز
زمیں سے ٹوٹا ہم کو خلاء میں لے آیا

❁

یہ کارِ ثمراں مجھ سے ہونے والا نہیں
میں زندگی کو بہت دیر ڈھونے والا نہیں

میں سطحِ آب پر اک تیرتا ہوا لاشہ !
مجھے کوئی بھی سمندر ڈبونے والا نہیں

بڑے جتن سے ملا ہے یہ اپنا آپ مجھے
میں اب کسی کے لئے خود کو کھونے والا نہیں

فصیلِ شہر! ترا آخری محافظ میں !
یہ شہر جاگے نہ جاگے میں سونے والا نہیں

وہ ایک تُو کہ ترے غم میں اک جہاں روئے
وہ اک میں کہ مرا کوئی رونے والا نہیں

کسی کو پھول نہ دے پاؤں میں اگر شہبازؔ
کسی کی روح میں کانٹے چبھونے والا نہیں

❁

کب گوارا ہے مجھے اور کہیں پر چمکے
میرا سورج ہے تو پھر میری زمیں پر چمکے

کتنے گلشن کہ سجے تھے مرے اقرار کے نام
کتنے خنجر کہ میری ایک نہیں پر چمکے

جس نے دن بھر کی تمازت کو سمیٹا چُپ چاپ
شب کو تارے بھی اسی دشت نشیں پر چمکے

یہ تری بزم ، یہ اک سلسلۂ نکہت و نُور
جتنے تاریک مقدر تھے یہیں پر چمکے

یوں بھی ہو وصل کا سورج کبھی ابھرے اور پھر
شامِ ہجراں ترے اک ایک مکیں پر چمکے

آنکھ کی ضد ہے کہ پلکوں پہ ستارے ٹوٹیں
دل کی خواہش کہ ہر اک زخم یہیں پر چمکے

ظلم جو شب کے اندھیرے نے چھپایا شہبازؔ
عین ممکن ہے کہ وہ دن کی جبیں پر چمکے

❀

ایسے رکھتی ہے ہمیں تیری محبت زندہ
جس طرح جسم کو سانسوں کی حرارت زندہ

روز اک خوف کی آواز پہ ہم اُٹھتے ہیں
روز ہوتی ہے دل و جاں میں قیامت زندہ

اب بھی انجان زمینوں کی کشش کھینچتی ہے
اب بھی شاید لہو میں کوئی ہجرت زندہ

طاعتِ جبر بہت عام ہوئی جاتی ہے
ایک انکار نے کی رسمِ بغاوت زندہ

ہم تو مر کر بھی نہ باطل کو سلامی دیں گے
کیسے ممکن ہے کہ کر لیں تری بیعت زندہ

ہم میں سقراط تو کوئی نہیں پھر بھی شہبازؔ
زہر پی لیتے ہیں رکھتے ہیں روایت زندہ

❀

وفا کا شوق یہ کس انتہا میں لے آیا
کچھ اور داغ میں اپنی قبا میں لے آیا

مرے مزاج ، مرے حوصلے کی بات نہ کر
میں خود چراغ جلا کر ہوا میں لے آیا

کھلا ہوا تھا تری پُھول سی ہتھیلی پر
تُو مرا نام بھی رنگِ حنا میں لے آیا

دھنک لباس ، گھٹا زُلف ، دھوپ دھوپ بدن
تمہارا ملنا مجھے کس فضاء میں لے آیا

وہ ایک اشک جسے رائیگاں سمجھتے تھے
قبولیت کا شرف وہ دعا میں لے آیا

فلک کو چھوڑ کے ہم در بدر نہ تھے شہبازؔ
زمیں سے ٹُوٹنا ہم کو خلاء میں لے آیا

❁

اشک آنکھوں میں کسی طور نہ لانا مرے دوست
یہ نہیں پُرسشِ حالت کا زمانہ مرے دوست

تُو کہ اسرارِ جہاں پوچھنے آیا مجھے
میں نے خودکو بھی نہیں ٹھیک سے جانا مرے دوست

جانے کس سمت سے آیا ہوں کدھر جاؤں گا
کوئی ہوتا ہے ہواؤں کا ٹھکانہ مرے دوست

اپنے ہونے کا بھی اعلان نہیں کرتا میں
کیوں مری سمت لپکتا ہے زمانہ مرے دوست

روشنی پر یونہی ایمان نہیں ہے شہبازؔ
میں نے دیکھا ہے چراغوں کا گھرانہ مرے دوست

❁

سکوتِ شب ہے مسلسل ، کہیں صدا نہیں ہے
کہ جیسے شہر میں اب کوئی بولتا نہیں ہے

کسی کنویں میں صدا دے کے بازگشت سنیں
کہ ہم نے خود کو کبھی بولتے سنا نہیں ہے

بس ایک حرفِ تسلی نے اس کو چُور کیا
جو ضبطِ گریہ کسی غم سے ٹُوٹتا نہیں ہے

یہ ٹُوٹنے کا عمل مدتوں سے ہے جاری
مری شکستہ دلی تجھ سے ابتداء نہیں ہے

میں اک طلسم سے پہنچا ہوں اس بلندی پر
اترنا چاہتا ہوں ، کوئی راستہ نہیں ہے

ڈاکٹر محمد صفدر سعید (لوٹن، یوکے)

788,Dunstable Road

LUTAN.LU4 0HE

فون نمبر: 07983 601008

ای میل:saeedms@hotmail.co.uk

ڈاکٹر صفدر سعید بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ کیمسٹری سائنسدان ڈاکٹر ہیں اور لوٹن ہسپتال میں اپنا فرض نبھا رہے ہیں۔ نوجوان شاعر ہیں۔ ان سے پہلی ملاقات بزم سخن کے مشاعرے میں ہوئی اور پھر اکثر مشاعروں میں ملتے رہے، میرے مشاعرے میں بھی والتھم سٹو تشریف لا چکے ہیں۔ نہایت خوبصورت لب ولہجہ کے شاعر ہیں۔

اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ غزل نظم اور نثر میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی مگر ایک کتاب زیر ترتیب ہے جو انشاءاللہ دنیائے ادب میں خوب پذیرائی حاصل کرے گی۔

بزم سخن، اردو ادب لندن، بزم اردو لندن ومبلڈن اور والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی لندن کے مشاعروں میں خوب داد وصول کر چکے ہیں۔

اگلے صفحات میں آپ ڈاکٹر صفدر صاحب کی شاعری پڑھیں گے اور آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ لندن میں آجکل ہمارے نوجوان شعرا کس قدر اچھا کلام پیش کر رہے ہیں اور اپنے روزگار، کاروبار اور دیگر ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے ادب کی کس خوبصورتی اور محنت سے آبیاری کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صفدر سعید صاحب نے اپنی شاعری کو کئی رنگ دیئے ہیں اور فکر وفن کے خزانے لٹائے ہیں۔ ان کی شاعری میں معنویت اور نیا اسلوب بھی ملتا ہے، شعری تجربات اور زندگی کے تجربات کی ایک طویل داستان آپ کی غزلوں میں چھپی ہوئی ہے چونکہ آپ عصری شعور رکھتے ہیں اس لئے تجربات کی داستان میں انفرادیت نمایاں

ہے۔تہذیب ،ثقافت اور روایات کی خوشبو لئے آپ کی شاعری قاری کو اپنے سحر میں گرفتار رکھتی ہے اسی طرح مشاعروں میں آپ اپنے اعلی وارفع شاعری کی بدولت نمایاں مقام رکھتے ہیں ان کی شاعری ان کی عمر سے زیادہ پختہ اور منجھی ہوئی لگتی ہے جس کی وجہ سے انہیں ہمیشہ اساتذہ کے برابر جگہ ملتی ہے ان کے اشعار میں نغمگی کے علاوہ سادگی و پرکاری ،روانی و بے تکلفی کے اجزاء بھی نظر آتے ہیں جو سامعین کی توجہ کے باعث بنتے ہیں۔۔

ڈاکٹر صفدر سعید صاحب بھی مشرقی شاعر کی طرح اپنے غزلوں میں حسرت ناک خوابوں اور نیم جان ارمانوں کی مشعل فروزاں کرتا راستہ تلاش کرتا ہے تو اس کے ذہن و دل کی طرح الفاظ و معانی کا نگار خانہ جگمگانے لگتا ہے ایک ایک تجربہ بولنے لگتا ہے ایک ایک داغ لو دینے لگتا ہے ہر ایک کیفیت جاگ اٹھتی ہے اور ہر ہر حادثے کا چہرہ نکھر جاتا ہے۔

ہنس مکھ، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کے پھول کھلے رہنے والا شاعر، جو ہر کسی کو اس طرح گرمجوشی سے ملتا نظر آتا ہے جیسے کسی کھوئے ہوئے عزیز دوست کو برسوں کے بعد ملا جاتا ہے اور یہی پیار خلوص ڈاکٹر صفدر کو ہر ملنے والوں کی نظر میں قربت اور اپنائیت بخشتا ہے۔

''بزمِ سخن'' کے واٹس اپ کے پلیٹ فارم سے آپ اکثر طرحی مصرعہ کے مقابلے میں حصہ لیتے ہیں جو اتنا آسان نہیں مگر وہ نہایت خوبصورت کلام پیش کرتے ہیں۔اور دیکھا ہے کہ ان کی اکثر غزلیں طرحی مصرعہ پر لکھی گئی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے پاس اپنی فکر ہے، ذاتی مشاہدہ ہے اور عشق کا سچا اور کھرا تجربہ ہے چونکہ وہ شدتِ احساس کے شاعر ہیں اسی لئے عشق کی مختلف النوع کیفیات کے بیان کرنے میں ان کی صداقت اور زبردست اثر انگیزی قاری کو متاثر کرتی چلی جاتی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں عملی شعبے اور ادبی شعبے میں کامیابی عطا فرمائے وہ جہاں انسانیت کی خدمت کرتے ہیں وہاں ادب کو بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔۔سدا سلامت رہیں۔۔!!

یہ زباں کا زخم ہے آخر ہرا رہ جائے گا
مل بھی جائیں گے مگر اک فاصلہ رہ جائے گا

دید کا ہے شوق پر دیکھے گا کیسے نور کو
تُو بھی موسیٰ کی طرح کانپتا رہ جائے گا

اے ستمگر، اک کرم کر ، میّت پہ آجانا مری
تیری خاطر آنکھ کا اک در کھلا رہ جائے گا

جب لپیٹا جائے گا زمین کو کاغذ کی طرح
ختم ہو جائیں گے سب ، نامِ خدا رہ جائے گا

ماں نہ ہو تو دشت میں تبدیل ہوجائے گھر
جس گھر میں ماں رہی ہے وہ بسا رہ جائے گا

اک دیئے میں خون ہے اور اک میں اشک سعیدؔ
جس دیئے میں جان ہو گی وہ دیا رہ جائے گا

حسن کو عشق سے چُرا کر دیکھ
آگ مٹی سے تو جلا کر دیکھ

موت کا حال جو بتا نہ سکیں
اُن خداؤں کو آزما کے دیکھ

خوف رسوائی کیوں تجھے ہے حسیں
پردہ چہرے سے تو ہٹا کر دیکھ

مٹ ہی جائیں گے سارے غم تیرے
میری محفل میں یار آکر دیکھ

وہ خفا ہے ، مگر خدا ہے وہ
سر کو اک بار تُو جھکا کر دیکھ

گر سکوں چاہیے سعیدؔ تجھے
دل کو مسجد میں لگا کر دیکھ

یوں دھیرے سے آنا آپ کا
پھر پلٹ کر جانا آپ کا

میں کیسے بھول جاؤں
زیرِ لب مسکرانا آپ کا

کوئی بہانہ کرکے
وہ روٹھ جانا آپ کا

مجھے اب بھی یاد ہے
یوں زلف کو لہرانا آپ کا

مجھے گھر جانا ہے
اسی بات کو دہرانا آپ کا

سب جھوم رہے ہیں سعیدؔ
لگا ہے درست نشانہ آپ کا

قدرت کہانی

بہت بے رنگ تھے مٹی و پانی
لکھی فطرت نے رنگوں کی کہانی
کہیں نو خیز غنچوں کا تھا بچپن
کہیں کلیوں کی تازہ دم جوانی
پہاڑوں کو کہیں گاڑا خدا نے
نہ رکا پانی نہ دریاؤں کی روانی
سمندر ہے کہیں ٹھہرا ہوا سا
چمن میں ہے کہیں راتوں کی رانی
پہاڑوں پر بسیرا برف کا ہے
صدا ہے آبشاروں کی سہانی
یہ قدرت کے کرشموں کی کہانی
سعیدؔ بندہ عاجز کی زبانی

طارق احمد مرزا طارق (آسٹریلیا)

ایڈریس کی جگہ لکھتے ہیں۔

فضائے کنج دہر میں ہمیں تلاش نہ کر
مسافروں کے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں

طارق مرزا صاحب کا انداز بیان پسند آیا۔ مگر اس کتاب کی ایک اور افادیت یہ بھی ہے کہ اس میں شامل شعراو شاعرات سے اگر کوئی رابطہ کرنا چاہے تو فون نمبر ای میل یا ایڈریس ضروری ہو جاتا ہے۔

طارق احمد مرزا صاحب کے آباؤ اجداد اورنگ زیب بادشاہ کے دور میں کاشغر سے ہندوستان ہجرت کر کے آئے تھے۔ مغل قوم سے تعلق ہے پنجابی، ہندکو، پشتو اور انگریزی پر پورا عبور حاصل ہے اب فارسی زبان بھی سیکھ رہے ہیں

طارق احمد مرزا صاحب ایک دہائی سے اسٹریلیا مقیم ہیں اور وہاں جی پی کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ بہت اچھے کالم نگار ہیں ان کے کالم سماجی سیاسی موضوعات پر لندن کے ماہنامہ 'قندیل ادب' میں تواتر سے شائع ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری بھی وہیں سے پڑھنے کو ملتی ہے۔

آپ نے کچھ مدت انگلینڈ بھی رہائش رکھی کیونکہ ایم ایس سی لیڈز یونیورسٹی سے کیا جبکہ بنیادی تعلیم ایم بی بی ایس خیبر یونیورسٹی سے اور ایف آر اے سی جی پی آسٹریلیا سے مکمل کیا۔ اور وہی پریکٹس شروع کی۔

لکھنے لکھانے کا کام پانچویں جماعت سے شروع کیا اور پہلا مضمون جنرل ایوب کے ماشل لاء کے خلاف اپنی سلیٹ پر لکھا جسے والد صاحب نے دیکھ کر قہقہہ لگا کر فرمایا۔

"چل وڈا آیا سیاستدان کھتوں دا۔۔۔!!

" دسویں گیارھیوں جماعت میں تھے تو طنز و مزاح پر مشتمل مضامین لکھے جو کراچی سے ہونے والے رسالہ "عصمت" میں شائع ہوئے۔ ہفت روزہ "لاہور" میں نثر کے ساتھ ساتھ شاعری بھی شائع ہوتی رہی۔ لندن سے شائع ہونے والے اخبارات ورسائل "نوائے جنگ، قندیل ادب، پیشوا، دی نیشن میں بھی ان کے مضامین کالم اور شاعری شائع ہوتی رہی اور جاری ہے۔ جن میں ان کا اہم موضوع انسانیت ہے، آزادی ضمیر، آزادی اظہار اور

آزادئ نظریہ جو قدرت نے ہر انسان کو ودیعت کی ہے اس کے خلاف بے جا قدغن لگانے والوں کے خلاف جہاد با لقلم اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔حالات حاضرہ ،موازنہ مذاہب اور تاریخ ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔جدید سائنسی تحقیقات اوران کے نتائج وانکشافات سے جس طرح قرآن مجید میں بیان کردہ مضامین کی تائید اوران کی سچائی کے سائنٹفک ثبوت ملتے رہتے ہیں ان کو بھی قلمبند کرتے رہتے ہیں۔

تنہائی میں کسی پہاڑ کی کھوہ یا جنگل بیابان میں اکیلے اتنے دور جا کر بیٹھ جانا جہاں کسی گاڑی کے ہارن کی آواز تک نہ آئے۔آنکھیں بند کرکے آہستہ آہستہ سانس لینا بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر گھنٹوں بیٹھنا آپ اسے ایک وجدان ،یوگا،ایک کیتھارسس ،چلنگ آؤٹ ،نماز یا جو بھی نام دیں۔۔روز نہ سہی مگر مہینے ایک دو بار ایسا کرنے ضرور جاتے ہیں۔۔۔!!

ان کی تخلیقی شخصیت اور شاعری میں ان کی قوتِ متخیلہ بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔وہ زندگی میں جا بجا بکھرے ہوئے مناظر،تصورات اور خیالات کو جگمگاتی تمثیلیں بناتے ہیں۔ان کی شاعری میں وہ متاثر کن پہلو یہی ہے جو ان کے شعری پیرایۂ اظہار میں جھلملانے والا احساس جمال ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور روح کو طمانیت بخشتا ہے۔

ایک اچھے تخلیق کار کی یہ پہچان ہے کہ وہ معاشرتی رویوں اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر نہ صرف نظر رکھتا ہو بلکہ انہیں احاطہ تحریر میں لانے کا ہنر بھی جانتا ہو۔۔ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ غزل اور نظم کی صورت میں ہمارے معاشرتی رویوں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں اور مسائل کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ان کی انہی شخصی اور شعوری خاصیت نے مجھے ہمیشہ ان سے محبت کرنے پر مجبور کئے رکھا۔

آیئے ان کی شاعری بھی پڑھیں اور داد دیں طارق مرزا صاحب کو جو دنیا کے دور دراز کونے میں بیٹھے ادب کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔۔۔ خدا ان کی قلم وعلم ورزق میں اور برکت دے آمین۔

کوئی تاجر نہ خریدار نظر آتا ہے
ایک یوسفؔ سرِ بازار نظر آتا ہے

الاماں دھوپ وہ پھیلی ہے تعصب کی یہاں
سایہ دیوار کا دیوار نظر آتا ہے

قاتل و وحشی و خونخوار زمانے کو قلم
قاتل و وحشی و خونخوار نظر آتا ہے

قتل کر کے مجھے ہر غم سے جو دیدی ہے نجات
میرا قاتل میرا غمخوار نظر آتا ہے

آئینہ خانۂ ہست و عدم میں طارقؔ
عکس در عکس فقط یار نظر آتا ہے

بیخودی یا شعور کی باتیں ، جذب و مستی ، سرور کی باتیں
زیب دیتی نہیں اُسے پیارو ، جس کو اس یار کی خبر ہی نہ ہو

دلنشیں ، دلربا ، افق تا افق ، مہر و لطف و جمال کا عالم
ان کی نظروں سے رہ گیا اوجھل ، جن کی اس یار پہ نظر ہی نہ ہو

خوف ہوتے ہی امن بھر دینا ، پھر عنایاتِ خاص بھی کرنا
یہ محبت انہیں نصیب کہاں ، جن پہ اس یار کی نظر ہی نہ ہو

ماورائے حیاتِ کون و مکاں ، روح کا یہ سفر تو جاری ہے
جسمِ خاکی نہیں ہے گھر ایسا ، زندگی جس بنا بسر ہی نہ ہو

اتنا بے دست و پا نہیں طارقؔ ، کوچۂ یار تک بھی پہنچوں گا
یہ تو ممکن نہیں کہ جیتے جی اس طرف سے مرا گزر ہی نہ ہو

جو جنم جنم کے تھے آشنا وہ تو خامشی سے گزر گئے
ہمیں کیا غرض جو ہے شور اب کسی اجنبی کے نزول کا

جو کتابِ عشق سے امتحاں ہو تو عقل و نقل سے کام کیا
یہ جنوں کا باب ہے شیخ جی نہ کہ قیل ، قال و اقول کا

جو ازل سے تھا یونہی طے شدہ کہ خزاں بھی آئے گی باغ میں
تو بتاؤ اس میں قصور ہے کسی باغباں کسی پھول کا

تیری وجہِ شہرت بنا تھا میں ، میرے ذہن پہ ابھی نقش ہے
وہ سزا نہیں تھی خطا کی ہاں وہ انعام تھا میری بھول کا

یونہی خود فریبی میں عمر بھر کیا اعتبار ہر ایک پہ
ہمیں اس سے کیا کہ مہینہ آیا کھڑا ہے "اپرل فُول" کا

زاغ دیتا ہے اذاں بوم بنا ہے واعظ
اور کیا چاہیے اس شہر کی ویرانی کو

کاش لوٹ آئے مرے دیس کی ماؤں کا سکوں
کوکھ اب دے ہے جنم صرف پشیمانی کو

جو بھی سردار بنا ، اُس کو سرِ دار کیا
چن لیا قوم نے اب جہل نگہبانی کو

آدمی لوحِ جہاں پہ تو نہیں حرفِ غلط
کیوں مٹاتا ہے فلک نقشِ انسانی کو

کیا خبر کب ہو نیا کُوچ ، نیا ہجر و فراق
زندگی باندھ رکھو بے سروسامانی کو

اب ہیں دیوار نما دَر تو زباں بند دستک
نہ ہی چوکھٹ تیری ترسے میری پیشانی کو

اَن گنت فسانوں کا اک یہی فسانہ تھا
ہر کمال پہ آخر ایک زوال آنا تھا

دور ہی کچھ ایسا تھا میں کسی سے کیا کہتا
ذہن کی چتا میں ہی سوچ کو جلانا تھا

کیا کٹھن مراحل تھے مصلحت کے کیکر پہ
صدق کے انگوروں کی بیل کو چڑھانا تھا

زہر نے بڑی جلدی جسم میں سرایت کی
ورنہ میں نے تھوڑا سچ اور بول جانا تھا

شاعری سے گو طارق نسبتیں نہ تھیں لیکن
مستعار لمحوں کا قرض بھی چکانا تھا

داستانِ عشق رہ جائے مبادا مختصر
اے جنوں رکھنا خرد سے استفادہ مختصر
خود زمانہ ہی کرے گا اس کی تشریحیں کبھی
لکھ رہا ہوں اک صحیفہ بالارادہ مختصر
چودھویں کی رات وہ لمحہ وصالِ یار کا
اس گھڑی مجھ کو لگا تھا چاند آدھا مختصر
ہوش اتنا تو رہے تجھ سے نہ ہٹ پائے نظر
آج رکھنا ساقیا سامانِ بادہ مختصر
اس دفعہ بھی مصلحت آمیز اُس نے خط لکھا
معذرت تفصیل سے ہے اور وعدہ مختصر
جاگتی آنکھیں لئے آخر کنہیا سو گیا
رات لمبی تھی مگر تھا رقصِ رادھا مختصر
ہے غنیمت تا قیامت خیرو شر کا سلسلہ
ورنہ ہوتی داستاں آدم کی سادہ ، مختصر
اس خرابے میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے؟
ہو چلا ہے آدمیت کا لبادہ مختصر
پایۂ تکمیل کو پہنچا نہ میں ، پہنچا نہ تُو
چھوڑ کر دونوں چلے ہیں خود کو آدھا مختصر
کٹ گیا پل بھر میں طارق زندگی کا یہ سفر
تیز رو رخشِ عمر تھا اور جادہ مختصر

ڈاکٹر طارق انور باجوہ (لندن)

فون نمبر:07957 173959

ای میل:bajwauk@hotmail.co

پتہ:.55,Combemartin Road.London

SW18 5PP

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب 6 نومبر 1956ء کو چک نمبر 565 فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ چند ماہ ہی کے تھے کہ اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ کیڈٹ کالج سے 1975ء میں ایس ایس سی کیا اور 1982ء میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی اور 1990ء میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے اور سرجری کی ڈگری ایس آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر رضا کارانہ کام کیا۔

واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر تیرہ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کے فرائض انجام دیئے۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام سے منسلک ہیں۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون 2020ء میں ہوا آپ کا پہلا مجموعہ کلام 'لبِ لباب' مارچ 2021 میں آیا۔ جس کا غزلیات کا حصہ ''چاکِ دامان جنوں'' کے نام سے شائع ہوا۔ اپریل 2021ء میں ''ہم قدم، دم بدم'' اور اسی سال اگست میں ''در آئینہ صفِ دوستاں'' شائع ہوا، پھر اسی سال دسمبر میں ''نصیب چارہ گری'' منصۂ شہود پر آیا۔ انکا چھٹا مجموعہ کلام ''بازگشت'' ہے جبکہ ساتواں مجموعہ کلام ''پریم بن من سونا'' کی اشاعت بھی اسی سال 2021ء متوقع ہے بقول آپ کے ''اخبارات ورسائل میں اس خاکسار کا ذکر تو پڑھتے رہے مگر مجھے افسوس ہے کہ اتنے نامور شاعر سے میں کیسے محروم رہا۔'' میں اپنے محسن دوست استاد محترم جناب ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب کا شکر گزار ہوں جن کی وساطت سے محترم ڈاکٹر باجوہ صاحب سے متعارف ہوا اور آپ نے اس کتاب میں شمولیت کی حامی بھری جس کے لئے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ --------------------------

آپ نثر نگار بھی ہیں مگر شاعری میں آپ نے اپنا نام پیدا کیا۔آپ نے حمد و نعت ،منقبت،غزل و نظم غرضیکہ تمام اصناف سخن میں اپنی مہارت کا لوہا منوایا۔

محترم باجوہ صاحب نے اپنی غزلیات میں ان تمام موضوعات کو سمونے کی بھر پور کوشش کی ہے جن کا تعلق عملی سوچ سے بہت گہرا ہے جو حیات و کائنات کے سچے مسائل کی اس طرح عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا اور یہی وہ پہلو ہے جو کسی انسان کو شعری عمل سے گزارتے وقت اس کے دل و دماغ کو تجربات کی روشنی سے معمور کر دے اور اس کی کہی ہوئی ہر بات دماغ میں اترتی چلی جائے۔

؎ چلا تھا ساتھ مرے وہ بھی ڈھونڈنے منزل
مجھے مری طرح صحرا نورد لگتا ہے

؎ اگر چہ اس سے محبت کی بات کرتے ہیں
وہ کم ہیں اس کی مقدم جو ذات کرتے ہیں
کھڑا ہے تاک میں ہر وقت نفس امارہ
ہیں خوش نصیب اسے جو بھی مات کرتے ہیں

میری دلی دعا ہے کہ محترم ڈاکٹر باجوہ صاحب ادب کی اسی طرح آبیاری میں کرتے رہیں اور ہم سب ان کے خوبصورت کلام سے مستفید ہوتے رہیں۔

اگلے صفحات میں ان کے خوبصورت کلام کے چند نمونے آپ کے ادبی ذوق کی نذر ہیں امید ہے آپ محظوظ ہوں گے۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ۔۔۔!!

☆☆☆

❁

پہلو میں آ کے بیٹھ مری احتیاج دیکھ
حائل ہے راستے میں جو ظالم سماج دیکھ

قدرت کے کارخانے میں بکھرے ہوئے ہیں رنگ
رنگوں سے تُو دھنک میں بھرا امتزاج دیکھ

خوشیاں جو لے کے پھرتے ہیں چہرے پہ ہر گھڑی
اُن کے دلوں کے غم کا بھی کوئی علاج دیکھ

گھر کی صفائی کرتے ہیں مہمان آئیں تو
دل کی صفائی کا بھی کہیں ہے رواج دیکھ

منزل کی ہے تلاش تو رہبر کے ساتھ چل
ہاں ساتھ کوئی چلتا رہے کام کاج دیکھ

کشتی میں بیٹھ کر تجھے دریا سے تھا گلا
جو لہریں لے کے آئیں ہیں طوفان آج دیکھ

طارقؔ وہ بادشاہ ہوا ہے ایسا مہرباں
جھکتے کلاہ کے لئے ہیں تخت و تاج دیکھ

❁

عمر گزری ہمیں اس بات کا عرفاں ہوتے
فکرِ دنیا رہی کیونکر ترے ، رحماں ہوتے

ہم وفا کرنے کا وعدہ ہی اگر کر پاتے
ہم کہیں اور نہ جاتے ترے مہماں ہوتے

صبر کرنا تو ہمیشہ تھی ہماری عادت
پُورے اُس نے بھی کئے ظلم کے ارماں ہوتے

ہجر میں ہم نے گزاری ہیں جو مشکل گھڑیاں
تُو جو ہوتا تو کئی درد کے درماں ہوتے

آرزو اتنی رہی دل میں بُلاتے تجھ کو
تُو جو آتا تری دعوت کے بھی ساماں ہوتے

کچھ نہ کچھ تیری محبت کا اثر تو ہوگا
ورنہ بے ساختہ یوں لوگ نہ قُرباں ہوتے

طارقؔ اب اور کہیں ڈھونڈ ٹھکانہ اپنا
بھیڑ میں رہ کے نہیں سوچ میں غلطاں ہوتے

دردِ دل کے واسطے ، محبوب ہونا چاہیئے
حالِ دل قرطاس پہ مکتوب ہونا چاہیئے

جاتے جاتے اس نے ڈالی تھی نگہ میری طرف
تیر کھا کر اب تو دل ، مضروب ہونا چاہیئے

عمر بھر ہم اس کو پانے کی سعی کرتے رہے
اس کو پانے کو مگر مجذوب ہونا چاہیئے

دشمنوں نے یہ ہوائی بھی اُڑائی شہر میں
دل لگی کو بھی تو چہرہ خوب ہونا چاہیئے

ہاتھ آجاتی ہے منزل گر رہیں ثابت قدم
صبر کرنے کے لئے ایوب ہونا چاہیئے

بات ہم دنیا میں پھیلا کر ہی رہتے ہیں مگر
واقعہ دل کو ذرا مرغوب ہونا چاہیئے

ہم جدائی کے تصور سے ہی گھبراتے رہے
دل کے ہاتھوں یوں نہیں مغلوب ہونا چاہیئے

دل درِ جاناں پہ رکھ کر ہم تو طارقؔ آ گئے
کوئی تو اُس شہر میں مندوب ہونا چاہیئے

لذّتِ عشق کے اسرار یو پایا کیا کیا
اُس نے بھی وعدۂ دیدار نبھایا کیا کیا

اس کی بس اک نظر پڑ گئی چلتے چلتے
ایک لمحے میں غضب اُس نے پہ ڈھایا کیا کیا

اپنے تو اپنے رہے اس نے کہاں فرق کیا
جام غیروں کو بھی جی بھر کے پلایا کیا کیا

اُس ثمر دار شجر نے کیا سایہ ایسے
چھاؤں میں بیٹھ کے پھل اس کا ہے کھایا کیا کیا

پوچھتے ہم سے ہو کیا راز اسے پانے کے
ہم نے پیش کیا اس نے لٹایا کی کیا

کون جانے وہ کہاں کب تمھیں مل جائے گا
اس نے پہچان کا انداز دکھایا کیا کیا

کون رکھے گا شمار اتنے ہیں احساں طارقؔ
پیار کی اک نظر سے مرے گھر میں آیا کیا کیا

طلعت گل (لوٹن یو کے)

فون نمبر: 30466 7404 44+

محترمہ طلعت گل کراچی میں پیدا ہوئیں۔ بچپن نہایت خوبصورت گزرا شروع سے ہی آپ ذہین تھیں اور شرارتی بھی کہ شرارت بھی ذہین بچہ ہی کرتا ہے۔!!

آپ نے کافی مدت ایران میں بھی گزاری اسکول میں ہر قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لیتیں۔ بہترین مقرر تھیں اور لکھاری بھی۔ ساتھ ساتھ شاعری بھی کی جس کی اصلاح اقبال عظیم آبادی کرتے۔ کراچی ہی میں بطور ٹیکسٹائیل ڈیزائنر کے بھی کیام کیا۔ 1993 میں شادی ہوئی۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی کی ماں ہیں۔ جو امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔ لندن میں گزشتہ کئی برسوں سے مقیم ہیں۔

فرماتی ہیں" جب امجد مرزا سے ملاقات ہوئی تو انکے اصرار اور رہنمائی کی بدولت افسانے لکھنے شروع کئے۔" باقاعدگی سے کالم نگاری کرتی ہیں جو "جنگ" "اوصاف" اور "سپیکر" میں شائع ہوتے ہیں اس کے علاوہ آپ یوٹیوب پر بھی کئی برسوں سے مختلف سماجی موضوعات پر اپنے کالم پڑھ کر سناتی ہیں جو بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ ان کے افسانے زیادہ تر حقوقِ انسانی اور خواتین پر مبنی ہوتے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں بھی زیر ترتیب ہیں جو آئندہ سال تک منظر عام پر آئیں گی۔

آپ نے لندن کے کئی عالمی مشاعروں میں بھی اپنے کلام سے داد حاصل کی۔ ٹی وی شو میں بھی آپ نے اپنی شاعری کا جادو جگایا۔ یوٹیوب پر آپ کے کالم ہر سماجی موضوع پر آئے دن آتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں دیکھے جاتے ہیں۔

نہایت مخلص دھیمے لہجے کی خوبصورت سمارٹ خوش لباس خاتون ہیں۔ اور لکھنے لکھانے میں مصروف رہتی ہیں۔

کئی مشاعروں میں ہماری ملاقاتیں ہوئیں اور میں ہمیشہ ان کے کلام، ان کے اخلاص ان کے سلوک و روّیہ سے بہت متاثر ہوا۔۔ دعا ہے سدا سلامت رہیں اور یونہی ادب وسماج کی خدمت کرتی رہیں۔۔ آمین

رموزِ دل کا حساب لکھنا
اک محبت کا باب لکھنا

دل میں اُٹھا سوال سُن کر
کدورتوں کا جواب لکھنا

زندگی کی مثال پانا
پانیوں پہ حباب لکھنا

دل کا دھوکا شدید تر ہے
اب سرابوں کو آب لکھنا

جس کو آبِ حیات کہنا
اُسی کو جامِ شراب لکھنا

وہ معلم ہے محترم ہے
اُس کو طلعت، "جناب" لکھنا

اپنے آپ میں جینے کو جی چاہے
حد سے بڑھ کر پینے کو جی چاہے
جب سے لیلیٰ بنی ہوئی ہوں مجنوں کی
چاک ہے داماں، سینے کو جی چاہے
پاس ہو دلبر اور کمی ہو لمحوں کی
اِک پل گِنوں مہینے کو جی چاہے
پکڑوں دہشت گرد چڑھاؤں سُولی پر
اُس بے درد کمینے کو جی چاہے
طلعت ایک کرامت ہو کہ تیراؤں
ڈوبے ایک سفینے کو جی چاہے

اپنے آپ میں جینے کو دل چاہے
حد سے بڑھ کر پینے کو دل چاہے
جب سے لیلیٰ بنی ہوں مجنوں کی
اک پل گنو مہینے کو دل چاہئے
طلعت اک کرامت ہو کہ تیراؤ
ڈوبے ایک سفینے کو دل چاہے

❁

لذتوں کی قدرو قیمت رُت سہانی اور ہے
وہ جوانی اور تھی یہ جوانی اور ہے
تم پہ بیتی ہم پہ بیتی رات میں بھی فرق ہے
وہ کہانی اور تھی یہ کہانی اور ہے
لفظ پانی ہے مگر تاثیر میں ہر اک جدا
آبِ دریا اور ہے اشکوں کا پانی اور ہے
حوصلہ ہے ساتھ ، چلنے کا جہاں طلعؔت
وہ راہ سہانی اور تھی یہ راہ انجانی اور ہے

❁

انہیں دردِ دل کا اندازہ نہیں ہے
یہ زخمِ جگر کوئی تازہ نہیں ہے
خودی کا ، انا کا ، ہے فرقت نتیجہ
مری خواہشوں کا جنازہ نہیں ہے
تم نے تنکے سمجھ کر جس کو پھونک دیا
اس اجڑے چمن کا کیا شیرازہ نہیں ہے ؟
مرے خونِ دل کے یہ چھینٹے ہیں طلعؔت
رخِ ماہ رو کا یہ غازہ نہیں ہے

❁

غزل قلم کا شباب لکھنا
حُسن زیرِ حجاب لکھنا

مے کو غم کا علاج کہنا
اِسی کو خانہ خراب لکھنا

جب یتیمی میں آئے کوئی
اس کو طفلِ جناب لکھنا

کسی کے سر پہ ہے ہیٹ رکھا
اُسے ولایت کا "صاب" لکھنا

نام پِنکی کسی کا رکھنا
پھر اُس کو رنگِ گلاب لکھنا

جب جنازہ کسی کا دیکھو
وہ لمحہ یومِ حساب لکھنا

دل بہلتا نہیں ہے طلعؔت
کیوں حقیقت کو خواب لکھنا

طفیل عامر سندھو (لندن)

فون نمبر: +44 7738 609540

طفیل عامر سندھو صاحب سے میری پہچان رانا عبدالرزاق صاحب کے مشاعروں میں ہوئی۔آپ نہایت عمدہ لباس میں خاموش سنجیدگی کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں مشاعروں میں، بہت کم داد دیتے سنا ہے مگر بڑی دلچسپی اور توجہ سے اشعار سنتے ہیں۔پانچ کتابیں اردو اور پنجابی شاعری بھی منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ایک کتاب کا ترجمہ بھی انگریزی میں شائع ہوا۔

پنجابی اردو کے بہت خوبصورت شاعر ہیں خاص کر کے چھوٹی بحر کے استاد ہیں۔آپ اکثر اپنا کلام واٹس اپ پر شیئر کرتے رہتے ہیں۔اور ساتھ اپنی آواز میں بھی غزل سناتے ہیں۔

آپ جون 1999 میں برطانیہ آئے۔پاکستان میں بی اے ایل ایل بی کے بعد ایڈووکیٹ بھی رہے۔یہاں بھی اچھی ملازمت کی اور ان دنوں ریٹائیر زندگی گزار رہے ہیں۔مگر ان دنوں ان کے گھٹنے میں کچھ نقص پیدا ہوا جس کی وجہ سے آپریشن کیا گیا جس کی وجہ سے آج کل گھر ہی رہتے ہیں۔آجکل گھر ہی میں اپنی کتابوں پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ پاک انہیں صحت تندرستی عطا فرمائے۔آمین

محترم طفیل عامر صاحب بھی مشرقی شاعر کی طرح اپنے غزلوں میں حسرت ناک خوابوں اور نیم جان ارمانوں کی مشعل فروزاں کرتا راستہ تلاش کرتا ہے تو اس کے ذہن و دل کی طرح الفاظ و معانی کا نگار خانہ جگمگانے لگتا ہے ایک ایک تجربہ بولنے لگتا ہے ایک ایک داغ لو دینے لگتا ہے ہر ایک کیفیت جاگ اٹھتی ہے اور ہر ہر حادثے کا چہرہ نکھر جاتا ہے۔آپ غزل کی جمالیات کے ادا شناس ہیں غزل کی اکائیاں ان کے شعری تجربوں کے اظہار کے لئے خاص موزوں ہیں۔اگلے صفحات میں ان کی اردو اور پنجابی غزلیں شامل اشاعت ہیں۔امید ہے آپ پڑھ کر لطف اندوز ہوں گے۔میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں صحت تندرستی والی طویل زندگی عطا فرمائے اور آپ اسی طرح ادب کی شمع جلائے رکھیں۔۔آمین ______________☆☆

❋

ہونا تو چاہیے تھا جو حاصل نہیں رہا
یہ ملک اب تو رہنے کے قابل نہیں رہا

قانون سے جو بچ گیا قدرت کا تھا شکار
کہتا رہا وہ لاکھ کہ قاتل نہیں رہا

میں کیا کروں کہ کہنا تھا جو میں نے کہہ دیا
دل ہے کہ اس دلیل کا قائل نہیں رہا

پھر اُس کے بعد زندگی بے کیف ہو گئی
لہرایا ایک بار جو آنچل نہیں رہا

جیتوں کو مار دیتی ہیں یارو محبتیں
بیٹی سے کون اب کہے بابل نہیں رہا

پتوار جن کے ٹوٹ کے عامؔر بکھر گئے
وہ تو یہی کہیں گے کہ ساحل نہیں رہا

❋

نادانی ، نادانی میں
بھولا یاد جوانی میں
ذکر نہ اپنا مل پایا
دل کی رام کہانی میں
پھر بھی یہ لب سُوکھے تھے
گو میں کھڑا تھا پانی میں
مشکل کا میں عادی تھا
تھی مشکل آسانی میں
کچھ تو خیال مرا ہوتا
میرے اُس دل جانی میں
کب کوئی لمحہ بھولا ہوں
سُن اس جیون فانی میں
اُس کی گلی میں کب آیا
ڈوبا ہوں حیرانی میں
جیون اپنا تو گزرا
سر سے اونچے پانی میں
عامؔر ہم کو جینا ہے
اس فتنہ سامانی میں

❀

یہ پوچھئے اس سے کہ جسے تشنۂ لبی ہو
کہ درد وہی جانے جسے چوٹ لگی ہو

سامان یہ ظاہر کے ہیں بے کار میرے دوست
تصویر مٹے کیسے کہ جو روح میں بسی ہو

جاں جانی ہے کیوں غیر کے ہاتھوں میں یہ جائے
رُسوا ہی جو ہونا ہے تو کیوں اور گلی میں

دیکھیں تو سہی دل کو وہی پیار ہے تجھ سے
دل چاہتا ہے تجھ سے کہ مُڈ بھیڑ کبھی ہو

کیا ہے وہ میرے بعد جو سنگسار بھی ہو جائے
ہے زندگی جو مولا تو انصاف ابھی ہو

اس پچھلی عمر میں یہ تیرا عشق بھی عامؔر
ایسا تو نہیں برسوں کی چاہت یہ دبی ہو

❀

اب کیا کریں کہ ، اُن کو نہیں ہے خیال بھی
پھیلا سکیں نہ ہم تو یہ دستِ سوال بھی

اندازِ فکر جیسا ہو ، ویسی ہو زندگی
ہے سہل بھی بہت یہ مگر ہے محال بھی

لازم نہیں کہ ہو وہی آتا ہے جو نظر
کہ نیکیوں کے بھیس میں ہوتے ہیں جال بھی

خواہش دبائے رکھنے سے بن جائے زہر، سوچ
اور زہر مار ڈالے ہے اس کو نکال دیکھ

آساں نہیں فقیری بھی رکھنا سنبھال کے
عامؔر رہے ہمیش نہ جاہ و جلال بھی

پنجابی غزل

اسوں ، کتیں دا نئیں مینہ ہاڑھ دا اے
ہتھ پکھا وی جیدے چ ساڑ دا اے
جیہڑا ڈٹھا سی سوہنا اوہدا کیہ دساں
لہندے ، چڑھ دے ، دکھن یا پہاڑ دا اے
ایہہ بھلیکھا نہ کھاویں کوئی دیکھ دا نہیں
جگ نیواں ہا کے بیبا تاڑ دا اے
کھچن لگیاں ذرا نہیں سوچے گا کل
سجن بن کے اج پہوڑی چاڑھ دا اے
عشق چنگا ہوندا پر ایڈا وی نہیں
کئی وس دے گھر وی اجاڑ دا اے
جان ماریاں مٹی وچ ہوندی پیدا
نال چا نہ جٹ پنڈا ساڑ دا اے
ڈھڈ توڑی نال نہیوں بھر ہوندا
لوڑ قد دی نہیں مل جھاڑ دا اے
شک رہوے نہ کوئی گھر والیاں نوں
کوئی چھڈ دا گھر پلہ جھاڑ دا اے
جیدے ہیٹھ ہمیش آوے ماڑا عامرؔ
ڈر فٹے منہ ایہو جئی داڑھ دا اے

پنجابی غزل

رولا جیہا دل وچ پے گیا اے
لگدا اے او سبھ کجھ لے گیا اے
کر رب دا شکر ادا بلیا
کوئی چھاویں تیری بیہہ گیا اے
جے ڈونگا سوچ کے اج بولاں
بن بندہ کلا رہ گیا اے
گل اوہدے نال تے دل دی سی
اکھیاں وی ساتھوں لے گیا اے
گھر رہندے نال وسیبے دے
دل والا کوٹھا ڈھے گیا اے
ماڑے نوں تگڑا اج پئیندا
تگڑاں نوں بلا پے گیا اے
مُدھ بجھ گیا خون خرابے دا
موڈھے نال موڈھا کھہہ گیا اے
کل توں نہیں سُن سکنی اک وی
عامرؔ تے اج وی سہہ گیا اے

طاہر مجید (جرمنی)

Mr.Tahir Majeed

Nelken Str24 63263-Neu-Isenburg

GERMANY

E.mail: babasain007@hotmail.com

Tel: 0049-177-8118293

اصل نام عبدالمجید کاہلوں ہے جبکہ قلمی طاہر مجید کے نام سے جانے جاتے ہیں۔9 فروری 1947 کو گورداس پور(انڈیا) کی پیدائش ہیں اسی سال پاکستان ہجرت کی، ایم اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔شاعری کا آغاز چودہ سال کی عمر میں کیا۔ پاکستان میں چودہ سال وزارتِ اطلاعات ونشریات حکومت پاکستان میں ملازمت کی 1984 کو جرمنی آئے یہاں شہری انتظامیہ فرنکفورٹ میں ملازمت کی اور یہیں کے ہوکر رہ گئے مارچ 2012 میں ریٹائیرڈ ہوئے۔شعری اصناف میں حمد ونعت غزل،نظم رباعی اور ماہیہ لکھتے ہیں،نثر میں افسانہ مضامین اورتنقید۔زمانۂ کالج میں کالج میگزین میں شائع ہوتے رہے۔ان کے شعری مجموعات" خوشبو کا سفر"2004 میں اور" آسمان سوچ میں گم ہے" شائع ہوئے۔ادبی سفر جاری ہے اور اردو، پنجابی اور جرمن زبان میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز 1969 لاہور سے شروع کیا اور 1985 تک لاہور کی ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے جو حقیقت میں ادب کا ایک سنہرہ دور تھا۔اس سفر میں تین چیزوں نے اہم کردار ادا کیا۔1968 میں احمد ندیم قاسمی صاحب سے تعارف ہوا جو دمِ آخر تک قائم رہا۔پاک ٹی ہاؤس جو اس زمانے میں ادب کا گہوارہ تھا وہاں روزانہ بیٹھنے کا موقع ملا۔سرکاری ملازمت کے دور میں پاکستان نیشنل سینٹر اور محکمہ تعلقات عامہ میں اکثر ادبی ماحول میسر آتا۔جن لوگوں نے ان کے ساتھ یا چند سال پہلے یا بعد شاعری شروع کی ان میں قائم نقوی، یوسف حسن، انعام الحق جاوید، رمضان شاکر، غلام حسین ساجد، صابر ظفر، نجیب احمد، خالد احمد، حسن رضوی، شفیق سلیمی، جلیل

عالی، ان کے علاوہ جن شعرا سے اکثر ملاقات رہی ان میں احمد ندیم قاسمی، وزیر آغا، حبیب جالب، قتیل شفائی، زاہد ڈار، یوسف کامران، کشور ناہید، احمد فراز، انتظار حسین، احمد مشتاق، اسرار زیدی، سید ضمیر جعفری، سجاد باقر رضوی، منیر نیازی، احسان دانش، اقبال ساجد، اطہر جاوید وغیرہ۔۔۔

اس دور میں روزنامہ امروز لاہور، مساوات، مشرق میں چھپتے رہے۔ادبی رسالوں میں فنون، اوراق، تخلیق، تجدید نو، بیاض اور دستک (بنگال)، شاعر (بمبئی) خرام (کانپور) گل کدہ (بدایوں) اور ارتکاز، ادب عالیہ پاکستان کے علاوہ اور بھی دیگر رسالوں میں ان کی تخلیقات شائع ہوتی رہی۔

انگلستان کے مختلف مشاعروں میں حصہ لیتے رہے اور جرمنی کے ہر مشاعرے میں لازمی شریک ہوتے ہیں۔

طاہر مجید صاحب سے میری ملاقات جرمنی فرینک فورٹ کے ایک عالمی مشاعرے میں ملاقات ہوئی تھی جسے عرفان احمد صاحب نے منعقد کیا تھا۔اسی مشاعرے میں ان کے علاوہ، طفیل خلش (مرحوم)، مسعود چوہدھری، بشارت احمد بشارت، طاہرہ رباب، عشرت معین سیما، خواجہ حنیف تمنا، انور ظہیر رہبر، فوزیہ مغل اور سرور ظہیر غزالی، طاہر عدیم اور شاکر علی امجد جیسے مایہ ناز شعرا و شاعرات سے ملنے کا موقع ملا۔

آپ ایک وسیع النظر، کشادہ ذہن، کشادہ قلب، عمیق مطالعے اور گہرے مشاہدے کے مالک ہیں۔اور ایک طویل مدت سے ادب کی آبیاری کر رہے ہیں۔

انسانی جذبات و احساسات کو شعری پیرہن میں نہایت ہنرمندی کے ساتھ اور خوبصورتی کے ساتھ ڈھالنا ہی ان کا کمال ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو صحت تندرستی والی طویل عمر عطا فرمائے اور آپ اسی طرح ادب کی خدمت کرتے رہیں۔اور دیارِ غیر میں جو ادبی کی شمعیں جلا رکھی ہیں ان کی روشنی دور دور تک پھیلے۔۔۔آمین

❁

دنیا پہ ہے اب راج ہوا جادوگروں کا
موسیٰ تو ابھی اپنا عصا ڈھونڈ رہا ہے

کس بستی میں آ نکلے ہیں ہم لوگ جہاں پر
ہر ایک کسی دکھ کی دوا ڈھونڈ رہا ہے

اس شہر میں پہلے سے وہ اقدار کہاں اب
جس شہر میں تُو رسمِ وفا ڈھونڈ رہا ہے

اک روز بڑے شوق سے پردیس گیا تھا
وہ شخص جو اب گھر کا پتا ڈھونڈ رہا ہے

جس شخص کو تم لوگ خدا مان رہے ہو
وہ شخص تو خود اپنا خدا ڈھونڈ رہا ہے

انصاف سے اس کو کوئی مطلب نہیں طاؔہر
منصف تو فقط میری خطا ڈھونڈ رہا ہے

❁

لٹیرے بھاگ رہے ہیں کمین گاہوں سے
انہیں خبر ہے کہ سب کچھ بکھرنے والا ہے

شفق کی سرخی اسی بات کی علامت ہے
کہ آفتاب نیا اک اُبھرنے والا ہے

پرندے چھوڑ کے جانے لگے درختوں کو
یہاں سے اب کوئی طوفاں گزرنے والا ہے

ہوا کی سسکیاں پیغام دے رہی ہیں مجھے
ضرور کوئی کسی سے بچھڑنے والا ہے

زمیں کو ڈوبتے طاؔہر وہ کتنا دیکھے گا
مرا خدا تو زمیں پر اُترنے والا ہے

❁

جب بھی کسی کے ساتھ کوئی ناانصافی ہوتی ہے
آگ لگانے کو اِک چنگاری کافی ہوتی ہے

جس دھرتی پر انساں خون کی ہولی کھیلیں گے
وہ دھرتی پھر ان کے خون کی پیاسی ہوتی ہے

جب بھی کسی کو اپنے گھر سے جانا پڑتا ہے
اس گھر کے کونے کونے میں پھر ایک اداسی ہوتی ہے

مذہب تو آدم زاد کو انسان بناتا ہے
جھوٹ فریب کی ساری بات سیاسی ہوتی ہے

دکھ کا دینا طاہرؔ سب سے آساں ہوتا ہے
کتنی مشکل اس دکھ سے پھر جان خلاصی ہوتی ہے

❁

اکیلے بیٹھ کر جب بھی سنا ہے دل کی دھڑکن کو
خود اپنے آپ سے مل کر بہت اچھا لگا من کو

صبا سے التجا کی ہے کہ جب اس دیس میں جائے
مرا خوشبو کا یہ تحفہ وہ دے کر آئے ساجن کو

یہی معمول ہے اس کا کہ ہر اک شام سے پہلے
تری یادوں سے دل اپنا سجا لیتا ہے آنگن کو

جسے شیطان سے بچنا ہو وہ ڈالے عجز کی عادت
جسے انسان بننا ہو وہ مارے اپنی آہن کو

وہی شاید مرے غم بھی بہا کر ساتھ لے جائے
برستا ہے برسنے دو ، نہ روکے کوئی ساون کو

محبت کرنے والوں کی یہی پہچان ہوتی ہے
کبھی نفرت سے وہ میلا نہیں کرتے ہیں دامن کو

وہی اک دور ہے جس میں کہ سب معصوم ہوتے ہیں
بھلا سکتا نہیں طاہرؔ کوئی بھی اپنے بچپن کو

❁

بوجھ ہر دور کا اس پر ہی تو ڈالا ہوا ہے
پھر بھی یہ دل ہے کہ سب اس نے سنبھالا ہوا ہے

رات جیسا ہی اندھیرا ہے جو اب پھیلا ہوا ہے
حاکمِ شہر مگر بولے اُجالا ہوا ہے

جس کی عزت کو کسی نے بھی اچھالا ہوا ہے
اس کی لغزش کا کبھی پھر نہ ازالہ ہوا ہے

کیسے بچھڑے تھے، کہاں بچھڑے تھے، تم بھول گئے
ہم نے اس درد کو اب تک بھی سنبھالا ہوا ہے

اور کچھ دیر ذرا جی لیں ترے پیار کے ساتھ
اس لئے موت کو طاؔہر ابھی ٹالا ہوا ہے

❁

اسے تو اپنی ہر اک بات پر غرور رہا
جو میرے دل میں بھی تھا پھر بھی مجھ سے دور رہا

یہ بات پوچھ کے دیکھو تو منصفوں سے ذرا
غریب ہی کا ہمیشہ ہے کیوں قصور رہا

مرے بغیر تو وہ بھی اداس لگتا تھا
اسے بھی مجھ سے بچھڑنے کا دکھ جرور رہا

جمالِ یار کی کافی تھی اک جھلک طاؔہر
نہ پھر وہ موسیٰ رہا اور کوہِ طور رہا

طاہرہ رباب الیاس (جرمنی)

Mrs.Tahria Rubab Iyas

25462 Rellingen / Germany

0049 176 83392957

rubab110@gmail.com

محترمہ طاہرہ رباب صاحبہ جرمنی میں مقیم ہیں ،ان سے بھی پہلی ملاقات فرینک فورٹ کے عالمی مشاعرے میں ہوئی۔آپ 18اگست 1951 کولاہور میں پیدا ہوئیں۔وہاں سے بی اے کیااور جرمنی آگئیں مزید تعلیم جرمنی سے حاصل کی۔

بچپن سے ہی کہانیاں افسانے لکھ کر ریڈیو سے پیش کرتیں۔گیتوں بھری کہانیاں اورتاریخ اسلام کی تحقیق تشریح پر بہت لکھا۔اور ملکوں ملکوں اپنے تقاریر سے پیغامات دیئے۔آپ روحانی اسکالر ہیں۔اوراسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرتی ہیں نہایت خوبصورت لب ولہجہ کی مالک ہیں۔دین کے موضوع پر آپ کا بیان سن کر محفل میں وجد طاری ہوجاتا ہے۔آپ کی تقاریر کی سینکڑوں وڈیو یوٹیوب پر دنیا بھر میں بڑے شوق وذوق سے سنی جاتی ہیں۔

عالمی رسالوں میں بے شمار کالم انسانی بیداری اور مذہبی مقاصد وحقیقت پر قلمبند کئے۔شاعری کائنات کی بجائے خالق کائنات پر کی اور ریسرچ وتکمیل بھی خالق اوراس کی کتاب کو ہی مدِنظر رکھ کر کی۔۔

اب تک تین شعری مجموعات شائع ہو چکے ہیں۔'' رب سے رباب ،لمحہ لمحہ اور وہی کتاب نمبر دوئم ،از مکاں تا لامکاں'' اس کے علاوہ '' کلید حجاب ،نزول ربی دعائے رباب ،مقصد خلقت وجود بشریت ، پاکستان کی بیٹی (میری زار) پر لکھی کتاب'' ، یہ کتابیں پبلشنگ کے مراحل میں ہیں۔

ادب کے ہر شعبے سے ہی تعلق ہے ،مذہب ،کلچراور شاعری وغیرہ وغیرہ

بے شمار عالمی مشاعروں میں شرکت کی ہے۔کبھی کبھی برطانیہ کے مشاعروں میں بھی حصہ لیا جاتا ہے۔

واشنگٹن، امریکہ لاس اینجلس، پاکستان، جرمنی اور یورپ کے کئی مشاعروں میں حصہ لیا۔

ان کی شاعرانہ نظرِ انتخاب حیات و کائنات میں پوشیدہ ان اعلیٰ وارفع مضامین پر پڑتی ہے جن کا الفاظ میں ڈھال کر شعر کا پیکر عطا کرنے کے لئے دل کی وہ کیفیت درکار ہے جہاں رموزِ کائنات سے آگہی کے در کھلتے نظر آتے ہیں۔ جہاں ہر دھڑکن، ہر سانس خود فراموشی کے سمندر میں ڈوب کر ذات کی گہرائیوں سے نہ صرف شناسائی حاصل کرتی ہے بلکہ اُن وسعتوں سے بھی ہمکنار ہوتی ہے جہاں مکاں اور لامکاں کے اسرار کھلتے ہیں۔ جہاں خالق ومخلوق کے مابین ربطِ بےنشان کی شناخت کے سلیقہ تک رسائی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔

بندگی کی لذتِ بے پایاں و بے کراں کو وہی محسوس کرسکتا ہے جس کو قدرِ مطلق نے گداز بخشا ہو۔ اس متاعِ بے بہا کا ادراک اس عقل کو نصیب بنتا ہے جس کو خالقِ زمان و مکاں نے فکری بالیدگی کے اس نکتۂ عروج پر پہنچا دیا ہو جہاں پوری کائنات سمٹ کر خانۂ دل میں آجاتی ہے۔ اور ادائے خود سپردگی سے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے عظمتِ ایزدانی کا اعتراف زبان خوگرِ حمد وثنا کرتی ہے۔۔

میں سمجھتی ہوں کہ مل جاتی ہے راحت مجھ کو
لوگ کہتے ہیں تری یاد میں کیا رکھا ہے
گردشِ زیست بھی جس کو نہ بجھا پائی رُبابؔ
وہ دیا پیار کا پلکوں پہ سجا رکھا ہے

میری بہت ہی پیاری مخلص بہنا اور خوبصورت شاعرہ محترمہ طاہرہ رباب کے لئے دلی دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں زندگی سلامتی عطا فرمائے اور آپ اسی طرح اپنی قلم وزبان وعلم سے دنیا میں نیکی کا سبق سکھاتی رہیں اور شاعری ونثر میں ربِ کائنات کے پیغامات کو عام کرتی رہیں۔۔آمین

محبتوں کو دلوں میں بسا کے چھوڑیں گے
ہم اپنے نام سے دنیا ہلا کے چھوڑیں گے

تمہیں غرور کہ تم چاند تارے چھو لو گے
ہم چاند تارے زمیں پہ بلا کے چھوڑیں گے

چہار سو ہی منور کریں گے دنیا کو
چہار سو کوئی سورج اُگا کے چھوڑیں گے

ہر اک طرف کسی خوشبو کو لے کے ہاتھوں میں
جو خواب ہے اسے پھولوں میں لا کے چھوڑیں گے

علؑی کے اذن سے عالم پہ اختیار ملا
تمہارا شمس بھی اک دن بلا کے چھوڑیں گے

سبھی کو منزلِ ہستی کا ہم پتہ دیں گے
ربابؔ دل سے دلوں کو ملا کے چھوڑیں گے

محبتوں کی کہیں بھی کمی نہیں ہوتی
جنوں عشق کی وارفتگی نہیں ہوتی

میں ڈھونڈتی ہوں سرابوں میں لذتِ تریاق
سمندروں میں بھی اب تو نمی نہیں ہوتی

وصالِ یار کے جلووں کا ارتباط ہے جو
نمازِ عشق قضا اب میری نہیں ہوتی

وہ جن کے نام کا ڈنکا جہاں بجاتا ہے
انہیں کے راگ میں کچھ نغمگی نہیں ہوتی

ربابؔ تیرا جنوں تجھ کو مار ڈالے گا
خرد کے شہر میں دیوانگی نہیں ہوتی

❀

ٹوٹ کر چاہو مجھے مست قلندر کر دو
میں جو پیاسی ہوں مجھے ایک سمندر کر دو

اپنی تقدیر کے گلشن میں سجا کر مجھ کو
مجھ کو میرے ہی مقدر کا سکندر کر دو

جاوداں زیست کے اس بارِ گراں کو آخر
میرے مسجود کے شانوں کا مقدر کر دو

عکس پوجا کا دکھے ذات کے آئینے میں
بت سجا کر یہاں اپنا مجھے مندر کر دو

داستاں کوئی نہ سمجھے گا یہاں تیری رباب
بکھری قرطاس کو اب ذات کے اندر کر دو

❀

محبتوں کی کہیں بھی کمی نہیں ہوتی
جنونِ عشق کی وارفتگی نہیں ہوتی

میں ڈھونڈتی ہوں سرابوں میں لذتِ تریاق
سمندروں میں بھی اب تو نمی نہیں ہوتی

وصالِ یار کے جلووں کا ارتباط ہے جو
نمازِ عشق قضا اب مری نہیں ہوتی

وہ جن کے نام کا ڈنکا جہاں بجاتا ہے
انہیں کے راگ میں کچھ نغمگی نہیں ہوتی

رُبابؔ تیرا جنوں تجھ کو مار ڈالے گا
خرد کے شہر میں دیوانگی نہیں ہوتی

❁

بس تری دید کو نظروں میں سجا رکھا ہے
ہم نے دنیا کو مری جان بھلا رکھا ہے

دل سے اُٹھتی ہیں محبت کی صدائیں لیکن
مرے جذبات کو آہوں نے دبا رکھا ہے

مجھ کو ڈھونڈے گی فنا تیری بقا کیا کوئی
کعبہ قوسین کو جب دل میں بسا رکھا ہے

میں نے تنہا ہی زمانے سے بچایا خود کو
درد جتنا بھی ہے سینے سے لگا رکھا ہے

میں سمجھتی ہوں کہ مل جاتی ہے راحت مجھ کو
لوگ کہتے ہیں تری یاد میں کیا رکھا ہے

گردشِ زیست بھی جس کو نہ بجھا پائی رُبابؔ
وہ دیا پیار کا پلکوں پہ سجا رکھا ہے

❁

سلام اس پہ جو فطرت کی بات کرتا ہے
نبی کی حرمت و عزت کی بات کرتا ہے

خدا پسند کرے دین جو، یہ اُس کے لئے
ہر ایک گام پہ جرأت کی بات کرتا ہے

سوار سینے پہ دشمن گلا دبانے کو
یہ ہنس کے فتح کی نصرت کی بات کرتا ہے

اُتارا جاتا ہے صدیوں میں ایک ایسا بشر
جو امر رب سے بشارت کی بات کرتا ہے

تڑپ رہے ہیں مخالف یہ کیسے ممکن ہے
وہ مفلسی میں بھی عشرت کی بات کرتا ہے

حیاتِ خضر دے عمران کو تُو میرے خدا
جو تنگ دستی نہ عسرت کی بات کرتا ہے

ربابؔ اُس پہ دل و جان کیوں نہ ہوں قرباں
جو باشعور ہے ندرت کی بات کرتا ہے
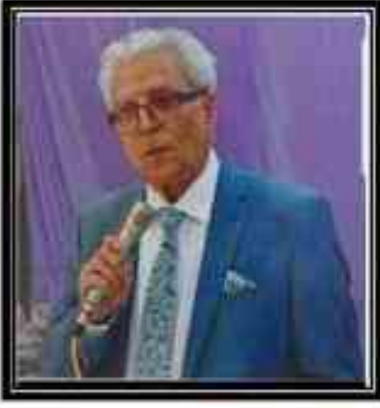
عارف نقوی (جرمنی)

Rudoif-Soiffert-str58
10369 BERLIN.Girmany
فون نمبر:0049-30-9725036
ای میل:naqiarif@yahoo.com

عارف نقوی صاحب لکھنو انڈیا میں 20 مارچ 1924 کو پیدا ہوئے۔ ایم اے اردو، سابقہ لیکچرار ہمبولٹ یونیورسٹی برلن میں رہے، ریڈیو برلن انٹرنیشنل کے مدیر اور اردو انجمن برلن کے صدر بھی ہیں۔

تعلیمی دور میں افسانے، ڈرامے، مضامین اور شاعری کرتے رہے۔ اب تک ماشاءاللہ اٹھارہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مقامی مشاعروں کے علاوہ لندن اور کئی عالمی مشاعروں میں شرکت کا اعزاز رکھتے ہیں

اس کے علاوہ نائب صدر عوامی دور دہلی نیشنل ہیرالڈ دہلی کا یورپ میں نمائندہ بھی رہے۔ پریس ٹریسٹ آف انڈیا کا جرمنی میں پندرہ سال سے نمائندگی کر رہے ہیں۔

1958 میں آل انڈیا ون ایکٹ کے انعامی مقابلہ میں بہترین ڈائریکٹر اور ایکٹر ایوارڈ بھی جیتا۔

1954 سے 1959 تک لکھنو سے اور تین سال دہلی کے آل انڈیا ریڈیو سے ڈراموں میں حصہ لیتے رہے۔ اسی طرح لکھنو اور دہلی کے انڈین پیوپلز تھیٹر ایسوایشن میں ڈائریکٹر اور ایکٹر بھی رہے۔

لکھنو یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ پڑھائی کے دوران بھی سوشل کاموں اور اور ادبی مشاغل میں مصروف رہے۔ لکھنو یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد نئی دہلی کے ہفتہ وار مجلّے "عوامی دور" اسسٹنٹ مدیر رہے۔

26 نومبر 1961 میں جرمنی آ گئے یہاں جرمنی زبان سیکھنی شروع کیا جو اس ملک میں نئے آنے والوں کے نہایت ضروری ہے اور ایک دن اس میں اس قدر قابلیت حاصل کی کہ یونیورسٹی میں لیکچرار کے عہدے پر فائز ہوئے۔

جرمنی میں بھی آپ کی علمی سماجی اور ادبی سرگرمیاں جوبن پر رہیں اور ہمہ تن مصروف رہے۔

1962 میں ہمبولٹڈ یونیورسٹی برلن کے انسٹیوٹ فار تھیٹر سائنس میں جرمن ڈراموں پر ریسرچ کی۔1963 کو باقاعدہ ہمبولڈ یونیورسٹی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر جرمن طالب علموں کو اردو میں گریجویشن کے لئے تیار کرنا شروع کیا۔ایک طویل مدت تک عارف نقوی صاحب اپنی علمی سرگرمیوں میں مصروف رہنے کے بعد 1992 میں ریٹائر ہو مگر اس کے باوجود آپ نے یونیورسٹی کے طالب علموں کو اردو پڑھانی جاری رکھی۔ان تمام مصروفیات کے باوجود آپ انڈین پریس ٹرسٹ آف انڈیا PTI میں پندرہ برس تک اپنی صحافتی خدمات کو مسلسل رکھا۔

اسی طرح آپ انڈین ایسوسی ایشن میں اسسٹنٹ سیکریٹری، برلن مجلس کے صدر، انڈین اسیوسی ایشن کے صدر رہے، جرمن کیرم فیڈریشن کے بھی بلا مقابلہ صدر چنے گئے۔

اردو انجمن برلن کے تحت بے شمار پروگرام منعقد کئے گئے جس کے آپ صدر ہیں۔

غرضیکہ جناب عارف نقوی صاحب کی CV اس قدر طویل ہے جس کے لئے اس کتاب کے بیسیوں صفحات درکار ہیں۔اللہ پاک ان کو صحت تندرستی والی طویل عمر عطا فرمائے پردیس میں بسنے والے ایشین لوگوں کے لئے ایسی ہستیاں خدا کی جانب سے ایک انمول تحفہ ہوتی ہیں۔آپ اکثر مشاعروں کے لئے دنیا کے کئی ممالک کا سفر کر چکے ہیں لندن میں بھی کئی عالمی مشاعرے پڑھے۔صفحات کا دامن تنگ ہونے کی وجہ سے میں ان کی شاعری پر کچھ نہ لکھ پاؤں گا کہ ان کی سماجی وعلمی مصروفیات اور کامیابیوں کی اس قدر طویل لسٹ ہے کہ اسے بھی نہایت مختصر طور پر بیان کر پایا ہوں۔

میں اپنے لئے یہ اعزاز سمجھتا ہوں کہ عارف نقوی جیسی مہان ادبی وعلمی شخصیت کی شمولیت میری اس کتاب میں ہے اور میں ان کے لئے یہ دو صفحات لکھ پایا جو ان کے بیکراں علمی سمندر میں ایک قطرہ بھی نہیں۔۔ان کی شاعری آپ خود پڑھیے اور محظوظ ہوں اور داد دیجئے۔۔میں تو یہی دعا کرتا ہوں کہ ان جیسی قد آور علمی شخصیات ہمارے درمیان زندہ وسلامت رہیں آمین۔۔

❁

بزم طرب میں ساغر و مینا کا جوش ہے
میخانہ جل رہا ہے یہاں کس کو ہوش ہے

یہ شاہراہِ خاص یہ اشجار سبز پوش
سایہ میں ان کے مِتِ خانہ بدوش ہے

دیتے ہوئے پناہ وہ جلتے مکان میں
پیاسے سے کہہ رہا تھا یہی ناو نوش ہے

ساقی کے دستِ ناز سے رستا ہوا لہو
فریاد کررہا ہے زمانہ خموش ہے

یہ مرغزار و دشت و بحر کوہ بیکراں
گردوں بھی اس جگہ پہ قیامت بدوش ہے

نکلی بُکا کچھ ایسی لرزتے ہیں بام و در
بادل گرج رہے ہیں زمانہ نیوش ہے

گلہائے تر ہیں ہاتھ میں خنجر ہے جیب میں
کس اہتمامِ خاص سے وہ فام پوش ہے

بدلی ہوا تو ہم یہی سمجھے چمن گیا
بادِ صبا کو دیکھا تو وہ گُل بدوش ہے

پھونکا کسی نے سور قیامت قریب ہے
اہلِ ہوس کا کھیل خیانت کا دوش ہے

راہِ وفا میں تُو نے جو پودا لگا دیا
اپنے لہو سے سینچ اُسے سوخ پوش ہے

پھولوں کی فکرِ خاص میں پھرتا ہے در بدر
عارفؔ کا حال دیکھئے خانہ بدوش ہے

اے رب العالمین یہ کیسی بہار ہے
کوندے لپک رہے ہیں فلک شعلہ بار ہے
کیسی ہوا چلی ہے کہ گلشن میں ہر طرف
جس پھول کو بھی دیکھتا ہوں داغدار ہے
رِسنے لگے ہیں آبلے میرے پیروں کے اس گھڑی
ہر سمت ریگزار یہاں خار زار ہے
اتنا بہا ہے خون میرا اس دیار میں
گزرا ہوں میں جدھر سے ادھر لالہ زار ہے
کہرام ہے مچا ہوا ہر سو جہان میں
پتھر برس رہے ہیں ہر اک سنگسار ہے
میت کو لا کے چھوڑ گئے ریگزار میں
زاغ و زغن شریک بدن تار تار ہے
محوِ جمالِ دوست ہیں اور یہ خبر نہیں
اک شمع جل رہی ہے عجب انتظار ہے
واعظ چلا تھا زعم میں اللہ کی پناہ
ہوش و حواس گم ہیں قبا تار تار ہے
دورِ خزاں ہے اور چہکتا ہے عندلیب
فصلِ بہار آئے گی یہ انتظار ہے
عارفؔ کے لب کھلے بھی نہ تھے سر قلم کیا
رودادِ دل لہو سے یہاں آشکار ہے

شانِ مصطفٰے

وہ جس کے واسطے دنیا وجود میں آئی
وہ جس کی شان میں کون و مکاں درود پڑھیں
وہ جس کی ذات میں پنہاں صفاتِ رحم و کرم
وہ جس کے نام سے گونجیں امن کے سندیسے
وہ جس نے دینِ اخوت کو آشکار کیا
ضیائے نور سے ظلمت کو تار تار کیا
جنون و کفر کو الفت سے شرمسار کیا
بشر بشر کو صداقت سے ہمکنار کیا
مثالِ نفس کشی، بندگی، خلوص و وفا
وہ میرے دین کا بانی خدا کا پیغمبر
مری نجات کا ضامن مری بقا کا سبب
وہ مصطفٰے مرے اللہ کا حبیب و رسول
کہ جس کی ذات میں پنہاں ہر آیتِ قرآں
نجاتِ آدم و عالم کا وہ سہارا ہے
وہ کائنات کا باعث پیمبروں کا امیر
یہ میرا شعر، مرا فن، غزل یہ افسانہ
مرا خیال اسی کے قدم کا سایہ ہے
بس اتنی آرزو وقتِ سفر شریک رہے
رسولِ پاک کی رحمت مجھے نصیب رہے

نظم: طائرِ آوارہ

میں اڑتا رہتا ہوں آسماں پر
کہ باغ میں اب گزر نہیں ہے
عقاب رہتے ہیں تاک میں اب
کہ میرا کوئی بھی گھر نہیں ہے
سلگتی گلیوں سے آسماں تک
قضا کے شعلے بھڑک رہے ہیں
وہ میرے بچپن کا شہر جاناں
وہ شہر میرا شہر نہیں ہے
میں گل کدوں کو میں بستیوں کو
میں آبگینوں کو موتیوں کو
تلاش کرتا ہوں ہر کھنڈر میں
مرا نشیمن مرا بسیرا مرا ٹھکانہ مرا پڑوسی
میں ڈھونڈھتا ہوں اسی شہر کو
یہاں پہ میرا شہر نہیں ہے
یہاں پہ اپنا گزر نہیں ہے

ہر ایک جا بس کھنڈر کھنڈر ہیں
نہ گنگا جمنی اودھ کی شامیں
نہ صبح کاشی اذان مسجد
نہ عید و ہولی کی رونقیں ہیں
گجر کلیسا کے رو رہے ہیں
میں کس سے پوچھوں شہر کہاں ہے؟
جو میری خوشیوں کا آسرا تھا
وطن وہ تہذیب و شاعری کا
فنون و تعمیر و عاشقی کا
جہاں کی رونق جہاں کی عظمت
میں ڈھونڈھتا ہوں اسی وطن کو
تلاش کرتا ہوں بستیوں کو
چمن چمن کو سمن سمن کو
مگر یہ کیسی صدائے نازک
یہ راگ الفت یہ ساز الفت

کوئی یہ آواز دے رہا ہے
کہ جیسے مجھ کو بلا رہا ہے
وہی ہوں میں آج بھی وہی ہوں
فسونِ غفلت سے جاگ پیارے
شہر کی رونق کو دیکھ پیارے
چمن کدے کا نکھار پیارے
نئے گلوں کا شمار پیارے
گلوں کی زینت چمن کی رونق
شہر کی عظمت وطن کی شہرت
نئی بہاروں میں رنگ گئی ہے
نکھاروں سے سج گئی ہے
فسونِ غفلت سے جاگ پیارے
وطن کے سینے میں سر چھپا لے

فون نمبر: 737919 7963 44+

محترمہ عابدہ شیخ صاحبہ برطانیہ ویورپ بلکہ ہندوپاک تک مقبولیت رکھتی ہیں بہت اعلی شاعرہ ہیں آجکل رباعیات میں بہت نام پیدا کیا اور عنقریب ہی ان کی رباعیوں کا مجموعہ بھی شائع ہونے والا ہے۔ایک مجموعہ "دل ہی تو ہے" 2022 میں شائع ہوا، دوسرا مجموعہ "بال و پر" بھی شائع ہوا جس میں دوسو کے قریب رباعیات اور غزلیں نظمیں بھی شامل ہیں۔آپ کا تذکرہ میری پہلی کتاب "برطانیہ کے ادبی مشاہیر" میں ہو چکا ہے مگر اس کے بعد آپ کا مجموعہ بھی شائع ہوا اور آپ نے شاعری میں کئی ایوارڈ و انعامات بھی حاصل کئے۔

آپ کا اصل نام عابدہ سلطانہ شیخ ہے۔اور قلمی نام عابدہ شیخ استعمال کرتی ہیں۔لندن میں بھی آپ کا کافی دیر تک قیام رہا اور لندن کے بے شمار مشاعروں میں شرکت کی۔میرے مشاعرے میں کئی سال تک دور کا سفر طے کر کے آتی رہیں۔اور ان کا خلاص ہے کہ ہمیشہ کتابوں کی رسم اجراء پر مصنفین کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور پیش کرتیں۔ان پر مضمون بھی لکھتیں۔ عابدہ بہن نہایت پرخلوص اور محبت کرنے والی خاتون ہیں ہر کسی سے ان کے نہایت قریبی برادرانہ دوستانہ تعلقات رہے۔لندن میں قیام کے بعد کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر آپ دوبارہ مانچسٹر منتقل ہو گئیں۔جہاں پہلے بھی کافی مدت رہیں۔

عابدہ شیخ اعلی تعلیم یافتہ خاتون ہیں اور دوران تعلیم ہمیشہ سر اول رہیں ایک مدت تک تعلیم کے شعبہ سے بھی منسلک رہیں۔برطانیہ میں آپ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں، پاکستان میں بے شمار غریب خاندانوں کی سرپرستی کرتی ہیں بے شمار غریب لڑکیوں کے گھر آباد کئے ان کی شادیاں کروائیں۔بیمار غریبوں کے علاج کے لئے مالی امداد مہیا کی۔۔نیک نمازی حاجن خاتون ہیں۔اور درد دل رکھتی ہیں۔بہت سی خوبیوں کی مالک محترمہ عابدہ شیخ صاحبہ کی ساری زندگی ہی انسانیت کی فلاح و بہبود میں گزری ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو زندگی سلامتی سے نوازے تاکہ وہ ایسے نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ ڈال سکیں۔۔آمین

❁

اداسیوں کو رگِ جاں بنا کے رکھا ہے
ترے خیال کو دل میں بسا کے رکھا ہے

نہ کوئی بات نہ وعدہ نہ کوئی رسمِ جنوں
ہمیں کیوں شہرِ طلب نے بھلا کے رکھا ہے

وہ بدگماں ہے تو آئے اور آزمائے مجھے
اسی کا نام لبوں پر سجا کے رکھا ہے

بچھی ہوئی ہے ابھی چشمِ تر تمہارے لئے
دیا امید کا دل میں جلا کے رکھا ہے

قصور سب ہے ہمارا ہی عابدؔہ بے شک
ہمیں نے آپ کو سر پر بٹھا کے رکھا ہے

❁

ہائے کیا اسلوب ہیں انداز ہیں یہ پیار کے
آپ کے انکار میں بھی رنگ ہیں اقرار کے

میکدے آباد ہیں دیر و حرم آباد ہیں
در بدر ہیں آج بھی پیاسے ترے دیدار کے

کیا اسیرانِ قفس بھی خوگرِ غم ہو گئے
سننے میں آتے نہیں نغمے کہیں گلزار کے

کوئی ہے منصور بن حلاج تو عیسیٰ کوئی
یا الٰہی کیا مقدر ہیں صلیب و دار کے

عابدؔہ آدابِ پرسش سے نہیں آگاہ کیا
سامنے رویا نہیں کرتے کبھی بیمار کے

رباعی

دل ان کی محبت سے بہت ہے معمور
اور روح بھی رہتی ہے ہماری مسرور
پہچان بنائی جو الگ دنیا میں
ہم قائدِ اعظم کے بہت ہیں مشکور

رباعی

شاعر کے تخیل میں ، سخن میں تُو ہے
ہر پھول کی خوشبو میں ، چمن میں تُو ہے
تجھ سے ہی منور ہے بساطِ ہستی
تُو فرشِ زمیں پر ہے ، گگن میں تُو ہے

٭

جو اچھا تھا پہلے برا ہو گیا ہے
وفادار تھا بے وفا ہو گیا ہے

اسے تھوڑی دولت میسر ہوئی اور
عجب ہے کہ بندہ خدا ہوگیا ہے

مرا خون جس نے کیا تھا سرِ بزم
عدالت سے وہ کیوں رہا ہو گیا ہے

جبینِ کشادہ کو بوسہ دیا اور
محبت کا سجدہ ادا ہو گیا ہے

نہیں اس کے اندر تو شاعر نہیں ہے
اُسے بے سبب یہ نشہ ہو گیا ہے

سنو ! عابدہ کیا خبر ہے تجھے کچھ
ترے قد سے سایہ بڑا ہو گیا ہے

٭

تعلق جو پہلے تھا وہ اب نہیں ہے
کسی سے مجھے کوئی مطلب نہیں ہے

کبھی اِس کو چاہے کبھی اُس کو چاہے
مرا دل ترے جیسا بے ڈھب نہیں ہے

بہت محترم ہے تُو میری نظر میں
مگر باخدا تو مرا رب نہیں ہے

تماشا میں ہر روز کیسے دکھاؤں
محبت ، محبت ہے کرتب نہیں ہے

خوشی سے منا لینا پھر جشن مل کر
ابھی حالِ دل میرا اب تب نہیں ہے

غضب عابدہ پر غزل کی ہے بارش
میں چپ ہوں مگر چپ مرا لب نہیں ہے
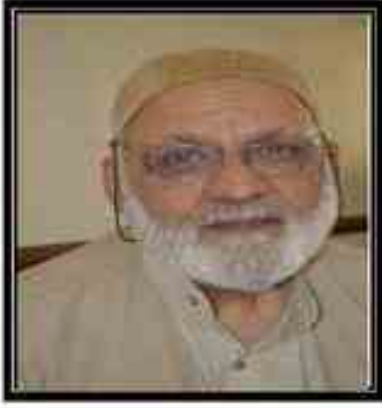
محمد عبداللہ قریشی (لندن)

فون نمبر: 509521 7956 44+

ای میل: maqureshi@hotmail.co.uk

پتہ: 41,Blawith Road.HARROW.HA! 1TL UK

محمد عبداللہ قریشی صاحب سے تعارف جناب عادل فیاض فاروقی صاحب کی معرفت ہوا جب آپ حضرت اُمّ ایمنؓ کے بارے میں کتاب لکھ رہے تھے۔اورانہیں مقامی شعرا کا کلام ان کے بارے میں درکار تھا۔ ''حضرت اُم ایمنؓ سیرۃ النبی کا ایک گمشدہ باب'' کے نام سے یہ کتاب آپ نے جون 2012 میں شائع کی جس میں حضرت اُم ایمنؓ پر میری بھی ایک نظم شامل کی گئی۔

محمد عبداللہ قریشی صاحب نے اپنے ساری زندگی دین کی اشاعت اور ہیرو کے علاقے میں پاکستانی کمیونٹی کی خدمت میں صرف کی۔آپ پہلے شخص ہیں اس علاقے میں جنہوں نے وہاں پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی۔جوآج ایک عالی شان مسجد کے روپ میں ہیرو کے مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

اس کے علاوہ آپ بہترین قلمکار ہیں۔1990 میں آپ نے سہ ماہی رسالہ بنام ''احوالِ وطن'' شائع کیا۔جو کچھ عرصہ جاری رہا۔اس کے علاوہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اکرم کی دائی ماں جنہوں نے آپ کوایک مدت تک پالا حضرت اُم ایمن کے بارے میں ایک کتاب اردو اور ایک انگریزی میں لکھی۔اردو کی مئی 2012 میں شائع ہوئی جبکہ انگریزی میں جون 2012 میں شائع ہوئی۔

اس کے علاوہ آپ نے ''یورپ میں مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا مقدر'' کے نام سے اردو میں اگست 1993 میں شائع کی تھی۔ ''مسجد نبوی کا یورپ کی مساجد سے مطالبہ'' کی اشاعت ستمبر 2020ء میں ہوئی جبکہ ان کی نئی کتاب ''پیغمبر اسلام اور اسلاموفوبیا'' اکتوبر 2020ء میں شائع ہوئی 2021ء میں آپ نے انگلش میں ''مسجد نبوی کا یورپ کی مساجد سے مطالبہ'' کا ترجمہ کتابی شکل میں شائع کیا۔2021 ہی میں آپ نے ''حضرت ایم ایمن'' پر

انگریزی کتاب بھی شائع کی۔ ابھی آپ اپنی سوانح عمری اور ہیرو مسجد کی تاریخ لکھ رہے ہیں جو اردو اور انگرزی دونوں زبانوں میں شائع ہوگی یہ بھی میرے پبلشنگ ادارے "سویرا اکیڈیمی ،لندن" سے شائع ہوگی۔ آپ تمام کتابیں مفت بانٹتے ہیں اور ایک ایک کتاب کے دو دو ایڈیشن شائع کر چکے ہیں۔ یہ تمام کتابیں میں نے "سویرا اکیڈیمی" کے پلیٹ فارم سے شائع کیں جن کی کمپوزنگ بھی میں نے کی۔ آپ دو مزید کتابوں پر کام کر رہے ہیں۔

جس بندے کا وجود عشق الہی اور عشقِ رسولؐ کے سمندر میں غوطہ زن ہو اس کے مدِ نظر شے نہیں بلکہ کیفیت ہوتی ہے لہذا اس کی عبادت بھی ان بلندیوں تک جا پہنچتی ہے جہاں آرزوئیں اپنا رویہ بدل کر اطمینانِ قلب سے ہم آغوش ہو جاتی ہیں اور نفع نقصان کے سارے پیمانے بدلتے نظر آتے ہیں۔

قریشی صاحب کو اللہ پاک صحت تندرستی سے نوازے آپ کو کچھ ماہ قبل فالج کا حملہ ہوا جس نے آپ کو ایک مدت تک بستر فراش رکھا۔ مگر اللہ کا بڑا فضل ہوا اور آپ کی خود اعتمادی نے اس مرض پر کافی قابو پا لیا ہے گو زبان میں کچھ لکنت ہے اور چلنے پھرنے میں قدرے تکلیف ہے مگر اللہ نے ان کے نیک کاموں اور کمیونٹی کے طویل مخلصانہ خدمات کے عوض کرم کیا اور آپ کافی بہتر ہیں۔ اپنے بیماری کے باوجود بھی آپ لکھنے کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں

بندگی کی لذتِ بے پایاں و بے کراں کو وہی محسوس کر سکتا ہے جس کو قدرِ مطلق نے گداز بخشا ہو۔ اس متاعِ بے بہا کا ادراک اس عقل کو نصیب بنتا ہے جس کو خالقِ زمان و مکاں نے فکری بالیدگی کے اس نکتۂ عروج پر پہنچا دیا ہو جہاں پوری کائنات سمٹ کر خانۂ دل میں آجاتی ہے۔ محترم عبداللہ قریشی صاحب نے اپنے پوری زندگی اسی جذبے سے گزاری ہے۔ آپ سینے میں نہایت پاکیزہ درد سے بھرا ہوا احساس دل رکھتے ہیں اور یورپ میں پلے بڑھے بچوں کے دینی مستقبل سے فکر مند رہتے ہیں۔ انہی کی دینی نشو نما کے لئے اپنی زندگی کا طویل حصہ مسجد کی تکمیل میں گزارا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک آپ جیسے لوگوں کو صدا سلامت رکھے اور آپ صحت تندرستی کے ساتھ ادب اور کمیونٹی کی خدمات میں گزاریں۔۔ آمین

عبدالرزاق رانا عاصی صحرائی (لندن)

Mr.Abdul Razzaq Rana

Tel: 07886 304637

E.Mail:ranarazzaq52@gmail.com

اصل نام رانا عبدالرزاق خاں ہے۔ تخلص عاصی ،صحرائی اور ،اے آر راجپوت ،رجل خوشاب ،ابنِ لطیف اور اے آر خان قلمی ناموں سے لکھتے ہیں۔

برطانیہ کی ادبی دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہیں بلکہ نظر ڈالوں تو کوئی بھی نظر نہیں آتا جو رانا عبدالرزاق صاحب جیسا انتھک محنتی اور ادب نواز ہو۔۔

رانا صاحب 13 اپریل 1951ء کو لکی نوشور کوٹ جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ٹی آئی سکول ربوہ سے میٹرک اور ٹی آئی کالج ربوہ سے ایف اے کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کیا۔ لاہور کی ایک فرم میں سپروائزر رہے اور 1975 میں بحرین چلے گئے۔ وہاں سے پھر پاکستان اور اپنے گاؤں میں نمبر داری بھی کی۔ 2005 کو برطانیہ آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

''بزم شعروسخن واندزورتھ جو کہ 2009 سے قائم ہے اور ''قندیل ادب'' کے نام سے بھی سے بے شمار مشاعرے کئے جن میں انڈیا و پاکستان کے معروف شعرا نے شرکت کی اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ بہترین شاعر، کالم نگار اور اپنے تین مجلّوں کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ اور قندیل ادب'' جو 2013 سے سات ممالک میں آن لائین ہزاروں کی تعداد میں بڑے شوق و ذوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اسے پرنٹ بھی کراتے ہیں جو خاص خاص ادبی دوستوں میں مفت بانٹا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ''یو کے ٹائمز'' کا ادبی صفحہ بھی کئی برسوں سے مرتب کرتے ہیں۔

''کاٹھ گڑھ کی ڈائیری ،دانشکدہ عظیم ،قندیل علم ،قندیل حق ،سپوتِ ایشیاء۔ جیسی ضخیم کتب کچھ شائع ہو چکی ہیں اور کچھ زیر ترتیب ہیں۔ بسیار نویس ہیں بہت لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔

ان کے ہزاروں کی تعداد میں ملکی وسماجی مسائل پر نہایت خوبصورت کالم بھی شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں بھی انہیں ملکی وسماجی مسائل پر بات چیت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ سال میں دو تین اعلی پیانے کے مشاعروں کا انعقاد بھی کرتے ہیں جس میں تمام مہمانوں کے لئے نہایت مزیدار کھانوں کا بندوبست ہوتا ہے۔ زوم پر اکثر مشاعروں کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔

مجھے فخر ہے ان کی مخلص دوستی پر کہ وہ ہمیشہ میرے مشاعروں میں دو گھنٹے کے سفر کی مشقت کے بعد اپنے دیگر احباب کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ اپنے وطن کی محبت میں سرشار ہو کر اپنی شاعری اور کالم نویسی میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ تین ہجرتوں کے بعد ایک بہترین ملک میں رہ کر جہاں زندگی کی ہر آسائش موجود ہو، اپنے وطن کے غریب نادار لوگوں اور ملکی مسائل کا درد دل میں رکھنا وہی جانتا ہے جسے خدا اس کام کے لیے چنتا ہے۔ جن کے مقدر میں ہجرتیں لکھ دی جاتی ہیں انہیں وطن کی یاد ہمہ وقت مضطرب و بے چین رکھتی ہے۔ اربابِ وطن کی محبتوں اور خلوص بے چین رکھتے ہیں۔

آپ ایک وسیع النظر، کشادہ ذہن، کشادہ قلب، عمیق مطالعے اور گہرے مشاہدے کے مالک ہیں۔ بے شمار لکھتے ہیں ہر ماہ دو تین ادبی و مذہبی رسالے جاری کرنا ان میں لکھنا انہیں آن لائین مرتب کر کے ہزاروں شائقین ادب کو بھیجنا کوئی آسان کام نہیں اس کے لئے شیر کا جگر چاہیے۔۔

اپنے وطن سے محبت ان کی رگ رگ میں سرائیت کر چکی ہوتی ہے اور ہجرتوں کے دکھوں نے جسے ایک باہمت اور باحوصلہ انسان بنا کر آہنی عزم عطا کرتا ہے ان کی فکر بلیغ، زبان سلیس اور لہجے میں نیا پن ہے۔ اپنے مذہب سے محبت دل میں دوسروں کے لئے بے انتہا خلوص رکھنے والا ہمارا شاعر کہتا ہے۔

اپنی عقیدتوں کا نہ ہرگز شمار کر
دل سے اللہ اور رسول سے پیار کر

دامن ترا خلوص سے خالی نہ ہو کبھی
اس میں گہر وفا کے بھی تابدار کر

❁

اپنی عقیدتوں کا نہ ہر گز شمار کر
دل سے اللہ اور رسول سے پیار کر

دامن ترا خلوص سے خالی نہ ہو کبھی
اس میں گہرِ وفا کے ابھی تابدار کر

تجھ کو ہے گر یقین کی منزل کی آرزو
دارورسن کی سمت نظر بار بار کر

تسکیں نصیب ہو ہمیں فیض رسولؐ سے
دستِ دعا دراز سوئے کردگار کر

ہونے کو ہے عطاؤں کی برسات جلد ہی
اُٹھی ہے یثرب سے گھٹا اعتبار کر

تجھ سے جولرزاں ہو چکے ہیں تیرے ہی دشمن
فکرو نظر کے دام سے عاصیؔ تُووار کر

❁

پھر وہی غم کا فسانہ آگیا
حسرتوں کا تا زیانہ آگیا

تری ابروئے چشم کی دیکھ کر
ہم کو بھی نظریں ملانا آگیا

ملے جو کچوکے وصل کے
زخم کھا کر مسکرانا آگیا

خارزاروں میں کسی گُل کی طرح
تم سے ہی دل بہلانا آگیا

ہم نے جس کے واسطے یہ غم سہے
اسے ہی مرے زخموں پہ نمک چھڑکانا آگیا

آج بھی فرعون و یزید زندہ ہیں
پھر وہی ظالم زمانہ آگیا

❁

ہر شام ساقیا مجھے سوز و گداز دے
ہر صبح عشق سے مجھے اپنے نواز دے

در پہ تمہارے آ گیا سب کچھ لٹا کے میں
اب چاہیئے کہ کہ مستوں سا مجھ کو وہ ناز دے

کب تک جنونِ دُوری سے مجھ کو بچاؤ گے
محمود بن چکا ہوں تو مجھ کو ایاز دے

آنکھوں میں تیرا ناز جبیں پہ ہے تیرا نقش
آ سامنے تو مجھکو اذنِ نیاز دے

عاصؔی نے رو کے عرض کی اے ربّ العلمین
مجھ کو بھی گلفتوں کے انوکھے سے راز دے

محبتوں کی آگ بھی لے آئے ہیں گلشن میں گلاب
اُن کو خیرہ کر ہی دے کی ترے رُخ کی آب و تاب

مری اُلفت کو تمنا تھی ترے دیدار کی
طارم آذر سے آیا کیوں نہیں اس کا جواب

حسن کی رعنائیاں محفل میں رہنے دو یہاں
حسن کی رعنائیوں میں کیسا پردہ کیا حجاب

ان کی آنکھوں سے عیاں ہوتی رہی ہے کہکشاں
اُن کی آنکھوں سے پھوٹتا دیکھا ہے ماہتاب

ترے جذبوں کی روانی سے ہوئے سرشار لوگ
فکرِ شاعر فکرِ عاصؔی ہو گئی ہے لا جواب

اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا
ماضی تو روشن تھا مگر حال کھو گیا
جیسے چاہے تھے تو نے وہ شاہین نہ رہے
باذوق نہ رہے وہ ذہین نہ رہے
پاکیزہ نہ رہے با دین نہ رہے
مومن کا وہ انداز با کمال کھو گیا
اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا
حیرت تو یہ کہ وہ بے ضمیر ہو گیا
لیتے لیتے کشمیر دولت کا اسیر ہو گیا
دہشت گرد بن کر بے توقیر ہو گیا
دولت اور شہرت پر نہال ہو گیا
اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا
بندہ ء خدا بندہ ابلیس ہو گیا
جتنا بڑا مجرم تھا بھرتی پولیس ہو گیا
مومن بنتے ہوئے بھی مثلِ خبیث ہو گیا
شاہین نہیں اب عاشق حسن و جمال ہو گیا
اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا
طاقت پر ہے بھروسہ اللہ سے بے یقین ہو گیا
سعودیہ کا ہے گدا ، فرنگی کا کمین ہو گیا
مجاہد کا جذبہ جہاد زیرِ زمین ہو گیا
انٹرنیٹ، ای میل، ٹی میل کا اُسے خیال ہو گیا
اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا

ہم مثل شجر سب ہیں کھڑے ہوئے
ایستادہ تنہا، مگر سر ہیں جُڑے ہوئے
مثل دانہ ِ تسبیح باہم ملے ہوئے
کوئی ہلائے تو ہیں تنہا تنہا پڑے ہوئے
منزل ہے ایک، راہنما بھی ایک
مگر راستے ہیں جدا جدا لئے ہوئے
مد نظر ہے ہمہ وقت اللہ اور رُسول
ہاتھ پہ کشکول غیر اللہ کے دھرے ہوئے
کوہِ اُمیدوطمع دل میں چھپائے ہوئے
ہمہ وقت فکر فردا کی سوچ لئے ہوئے
ایک جسم ہے،ایک ہی مٹی ایک ہی خون
لالچ دہر میں، ہیں پسر و پدر لڑے ہوئے

عبدالرؤف قاضی (لندن)

فون نمبر:+44 7828 790790

44,Buxton Road.London.E17 7EJ

عبدالرؤف قاضی صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ برطانیہ کے واحد منظر نگار اور سیاحت نگار ہیں۔آپ نے تقریباً آدھی سے زیادہ دنیا کا سفر کیا اور وہاں کے تاریخی مقامات کے باتصویر سفر نامے شائع کیئے۔گو آپ کی رہائش ایسٹ لندن کے مشہور پاکستانی علاقے والتھم سٹو میں ہے مگر جب بھی سنو قاضی صاحب کسی نہ کسی ملک گئے ہوتے ہیں اور اپنی فیس بک پر اپنی روزانہ کی مصروفیت مع تصاویر بھیجتے رہتے ہیں۔ایک نہایت محنتی انسان ہیں باریش شلوار قمیض اور پگڑی میں ملبوس دنیا کے ہر شہر گھوم لیتے ہیں اور اپنے ملک کا نام اپنے قومی لباس سے روشن کرتے ہیں۔

آپ نے مذہبی کتابیں بھی لکھی ہیں اور سیاحت پر"سیاحت الارض" کے عنوان سے پانچ کتابیں لکھیں جو مڈل ایسٹ، یورپ اور پاکستان کے علاقوں سے متعلق ہیں۔اور ان تمام ممالک میں آپ خود سفر کرتے ہیں اور تاریخی مقامات کا خود جائزہ لے کر لکھتے ہیں۔

ابھی ان کی آخری کتاب میرے سامنے پڑی ہے جو چند دن پہلے انہوں نے مرحمت فرمائی جو"سیاحت الارض" کے سلسلے کی پانچویں کتاب ہے جو پاکستان کے شمال مشرقی علاقے کے بارے میں ہے۔جو ماشاءاللہ 386 صفحات کی ضخیم مجلد کتاب ہے۔

پاکستان میں آپکا تعلق راجڑ کلاں سرائے عالمگیر ضلع گجرات سے ہے۔آپ ایک نہایت مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے اباؤاجداد حافظ قرآن اور اپنے علاقے کے معزز جید عالم تھے۔آپ بھی صوم وصلاۃ کے سخت پابند نہایت خوش لباس خوش گفتار چہرے پر تبسم ہر کسی سے نہایت انکساری اور خلوص سے ملنا اپنے علاقے کی پسندیدہ شخصیت ہیں۔مجھے امید ہے کہ قاضی صاحب اپنا یہ قلمی سفر جاری رکھیں گے اور ہم جیسے گھر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دنیا کی سیر کراتے رہیں گے۔۔۔۔۔۔۔ ☆☆

عبدالقدیر کوکب

فون نمبر: 8393815 317 92+

پروفیسر عبدالقدیر کوکب صاحب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہیں جنہوں نے ساری زندگی تعلیم ہی بانٹی ۔آپ 15 اگست 1951 کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے ۔ بی ایس سی کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے 1972 میں حاصل کی ۔ ایم ایس سی ریاضی کی ڈگری قائداعظم یونیورسٹی سے 1975 میں حاصل کی ۔ایف ایس سی، بی ایس سی اور ایم ایس سی میں میرٹ کی بنا پر تعلیم کے دوران اسکالرشپ حاصل کی۔ 1975 میں نائجیریا میں پرنسپل کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔ 1989 تک یہ اعلیٰ ذمہ داری ادا کی ۔ 1990 میں آپ بیکن ہاؤس سکولز سسٹم میں ریاضی کے مختلف لیولز پڑھاتے رہے ۔ 2006 تک بیکن ہاؤس سکولز میں اپنے خدمات کے دوران پاکستان رہتے ہوئے کیمبرج یونیورسٹی سے ایجوکیشن میں کورسز کی تعلیم بھی حاصل کی۔

2012 میں آپ برطانیہ آ گئے اور یہاں ریاضی کے مختلف لیولز پڑھا رہے ہیں۔شاعری انہیں ورثے میں ملی ہے آپ کے والد صاحب اردو اور پنجابی کے شاعر تھے ان کے بھائی عبدالحمید خلیق صاحب بھی اردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔

آپ پہلے تو شوقیہ شاعری کرتے رہے مگر جب لندن کی فضا میں مشاعروں کی بازگشت سی تو باقاعدہ لکھنے لگے اور مشاعروں میں شرکت شروع کی۔میرے مشاعروں کی بھی جان ہیں اور بہت دور سے تشریف لا کر اپنے خوبصورت کلام و انداز سے داد سمیٹتے ہیں۔اسی طرح رانا عبدالرزاق صاحب کے مشاعروں میں نیوہیم کے چوہدری محبوب احمد محبوب کے مشاعروں میں باقاعدگی کے ساتھ شریک ہو کر اپنا ادبی فریضہ ادا کرتے ہیں۔

کوکب صاحب ایک نہایت مخلص دیندار نرم مزاج اور بڑے ادب کے ساتھ سب کو ملتے ہیں اور کمیونٹی میں بہت عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔

اللہ پاک ان کے قلم میں مزید برکت دیا وروی اسی طرح علم بانٹنے کے ساتھ ساتھ ادب کی بھی خدمت کرتے رہیں۔۔۔ ---------------------------

آپ سے دور پار رہتے ہیں
ہم بہت بیقرار رہتے ہیں

اُس نے وعدہ کیا تھا آنے کا
ہم سرے رہگزار رہتے ہیں

دیکھ کر پھول اس کو مت چھونا
ساتھ ان کے بھی خار رہتے ہیں

دیکھتا روز ہوں رقیبوں کا
میرے گھر کے وہ پار رہتے ہیں

لے خبر جلد ہم مریضوں کی
سانس بس تین چار رہتے ہیں

قرض سارے ادا کئے میں نے
جان کے بس ادھار رہتے ہیں

پاس سے جب بھی گزریں وہ میرے
دل میں ارماں ہزار رہتے ہیں

اک سے ہی تم تو ڈر گئے کوکبؔ
سانپ یاں بے شمار رہتے ہیں

میں نے اس سے سدا وفا کی تھی
اس نے پھر مجھ سے کیوں جفا کی تھی

اپنا سب کچھ لٹا دیا اس پر
کون سی کب کہاں خطا کی تھی

رسمِ دنیا میں وہ مقید تھا
ہو رہا بس یہ التجا کی تھی

کچھ محبت تو چھپ کے کرتے ہیں
میں نے اس سے تو برملا کی تھی

خود منایا خفا ہوئے جب بھی
اک یہی تو بڑی خطا کی تھی

ایک ہونے پہ سب ہوئی رسمیں
کچھ دوا اور کچھ دعا کی تھی

اس سے کوکبؔ تجھے ہے کیا امید
جس کی ہر بات ہی انا کی تھی

ہم نے سنا ہے وہ حسیں مانا نہیں کبھی
اس کو منانے بن بھی تو جانا نہیں کبھی
اک نقشِ پا کی مٹی کو رکھا سنبھال کر
اس جیسا ہم نے پایا خزانہ نہیں کبھی
ہم نے سنا ہے گھر کے تو ظالم بہت ہیں لوگ
مر کے بھی ہم نے کہنا نا ، نا نہیں کبھی
بھیجا ہے ہم نے دوست کو کہ حالِ دل کہے
کہہ دے اسے کہ چھوڑ کے جانا نہیں کبھی
جو بات سچ وہ ہی تم لانا زبان پر
سچا اگر ہے عشق ، بہانہ نہیں کبھی
وہ آئے تیرے در پہ تو آنکھیں بچھانا تم
رکھنا ہمیشہ یاد ، ستانا نہیں کبھی
کوکبؔ تجھے یقین ہے اس کی زبان پر
کچھ بھی ہو پر قسم کو اٹھانا نہیں کبھی

❁

عشق ہم سے کیا نہیں جاتا
درد اب تو سہا نہیں جاتا

عشق کرکے یہ حال ہوتا ہے
جینا چاہو جیا نہیں جاتا

لوگ کیا کیا ہیں مانگتے مجھ سے
مجھ سے دل تو دیا نہیں جاتا

ہاتھ پر اثر ہے جدائی کا
نامۂ عشق بھی لکھا نہیں جاتا

مرا خالی گلاس رہنے دو
جام غم کا پیا نہیں جاتا

جو ملا زخم ہجر کا کوکبؔ
وصل سے بھی سیا نہیں جاتا

عذرا ناز (ریڈنگ، یوکے)

Mrs.Azra Naz

Mob: +44 7908 049869

E.Mail: azranaz1@hotmail.com

عذرا ناز سے پہلی ملاقات 'ریڈنگ' میں معروف شاعرہ محترمہ فرخندہ رضوی کے شعری مجموعہ کی تقریب رونمائی پر ہوئی ۔۲۸ اکتوبر کو جہلم ،پاکستان میں پیدا ہوئی۔ میٹرک تک سینٹ جوزف کانوینٹ سکول جہلم سے تعلیم حاصل کی۔ گورنمٹ ڈگری کالج فار ویمن جہلم سے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ چار سال تک بطور ٹیچر کام کیا اور بعد ازاں پولیس محکمہ پولیس میں ملازمت کی۔ سب انسپکٹر پولیس کی حیثیت سے محکمانہ خدمات سرانجام دیں اور اس ملازمت کے دوران ہی یو کے چلی آئی اور اس طرح ملازمت کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔ سکول کے زمانے سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ ادبی سفر ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے شروع کیا۔

سکول کے زمانے میں پہلا افسانہ 'بکھرے موتی' کے نام سے ایک ادبی رسالے میں شائع ہوا جو واہ کاریگر سے نام سے واہ فیکٹری سے شائع ہوتا تھا۔ ساحر لدھیانوی اور احمد فراز کی شاعری نے اس شوق کو اور بھی مہمیز دی اور یوں شاعری کرنا شروع کی۔ اس طرح 1986 میں پہلی بار ادبی حلقوں سے روشناس ہوئیں اور کبھی کبھار مشاعروں میں جانا شروع کر دیا۔ اس وقت جہلم کی ادبی فضا شاعری کے لئے بہت زرخیز تھی۔ بہت نامور اور باکمال شعراء موجود تھے جن میں اقبال کوثر صاحب، جوگی جہلمی ،نصیر کوی، سید امداد ہمدانی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مشاعروں میں خوب پذیرائی ہوئی۔ اس دور میں جہلم میں آپ پہلی شاعرہ تھی جس نے ادبی حلقوں میں باقاعدہ جانا شروع کیا تھا۔ بعد ازاں مزید خواتین شاعرات نے بھی ادبی فضا کو اور بھی نکھار بخشا۔ لالہ موسیٰ، گجرات اور راولپنڈی میں بہت سے عالمی سطح کے مشاعروں میں حصہ لیا۔ پی ٹی وی سے لکھاری کے نام سے ایک پروگرام مضافاتی شاعرات و شعرائاور ادباء کو متعارف کرانے کے لئے براڈ کاسٹ کیا جاتا تھا جس میں انہیں حصہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔ یو کے میں بھی دوبار MATV پر جانے کا موقع ملا اور ایک بار اسلام اردو چینیل پر بھی۔

اپنی پولیس ملازمت کے دوران راولپنڈی کے بہت خوبصورت مشاعروں میں جانے کا موقع ملا۔اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ پہلے شعری مجموعے کا مسودہ پاکستان میں اشاعت کے مرحلے تک پہنچ چکا تھا لیکن 1999 میں آپ یو کے آ گئیں اور اس طرح یہ کتاب شائع ہونے سے رہ گئی۔گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اور کچھ بچی کی وجہ سے کیونکہ وہ بہت چھوٹی تھی، ادبی سرگرمیوں سے دور ہوتی چلی گئی۔اسی لئے پہلی کتاب ''دشتِ جاں'' کے نام سے 2015 میں شائع ہوئی جس کی تقریب رونمائی پاکستان میں ہوئی۔دوسری دو کتابیں اشاعت کے مرحلے تک پہنچ چکی ہیں۔انشاءاللہ بہت جلد منظر عام پر آ جائیں گی۔انہوں نے سب سے زیادہ صنفِ غزل کو ذریعہ اظہار بنایا جبکہ نظم اور گیت کی اصناف میں بھی طبع آزمائی کی۔پنجابی میں بھی شاعری کرتی ہیں۔

لندن کے علاوہ یو کے دیگر شہروں میں بھی متعدد مشاعروں میں بھی حصہ لے چکی ہیں۔ہر مشاعرے میں جانا یوں بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔خواتین کی گھریلو ذمے داریاں انہیں اجازت نہیں دیتیں۔ویسے بھی سب سے بڑی مشکل خواتین کے لئے یہ ہے کہ اکثر مشاعرے شام کو یا رات کو منعقد ہوتے ہیں اس لئے شرکت کرنا تقریباً ناممکن سا ہو جاتا ہے۔خاص کر کے دور دراز کے شہروں میں جانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔کتابوں، پھولوں، خوشبو اور خوبصورت باتوں سے محبت ہے۔مطالعے کی رسیا ہیں۔بہت جلد دوسروں سے گھل مل جاتی ہوں۔زندگی کے روشن پہلو پر نظر رکھتی ہیں۔آپ نے نظم اور گیت کی اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن بنیادی طور پر غزل کی طرف میلان بہت زیادہ رہا ہے۔انہوں نے ہر موضوع پر لکھا ہے۔تاکہ شاعری جمود کا شکار نہ ہو اس کا انہیں ہمیشہ احساس رہا ہے۔ان کی شاعری آمد کی شاعری ہے آورد کی نہیں اس لئے بسیار نویس نہیں ہیں۔

2019 میں جناب خضر مفتی صاحب کے سالانہ مشاعرے میں ان کے دوسرے شعری مجموعہ ''تمازتیں'' کی تقریب رونمائی ہوئی۔

عذرا ناز نے اپنی غزلوں میں اچھوتے خیال ،فکرِ بے کراں اور کھلے آسمان وغیرہ کے تلازموں کے ذریعے نئے رنگ و آہنگ کو بھی جگہ دی ہے۔دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں زندگی سلامتی دے اور آپ اسی طرح ادب کی خدمت کرتی رہیں۔۔آمین

اگرچہ راستہ میلوں تلک ہموار ہوتا ہے
مگر سوتا نہیں جو قافلہ سالار ہوتا ہے
امنگوں کو مٹا دینا الگ اک بات ہے لیکن
نفی کرنا خود اپنی ذات کی دشورا ہوتا ہے
اسی میں زندہ رہتی ہے اسی میں جان دیتی ہے
بس ایک چھوٹا سا گھر عورت کا کل سنسار ہوتا ہے
اطاعت ہارنے والوں کی کب تسلیم ہوتی ہے
جو جیتا ہو قبلے کا وہی سردار ہوتا ہے
اسے لے جائے چاہے زندگی پاتال میں لیکن
وہ گر سکتا نہیں جو صاحب کردار ہوتا ہے
خدا کی رحمتیں سادہ دلوں کا ساتھ دیتی ہیں
وہ اکثر مات کھا جاتا ہے جو ہشیار ہوتا ہے
تاثر ہم چھپا پائے نہ چہرے کا کبھی عذؔرا
چھپا لے جو تاثر وہ بڑا فنکار ہوتا ہے

بڑھنا ہے گر تجھے تو نہ پیچھے پلٹ کے دیکھ
بیتے ہوئے دنوں کے نہ صفحے اُلٹ کے دیکھ

دریا ہے تو اگر بپھرتا ہے کس لئے ؟
ساحل کے بازوؤں میں کسی دن سمٹ کے دیکھ

مر مر کے زندگی کا تجربہ نہیں تجھے
بدقسمتی سے تو کبھی اپنوں سے کٹ کے دیکھ

پڑھنی ہے گر تجھے کسی عورت کی زندگی
اس کی طرح سے تُو کئی ٹکڑوں میں بٹ کے دیکھ

آئیں گی تجھ کو خوبیاں میری نظر سبھی
نفرت بھری نگاہ سے اک روز ہٹ کے دیکھ

مشکل نہیں ہیں اس قدر باہر کی شورشیں
اندر کی جنگ سے تُو کسی دن نمٹ کے دیکھ

❁

پاس آنے کی مری جان کوئی صورت بھی تو ہو
میں چلی آؤں تجھے میری ضرورت بھی تو ہو

تُو خفا ہے تو منانا بھی مجھے آتا ہے
پر ترے پاس کوئی وجہِ کدورت بھی تو ہو

کون جانے کہ مرے دل پہ ہیں گھاؤ کتنے
زخم گننے کی کسی دن مجھے فرصت بھی تو ہو

بھول جاؤں میں سبھی تیری جفائیں پل میں
شرط یہ ہے کہ تجھے مجھ سے محبت بھی تو ہو

کیسے ممکن ہے کہ دل پر نہ اثر ہو کے رہے
تیرے جذبوں میں مگر تھوڑی صداقت بھی تو ہو

سننے والوں کو نہ مسحور کریں کیوں عذرا
تیرے اشعار میں لیکن کوئی ندرت بھی تو ہو

تم چلے جاؤ یہ دل خود ہی سنبھل جائے گا
ورنہ بچے کی طرح پھر سے مچل جائے گا

عمر بھر پھر سے نہیں ہاتھ میں آنے والا
وقت کے ہاتھ سے لمحہ جو پھسل جائے گا

وقت بدلا تو چلو بدلا کوئی بات نہیں
کیا خبر تھی ترا لہجہ ہی بدل جائے گا

دل ترا پگھلا نہیں ہم نے مگر سوچا تھا
وقت کے ساتھ یہ پتھر بھی پگھل جائے گا

اور تو کچھ بھی نہ بن پائے گا مزدوری میں
ایک دو دن گھر کا مگر چولھا تو جل جائے گا

ماں نہ جس روز رہی زندہ جہاں میں عذرا
گھر سے برکت کا خزانہ بھی نکل جائے گا

کہاں یہ دن ملیں گے پھر، کہاں یہ محفلیں ہوں گی
وہی تنہائی ہوگی ، چار سُو پھر وحشتیں ہوں گی

محبت جس قدر ہوگی بڑھیں گی نفرتیں اتنی
بڑھیں گے فاصلے اتنے ہی جتنی قربتیں ہوں گی

کوئی صورت نہ اترے گی ترے بن شیشۂ دل میں
ہمارے سامنے گرچہ ہزاروں صورتیں ہوں گی

لبادہ اوڑھ رکھا ہے فقط صبر و قناعت کا
مرا دل چیر کے دیکھو ہزاروں حسرتیں ہوں گی

ضرورت ہے تو بس اک دیکھنے والی نظر کی ہے
زمیں کے ذرّے ذرّے میں خدا کی قدرتیں ہوں گی

ہمی بیزار ہوں گے اس زمانے سے مگر عذرؔا
ہمارے چار سُو مانا جہاں کی رونقیں ہوں گی

میرے دل کی دھڑکن اکثر میرے دل سے کہتی ہے
اُن سے مل کر کیوں ملنے کی پیاس ادھوری رہتی ہے

اتنے درد سہے تو سینہ ساگر کا شق ہو جائے
یہ عورت کی ہمت ہے جو لاکھوں صدمے سہتی ہے

چاند کی لو میں ساتھ وہ میرے دُور تلک یوں چلتا ہے
جیسے ندیا دھیرے دھیرے ساتھ پون کے بہتی ہے

بھائی کا ہی دشمن بھائی کیا یہ بھائی چارہ ہے ؟
آپس میں سب دست و گریباں یہ کیسی یک جہتی ہے

اُن کو ہی یہ نظریں ڈھونڈیں عذرؔا ہر اک منظر میں
جیسے ایک چکوری چندا کو ہی تکتی رہتی ہے

عشرت معین سیماؔ (جرمنی)

فون نمبر: 17676798251 (0)49+

ای میل: ishrat.moin@gmx.de

محترمہ عشرت معین سیماؔ صاحبہ جرمنی کے معروف افسانہ نگار و شاعر سید انور ظہیر رہبرؔ کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت ادبی خاندان ہے جس میں سرور غزالی بڑا بھائی انور رہبر چھوٹا بھائی اور محترمہ عشرت معین سیماؔ تینوں جرمنی کے معروف قلمکار ہیں اور انہوں نے اس دیار غیر میں اردو ادب کی شمع جلا رکھی ہے۔ میری پہلی ملاقات برلن میں ہوئی تھی جہاں ''بزم اردو'' کے مشاعرے میں گیا تھا اور دوسری ملاقات ان سے 19 نومبر 2017 کو فرینکفورٹ میں ہوئی جہاں عرفان احمد کی دعوت پر مشاعرے پر گیا۔ تو آپ نے مجھے اپنی تین کتابیں عنائت کیں۔ ''اٹلی کی جانب گامزن'' سفر نامہ جو 2015 میں شائع ہوا ''گرداب اور کنارے'' افسانوں کا مجموعہ جو 2016 میں شائع ہوا اور ''جنگل میں قندیل'' آپ کا پہلا شعری مجموعہ جو 2017 میں منصۂ شہود پر آیا۔

عشرت معین سیما کا علمی اور ادبی سفر بہت طویل ہے اور آپ نے اپنی محنت سے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔

آپ کراچی میں پیدا ہوئیں۔ زندگی کے دو اڑھائی عشرے تعلیم و تربیت میں صرف ہوئے، کراچی یونیورسٹی سے ابلاغ عامہ میں ایم اے کیا اس دوران مقامی اخبارات میں صحافت کے فرائض انجام دیتی رہیں، افسانے اور دیگر مضامین شائع ہوتے رہے۔ 1991 میں سید انور رہبر کے ساتھ شادی ہوئی اور آپ جرمنی آ گئیں۔ یہاں آ کر آپ نے جرمن زبان میں مہارت حاصل کی اور برلن کی فری یونیورسٹی سے دوسرا ماسٹر انڈیالوجی اور صحافت میں کیا۔ ساتھ ہی برلن کے ایک اخبار 'برلیز سائٹونگ' کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اور اپنے ایک جرمن پروفیسر کے ساتھ مل کر 'یونیورسٹی ریڈیو برلن' کی بنیاد رکھی جو آج بھی جرمن زبان میں کلچر پروگراموں میں شامل رہتی ہیں۔ اسی طرح اپنے ایک پروفیسر نسپٹال جو بے شمار زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں کی سرپرستی میں برلن کا پہلا اردو ادبی جریدہ 'نئی کاوش' جاری کیا۔

جس میں اساتذہ کے ساتھ ساتھ نئے لکھاریوں کو بھی متعارف کرایا گیا۔1999 میں بحیثیت معاون اردو ٹیچر کے فرائض 'فری یونیورسٹی' میں ادا کئے ۔2000 میں یورپین یونین کے تحت ایک یوراشیا لینگوئج سینٹر میں پاکستان اور اردو کی انچارج کے طور پر بھی کام کیا۔اس دوران اردو کی تدریس کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے کا موقع ملا۔عصمت چغتائی کی تصانیف بالخصوص ان کے ناول "ٹیڑھی لکیر" پر سیر حاصل تبصرے نے خاصی مقبولیت دی۔ بعد میں عورت کا اردو ادب میں مقام اور ترویج وترقی میں کردار کے حوالے سے مقالہ تحقیقی ترتیب دیا جسے اردو انجمن کے پلیٹ فارم سے پیش کرنے کا موقع بھی فراہم کیا گیا۔2005 سے اردو الیکٹرونک میڈیا، جیو، اپنا اور اردو بی بی سی لندن کے لئے بھی کام کیا۔

1991 کے آخری ماہ سے اب تک نجی اور بزم اردو برلن اور اردو انجمن برلن کی جانب سے منعقد کئے گئے مشاعروں میں باقاعدگی سے حصہ لیتی ہیں اور بیشتر مشاعروں میں نظامت کے فرائض بھی ادا کئے ۔اخبار جنگ، عالمی اخبار، پروازلندن اور دیگر بے شمار ادبی رسائل میں اپنی نگارشات شائع کرواتی رہیں۔

جہاں اردو انجمن برلن کی فعال رکن ہیں وہاں یورپ کی ایک یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات میں جرمن زبان کے جنوبی ہند کی زبانوں کے تعلق میں اردو اور ہندی زبان کی تاریخ اور ارتقاء کے حوالے سے تحقیق کی اور اٹلی کے شہر 'میلان' میں اسی منصوبے کے تحت اردو زبان کو یونیورسٹی لیول پر متعارف کرایا اور یورپی یونین کے شعبہ لسانی تحقیق پر انعام بھی حاصل کیا۔ان کا سفرنامہ بنام "گامزن" اسی سفر پر لکھا گیا۔

عشرت معین سیما صاحبہ نے اپنی محنت اور لگن سے ایک ایسا نام پیدا کیا ہے جو بہت کم خواتین کے حصے میں آیا ہے جس پر ہم سب کو فخر ہے۔

آج بھی آپ برلن یونیورسٹی کے ایک ریسرچ سینٹر میں تحقیق وتدریس کے امور پر فائز ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری یہ بہن اسی طرح محنت کرتی رہیں اور اپنے ملک کا نام روشن کریں اور اپنی زبان کو زندہ و سلامت رکھیں ۔۔آمین

اس چشمِ نم سے منظرِ حیراں چلا گیا
خوابوں کا اِک جہانِ گلستاں چلا گیا

شہروں میں آ کے بس گئے حیوان جس گھڑی
غاروں میں پھر سے آج انساں چلا گیا

کچھ وسوسوں میں ایسے کٹی عمرِ بے اماں
اس زندگی سے رشتۂ ایقاں چلا گیا

شرطوں پہ آج کل تو نبھاتے ہیں عاشقی
تب ہی تو چاہتوں سے یہ پیماں چلا گیا

زاہد کی کچھ حکایتیں سن کر لگا مجھے
بس دین رہ گیا یہاں ، ایماں چلا گیا

یہ دھڑکنیں تمہاری تو سیمؔا فریب ہیں
دل سے اگر جو جذبۂ احساں چلا گیا

عشق میں تارے توڑ کے میں تو چاند بھی سر کر سکتی تھی
جیتی ہوں میں دیکھ کے جس کو اُس پر ہاں میں مر سکتی تھی

آنکھ میں آنسو بھرنے والی طاقت سے اب کیا لڑنا
برکھا بھیگے دامن میں کچھ خوشیوں کو بھر سکتی تھی

چھپ چھپ کر یوں آہیں بھرنا مسکانا ، یوں جرم نہ تھا
میں دلدار کو رنگے ہاتھوں دیکھ یہاں دھر سکتی تھی

بھولی بھالی سندر لڑکی اک مجھ میں مدفون ہوئی
جس کی جان بچانے کو میں کیا سے کیا کر سکتی تھی

خاک اُڑا کر خاک ہوئی یہ ذات تمہاری سیمؔا جی
مٹی کی یہ چاہ تمہاری خاک امر کر سکتی تھی

❁

وقت کی چادر کو چہرے سے ہٹا کر دیکھنا
ہجر کی ہر شب کو جیون سے گھٹا کر دیکھنا

ہاتھ میں کتنے جزیرے چاہتوں کے قید ہیں
زندگی کی الجھی ریکھائیں مٹا کر دیکھنا

ہر سویرا دھوپ اور کرنیں لئے آتا نہیں
آنکھ سے نفرت کا یہ پردا ہٹا کر دیکھنا

زندگی کے کچھ حقائق پیار سے بڑھ کر بھی ہیں
تم زبان و دل سے یہ پہرہ ہٹا کر دیکھنا

چاہتے ہیں تم کو بس اتنا ہی کافی ہے ہمیں
بے سبب کیا درد کی دولت لٹا کر دیکھنا

خونِ دل اور آنسوؤں سے ہی اُبھرتی ہے غزل
سیمؔا اس رستے پہ تم کٹا کر دیکھنا

❁

پوشاک تن پہ ہیرے و موتی جڑے ہوئے
روح بدن میں حرص کے کیڑے پڑے ہوئے

ظاہر میں زندگی نے تو پہنا ہے پیراہن
باطن میں جیسے برسوں کے لاشے سڑے ہوئے

اُن کا نہ کچھ بگاڑ سکی بادِ تند و تیز
کچھ پیڑ تھے ہوا کے مقابل اڑے ہوئے

یہ چمچماتی گاڑیاں بانٹیں گی اُن میں بھوک
جو بلبلاتے لوگ ہیں میلوں کھڑے ہوئے

یہ لوگ ارضِ پاک کے دامن کا داغ ہیں
پنجے سیاستوں میں ہیں اِن کے گڑے ہوئے

اچھا ہوا کہ کانٹوں نے رستہ دیا مجھے
ورنہ تھے زیرِ پا مرے چھالے پڑے ہوئے

سیمؔا زباں دراز سہی بے زباں نہیں
دیکھے ہیں ناصحوں کے بھی تیور چڑھے ہوئے

دشمنِ وطن کے نام

مرے دشمن ترے خنجر میں وہ اب دھار کہاں
جو مجھے مار سکے، میرا گلا گھونٹ سکے
تُو نے معصوم پرندوں کے پروں کو نوچا
تُو نے بس آگ میں ہر پھول کلی کو جھونکا
تا کہ نفرت کی لکیروں کے سیاہ جنگل میں
کر کے ٹکڑے کئی حصوں میں مجھے بانٹ سکے
میری رگ رگ میں ہے ماؤں کی دعاؤں کا اثر
میری ہر سانس مرے جدِ حقیقی کا ہے گھر
مرے اطراف شہیدوں کا ہے غیور حصار
تیری اوقاتِ جہل ان کو کہاں چھانٹ سکے
کر کے ٹکڑے کئی حصوں میں مجھے بانٹ سکے
تیرے سفاک عزائم ترے ناپاک قدم
جن کو افسوس ہی افسوس رہے گا ہر دم
نوکِ خنجر بھلا کب میرا لہو چاٹ سکے
کر کے ٹکڑے کئی حصوں میں مجھے بانٹ سکے

جہیز

چند برتن اور بستر وستر
بن گیا اُن سے میرا گھر در
اک ساتھی نے ہاتھ پکڑ کر
رکھا مجھ کو من کے اندر
میں نے اُس کے لمس کو پا کر
پیار کا پالا ایک کبوتر
مجھ کو چاہا اُس نے ہر پل
بن کے جوگی ایک قلندر
کچھ دن گزرے بھول گیا وہ
اُڑ گیا دل سے عشق کبوتر
بھول گیا وہ گھر میں لا کر
اپنی مسجد اپنا مندر
بن کر رہ گئی ہوں میں اُس کا
گویا برتن ، بستر وستر

فرحانہ غزالی (لندن)

فون نمبر: 553551 7728 44+

ای میل: ghazali786@hotmail.co.uk

محترمہ فرحانہ غزالی صاحبہ سے میرا تعارف لندن کے علاقے ہیکنی کے سابقہ میئر محترم شیخ شجاع صاحب نے کرایا کہ فرحانہ صاحبہ دو کتابیں شائع کروانا چاہتی تھیں اور شیخ صاحب نے انہیں مجھ سے رابطہ کے لئے کہا۔ یہ ان کا احسان ہے اور محبت ہے۔

محترمہ نے مجھے بتایا میں نے ہامی بھری اور انہوں نے تیسرے دن ہی ایک ضخیم کتاب کا مسودہ بھیج دیا جس کے بعد انہوں نے ایک ناول کا اس سے بھی ڈبل مسودہ بھیجا۔ جنہیں میں نے کچھ مدت میں کمپوز کیا ایک شعری مجموعہ بنام ''شامِ غزالی'' مکمل ہو کر منصۂ شہود پر آ چکا ہے اور ناول ''کتابِ زیست'' کے نام سے بھی پروف ریڈنگ کے دور سے گزر کر شائع ہو چکا ہے۔

میں آج تک محترمہ غزالی صاحبہ سے نہیں ملا مگر ان کے یہ دو مسودے دیکھ کر حیران ضرور ہوا کہ آپ کس قدر لکھتی ہیں بقول ان کے وہ فجر کی نماز کے بعد چند گھنٹے لکھنے کا کام کرتی ہیں اور دس بیس صفحات تک لکھ دیتی ہیں۔۔!!

آپ کے ناول کا نام ''کتابِ زیست'' ہے جو ایک مظلوم عورت کی کہانی ہے جو بیکار خاوند سے ساری زندگی ظلم سہتی رہی۔۔ مگر آخر میں اس نے چھٹکارہ پالیا۔۔ ناول کافی ضخیم ہے اور کئی جگہ آپ بیتی کی شکل دھار لیتا ہے۔۔!!!

مگر میں تعریف کرتا ہوں غزالی صاحبہ کی ہمت اور محنت کی کہ انہوں نے پہلی بار اتنا بڑا پروجیکٹ مکمل کیا گو آپ اسکول کے زمانے سے ہی شاعری کرتی تھیں۔ مگر شاید انہوں نے کسی استاد سے اصلاح لینے کی کوشش نہیں، جو کہ بہت ضروری تھا۔۔ اگلے صفحات میں ان کی چند چنی ہوئی غزلیں شامل کر رہا ہوں۔ آپ خود ہی فیصلہ کیجئے۔۔!!

میری دعا ہے کہ آپ مزید لکھیں اچھا لکھیں محنت کریں مطالعہ پر توجہ دیں۔ تو انشاءاللہ ایک نام ضرور پیدا کریں گے ادب میں۔۔ بہت سی دعائیں آپ کے لئے۔۔۔۔۔۔۔۔☆☆

❁

زندگی کے تھپیڑوں نے پہنچایا اس پار سے اس پار
بھروسے کسی کی وفا کے وعدوں پہ ناؤ میری آ پہنچی منجھدار میں

جو یقین آنا تھا ہم کو آیا ہے آج صدیوں کے بعد
با وفا عاشق کا ٹھکانہ صدا ہوا ہے کسی دیوار میں

گرد حیات نے میری زیست کے پنے چھپا دیے
لاکھ دبی چنگاریاں ہیں راکھ کے انبار میں

کہاں سے چلے کہاں جائینگے سب طے تھا ہمسفر کے حساب میں
لاپتہ حسرتوں کا پتہ ہم پوچھتے رہے یونہی بیکار میں

مانا کہ ہجر کی شب کا ہوتا ہے سویا کبھی جاگا سا خاب
پر یہ کیا کہ آئینہ ایک بھی نہ دِکھا حسن کے بازار میں

کتنے سفاک تھے وقت مختصر میں بھی لفظوں کو تم نبھا گئے
بس ٹوٹتی سانسوں سے مجھ پر ظلموں کے اقرار میں

اکتا گئے ہیں ہر قدم پر سوال سے سماعتوں میں صرف آہیں ہیں
دیکھنا چاہتی ہوں غزالؔی چند لمحے امن کے اس سنسار میں

❁

بارش کا برسنا اور برس کے تھم جانا
چپکے سے تمہاری یاد کا ایسے میں آجانا

بھیگی سی فضا میں پھیلی ہے خوشبو ہر سو تیری
ہوش و حواسوں پر میرے یادوں کا تمہاری چھا جانا

آہوں میں میری آج بھی قائم ہیں تیری یاد کے پیکر
آتا ہے ہم کو درد کے منجدار سے گر کر ابھر آنا

بے لوث محبت کے وہ گدگداتے ہوئے احساس
میرا ذوقِ طلب اب بھی کہ شاید ہو تیرا آنا

ساری یادوں کو لیے تیری ساتھ لیئے پھرتے ہیں
پر قیامت سے نہیں کم غزالؔی تنہائی میں رات کا آنا

لٹا کے زندگی اپنی لگائے داؤ بازی کے
پلٹ کر ایک پتے پر وہ بازی لے گیا کوئی

☆☆

ایسے شعر نہ سمجھنا نہ ہی کوئی غزل
لفظوں میں ڈھل رہی ہے دل کی میرے صدا ہے

٭

میرے پاس بیٹھے ہیں کچھ لمحوں سے تھم جائیں
کبھی بھی دور نظروں سے نہ وہ جائیں نہ ہم جائیں

عجب ہیں روگ چاہت کے سنو نیندیں نہیں آتیں
کسی کے خواب آنکھوں میں اگر بچپن سے بس جائیں

آتا تھا ہنر اسکو لفظوں سے وقت کو زنجیر کرنے کا
وہ جسے چاہیں تمام لمحے اسی کے پابند بن جائیں

ہے گہرا تیر سے بھی گھاؤ میری روح میں پنہاں
اہلِ درد ہیں زخم کے چکر میں کیسے پھنس جائیں

قیمتی پتھر صدا جیسے تہہ گرداب رہتے ہیں
پھر آ کے کنارے سے غزالی ہم کیسے لگ جائیں

٭

پوشیدہ کی خار تھے پھولوں کی راہگزر میں
ہم بھی وفا کے نام پر ہر خار سہہ گئے

روح سے لہو رستہ رہا خاموش لب رہے
سینے کے پھوٹے آبلے آنکھوں سے بہہ گئے

رسم وفا ہم نے نبھائی ہے اسطرح
شکوے ہزار لب پہ میرے آکے رہ گئے

ہم صبر کی صلیب پر اس طرح چڑھے ہیں
سجدے میں سر جھکایا تو سجدے میں رہ گئے

حسرت بھری نگاہیں غزالی دنیا سے موند لیں
خلاصہ زندگی کا اپنی نزع کی ہچکی میں کہہ گئے

بچھڑ رہا ہو کوئی کسی سے سدا کے لئے
یہ وقت ہے تھمتا نہیں کسی کے لئے

❁

ہر زخم چھپانے کو اک مرہم چاہیے
چند لمحوں کا ہی ہو مگر ساتھ چاہیے

کہنے کو کہہ دیں نہیں دنیا کا ہمیں ڈر
کچھ بات خاص کرنی ہے ذرا پاس آیئے

اس پر نہیں موقوف کہ ہجر ہو یا ہو وصال
آنکھوں میں کاٹنے کو فقط رات چاہیئے

جانا اگر ہو واپس رستے سے لوٹ جایئے
غیروں کی طرح سے نہ یوں منہ چھپایئے

بس لگ چکے انا کے گھاؤ بہت ہمیں
اب ہمکو بھی غزآلی چندسکوں کے لحات چاہیے

❁

میرے زیست کے بکھرے ہوئے اوراق پر
یادوں کے کچھ لال گوھر یاقوت مرجاں لکھ دیتے
بے گناہی کے لہو میں
تر بتر
روح کو یادوں کے کانٹوں سے گھسیٹا اس طرح
خراشوں سے لہو رستا رہا اور تحریریں بنتی گئیں
کس خطا کی یہ سزا تھی کاش اتنا جانتے
میرے زیست کے بکھرے ہوئے اوراق پر
کس کس نے کھینچے ہیں نقوش
یادوں کے وہ دھندلے سے نقش و پا
آج بھی ہیں جھانکتے
میری ماضی کو ہمیشہ کے لیے زندہ کیئے
اور میرا حال
حال بھی میرا نہیں
میرے زیست کے بکھرے ہوئے اوراق پر

ہر سیپ کے مقدر میں نہیں صدف و گوہر
کئی خول سمندر کے کناروں میں ملے ہیں

فہمیدہ مسرت احمد (جرمنی)

فون نمبر: +49 1590 6483727

محترمہ فہمیدہ مسرت احمد صاحبہ جرمنی میں مقیم ہیں اور وہاں کے ادبی افق پر اُبھرنے والا درخشندہ ستارہ ہیں۔جن کی شاعری صاحبِ نقد و نظر اور اہلِ ذوق وشوق میں اپنی پہچان رکھتی ہے۔

فہمیدہ کا تعلق جھنگ پاکستان سے ہے انہوں نے ایک علمی ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی اور ایف ایس سی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جرمنی تشریف لائیں۔آپ گذشتہ تیس برس سے جرمنی میں مقیم ہیں۔آپ کا بچپن سے ہی شاعری پڑھنے کا شوق تھا تاہم جب ۲۰۰۱ء میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا تو یہ صدمہ ان کی رگ و پے میں اتر گیا۔اس تکلیف اور کرب نے شاعری کی شکل اختیار کی اور اپنی والدہ محترمہ کی محبت اور جدائی میں پہلی نظم لکھی اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ نے بے شمار موضوعات کو اپنی شاعری کے سانچے میں ڈھالا ،غزلیں کہیں حمد ونعت کے پھول کھلائے غرضیکہ کہ ہر موضوع پر قلم آزمائی کی۔تاہم آپ غزل کی شاعرہ ہیں۔آپکی شاعری میں روانی اور سلاست پائی جاتی ہے۔سادہ انداز بیان میں آپ کے تخیل کی گہرائی قاری کے دل پر گہرا اثر کرتی ہے۔

محترمہ فہمیدہ مسرت نے اپنی غزلیات میں ان تمام موضوعات کو سمونے کی بھرپور کوشش کی ہے جن کا تعلق عملی سوچ سے بہت گہرا ہے جو حیات وکائنات کے سچے مسائل کی اس طرح عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی بات کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہی وہ پہلو ہے جو کسی انسان کو شعری عمل سے گزارتے وقت اس کے دل و دماغ کو تجربات کی روشنی سے معمور کردے اور اسکی کہی ہوئی ہر بات دماغ میں اترتی چلی جائے۔

2018ء میں آپ کا پہلا شعری مجموعہ "کربِ نارسائی" منصۂ شہود پر آیا جسے دنیائے ادب سے خوب پذیرائی ملی۔آپ جرمنی،فرانس،بلجیم،ہالینڈ اور انگلینڈ کے مشاعروں میں شرکت کر کے داد وصول کر چکی ہیں۔

آپ کا کلام بھی بے شمار ادبی جریدوں کی زینت بن چکا ہے جس میں "یو کے ٹائمز، روزنامہ افلاک پاکستان ،

روزنامہ یادیں پاکستان ، ایکسپریس لاہور، روزنامہ عوام کوئٹہ ، ماہنامہ آ بگینے لندن، روزنامہ سسٹم لاہور، ماہنامہ قندیل ادب لندن، کوہ ماراں سری نگر کشمیر اور ایشیاء ایکسپریس انڈیا قابل ذکر ہیں۔

فہمیدہ مسرت صاحبہ نہایت شائستہ اور پروقار خاتون ہے، انتہائی مذہبی اور پردے کی پابند خاتون خانہ ہیں۔اپنے گھریو فرائض کی پابندیوں کے ساتھ ساتھ ادبی مصروفیات بھی نبھاتی ہیں اور اپنے ادبی سفر کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔

شاعری صرف جذبات کی ترجمانی نہیں ہے بلکہ ایک فن ایک صناعی ہے۔شاعر الفاظ کی مدد سے اپنے حسیات و تخیلات جذبوں، ولولوں، امنگوں اور اپنے تجربات و مشاہداتِ زندگی کو تعمیری عمل کی صورت میں پیش کرتا ہے۔اسی طرح جیسے ایک بت تراش اپنے مجسمے کو بنانے میں مناسب موزونیت وتوازن کا خیال رکھتا ہے اسی طرح زبان کا خیال شاعری میں بھی رکھنا پڑتا ہے۔حقیقی شاعر کے دل و دماغ میں جذبات و خیالات کے ساتھ ساتھ الفاظ ونقوش وزن کی لہریں اٹھتی ہیں اور ان جذبات و خیالات کے ہمراہ الفاظ کی بھی اچھا ہونے کی اہم ضرورت ہوتی ہے

ایک اچھے تخلیق کار کی یہ پہچان ہے کہ وہ معاشرتی رویوں اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر نہ صرف نظر رکھتا ہو بلکہ انہیں احاطہ تحریر میں لانے کا ہنر بھی جانتا ہو۔۔ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ غزل اور نظم کی صورت میں ہمارے معاشرتی رویوں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں اور مسائل کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

ے یادِ ماضی خون کے آنسو رُلاتی ہے ہمیں
دیکھتے ہی دیکھتے ہم التجا ہوتے گئے

ان کے ہاں ہر کیفیت میں شدت اور جذبے کی گہرائی دکھائی دیتی ہے۔جس کے پسِ منظر میں ان کی بلند قامتی بخوبی نظر آتی ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ ان کی شاعری کا یہ ارتقائی عمل جاری و ساری رہے۔

آپ کے اس خوبصورت شعر کے ساتھ دلی دعا ہے کہ آپ کی قلم میں مزید برکت عطا ہو۔۔

ے ترے ہاتھوں کو جو مالک نے قلم سونپا ہے
جھوٹ کو جھوٹ صداقت کو صداقت لکھنا

دل کے قرطاس پہ اک لفظ محبت لکھنا
جو کبھی عشق میں کی تھی وہ ریاضت لکھنا
لکھنے بیٹھو جو کبھی دل کی حکایت کوئی
نام اس میں میرا تم حسب روایت لکھنا
پنکھڑی پھول کی لب آنکھ ہے گہرا ساگر
ابرو ہیں تیغ سے اور چال قیامت لکھنا
بھولنے والے اگر یاد کبھی آجاؤں
بھیگی پلکوں سے فقط اشکِ ندامت لکھنا
ویسے اخلاق کی دو چار کتابیں پڑھ کر
ہم کو آتا ہی نہیں حرفِ سیاست لکھنا
ترے ہاتھوں کو جو مالک نے قلم سونپا ہے
جھوٹ کو جھوٹ صداقت کو صداقت لکھنا
تم جنہیں کہتے ہو کافر اُنہیں آکر دیکھو
کیسے کرتے ہیں یہ انسان کی خدمت لکھنا
اے غمِ عشق مرے پاؤں کے چھالے گن کر
دشتِ اُلفت کی یہ مجبور مسافت لکھنا
یاد ہے پہلی محبت کی خماری اب تک
وہ درختوں پہ ترا نام مسرت لکھنا

جیسے جیسے آگہی کے در یہ وا ہوتے گئے
سچ کہیں ہم ہوتے ہوتے باخدا ہوتے گئے
رفتہ رفتہ دیکھئے تو کیا سے کیا ہوتے گئے
تھے جو پہلے با وفا وہ بے وفا ہوتے گئے
وہ بھی تھا گل کی طرح سانسوں کو مہکاتا رہا
اور ہوتے ہوتے ہم بادِ صبا ہوتے گئے
جانِ من ہم پیار میں تیرے ہوئے ہیں یوں فنا
ہوتے ہوتے ہم زمانے سے جدا ہوتے گئے
اس نے آکر پیار سے جب حالِ دل پوچھا مرا
درد جتنے تھے مرے وہ سب ہوا ہوتے گئے
کل تلک جو شمع محفل تھے وہ ہیں گمنام آج
زندگی تھے جو کبھی وہ ہی فنا ہوتے گئے
نفسا نفسی نے لگا رکھی ہے اب ہونٹوں پہ چپ
یہ تعجب ہے کہ سب کیوں بے نوا ہوتے گئے
یادِ ماضی خون کے آنسو رُلاتی ہے ہمیں
دیکھتے ہی دیکھتے ہم التجا ہوتے گئے
ہوتی ہے کتنی مسرت ہم سے جب ملتا ہے وہ
غم کے بادل خود بخود ہم سے جدا ہوتے گئے

❁

اقرار کی نکلی نہ ہی انکار کی نکلی
کچھ بھول سمجھ کی مرے دِلدار کی نکلی

نکلی ہے مرے دل سے یوں اک حسرتِ ناکام
جاں جیسے بدن سے کسی بیمار کی نکلی

دل چیر کے دیکھا مرا دنیا کی نظر نے
بس ایک ہی صورت تھی میرے یار کی نکلی

بے مول ہیں احسان و مروت و وفا بھی
اب بار فقط سکوں کی جھنکار کی نکلی

افلاس و غربت نے کیا اس میں بسیرا
جس گھر سے بھی میت کسی نادار کی نکلی

جس نے بھلا ڈالی ہے اسلاف کی عظمت
وہ قوم ہمیشہ سے ہی بیکار کی نکلی

آیا ہے تصور میں وہ رعنائی کا پیکر
جب بات مسرتؔ گل و گلزار کی نکلی

❁

دل سے لگا کے رکھی ہے تحریر آپ کی
ہے آج تک نگاہوں میں تصویر آپ کی

دل پہ خدارا ایسے ستم بھی نہ ڈھایئے
دل ہے ہمارا یہ نہیں جاگیر آپ کی

کب تک اُٹھاتے آپ کی عشوہ طرازیاں
"ہم نے اتار پھینک دی ہے زنجیر آپ کی"

حق بار کہنے سننے سے ڈرتے نہیں کبھی
کیا روک پائے گی ہمیں شمشیر آپ کی

شعلہ بیاں ہیں ایسے کہ ملتی نہیں نظیر
ہم جانتے ہیں جھوٹ ہے تقریر آپ کی

کیا پھر کسی کی یاد میں روتے رہے ہیں آپ
آواز لگ رہی ہے گلوگیر آپ کی

جز آپ کے عطا و کرم کچھ نہیں ہوں میں
میں تو مریدنی ہوں مرے پیر آپ کی

کچھ روز چاہتوں کا عجب سلسلہ رہا
وہ دھڑکنوں میں پیار کی صورت بسا رہا

اک شخص جس کو دل سے بھلایا تھا بار بار
یہ دل کہ پھر بھی اس کو سدا سوچتا رہا

جس کے جنوں میں ہم نے بِتا دی تمام عمر
یہ کیا کہ عمر بھر ہی وہ ہم سے خفا رہا

یہ سچ ہے مجھ سے ہاتھ چھڑا کر وہ جا چکا
جاتا اُسے میں دُور تک دیکھتا رہا

تم اس کی بے رُخی پہ پریشاں ہو کس لئے
دل توڑنا تو اس کا سدا مشغلہ رہا

چاہت میں اپنا ذوقِ سفر بھی عجیب تھا
اس سے ہی شوقِ حسنِ مسرت سجا رہا

❁

بن پئے اک خمار تھا کیا تھا
تیرا چہرہ بہار تھا کیا تھا
وہ رہِ عشق میں جنوں اپنا
دل جو تجھ پہ نثار تھا کیا تھا
وہ میرا وہم یا حقیقت تھی
تیری نظروں میں پیار تھا کیا تھا
بزم میں تیری مہرباں تھے بہت
میرا اُن میں شمار تھا کیا تھا
وقتِ رخصت کسی کی آنکھوں میں
چھایا کیسا غبار تھا کیا تھا
وہ بھی رویا تھا دردِ فرقت میں
لگ رہا اشکبار تھا کیا تھا
تیرے دل میں سدا کھٹکتا رہا
بدگمانی کا خار تھا کیا تھا
کر کے پھر میرے اعتبار کا خون
جو گیا ہے وہ یار تھا کیا تھا
ہم تھے الجھن میں آپ بھی چپ تھے
کون سر پر سوار تھا کیا تھا
میں تو مر کر بھی منتظر ہی رہی
وہ تیرا انتظار تھا کیا تھا

سید کامران زبیر کامیؔ (لوٹن، یو کے)

فون نمبر: +44 7811 422320
ای میل: kamran_zubair@hotmail.com

سید کامران زبیر جو اپنا تخلص کامیؔ رکھتے ہیں۔ شعروسخن اردو علمی کارکردگی کے حوالے سے ادبی دنیا میں ایک نیا ابھرتا ہوا نام ہے مگر انہوں ادبی لگن اور محنت سے بہت تھوڑے عرصہ میں اپنا ایک خوبصورت مقام حاصل کرلیا۔ ادبی دنیا میں 2017 میں ان کا داخلہ 'بزم سخن' کے پلیٹ فارم سے ہوا۔ گو ایک مدت تک بڑی خاموشی سے آپ ادبی محافل میں شرکت کرتے شعرا کو سنتے داد دیتے اور خاموشی سے اپنے آپ کو تیار کرتے رہے۔ اور پھر یکدم نمودار ہوئے اور اپنی خوبصورت شاعری کو اپنی آواز کے جادو سے اس طرح پیش کیا کہ مشاعروں کو لوٹ کر لے جاتے رہے۔ آپ میں یہ بھی خوبی ہے کہ دوسروں کے نعتیہ کلام کو اپنی آواز کے جادو اور کمپیوٹر کی مہارت سے نہایت خوبصورت وڈیو کی شکل میں واٹس اپ پر لگاتے ہیں۔ جبکہ اکثر شعرا صرف اپنی شاعری کے حصار میں قید ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ان کی فراخدلی ہی نہیں ان کی اعلیٰ ظرفی بھی ہے۔

سید کامران زبیر کراچی میں پیدا ہوئے اور کراچی یونیورسٹی سے طبیعیات میں ماسٹر مکمل کر کے برطانیہ مقیم ہو گئے اور لندن کی بہت بڑی فرم میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ اپنی والدہ اور بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ لندن کے اچھے مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں۔ میرے مشاعرے میں بھی باقاعدگی کے ساتھ تشریف لا کر اپنے خوبصورت کلام و آواز کا جادو جگا کر سامعین کو محظوظ فرماتے رہے ہے۔ نہایت مخلص سادہ طبیعت منکسر مزاج اور دوست نواز انسان ہیں۔ اپنے قد و قامت کی مانند اعلیٰ ظرف اور مخلص پیار کرنے والی شخصیت کے مالک ہیں۔

خاندانی پس منظر کے اعتبار سے ان کا تعلق یوپی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے سے ہے، معروف پروفیسر عابد علی رشتہ میں ان کے دادا تھے۔ ان کا ماننا ہے کہ اللہ محنت کا صلہ ضرور دیتا ہے لہذا اپنی ذات سے جڑے ہر کام میں بہت محنت

کرتے ہیں۔ان کا اپنا پسندیدہ شعر ہے

زندگانی بار ہا ہے معصیت آتشِ دوزخ پھیلانا چھوڑ دے

آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی محنت، مسلسل لگن اور ریاضت سے کامیابوں کی چوٹیاں سر کر لیتے ہیں۔کامران کامؔی کی شاعری حق وصداقت کا اظہار ہے،روایت سے مضبوط رشتہ ہوتے ہوئے بھی اس کی شاعری کا لہجہ جدید ہے اس کے ہاں جو علامات اور استعارات ملتے ہیں وہ زندگی سے مانوس اور قریب تر ہیں۔

مفلسی میں بے سرو سامانیوں کا ساتھ ہے
جل اٹھے گی شمع لیکن دل بجھا رہ جائے گا

یہ وہ لوگ ہیں جو کسی ستائش اور صلے کی تمنا کئے بغیر اپنے خونِ دل اس چراغ کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ادبی بازار کی اتنی بڑی بھیڑ میں ایک درویش ایسا ہے جو ایک سچا اور سُچا تخلیق کار ہے جو اپنے اردگرد کے شوروغل ،مکروفریب ،ریاکاری اور لالچ و ہوس سے بے نیاز اپنے فن کے اجالے میں ایک خوبصورت خواب کی آبیاری میں مصروفِ عمل ہے۔

وہ کیا ملے کہ دولتِ دارین مل گئی
قدرت نے لطفِ زیست کا ساماں بنا دیا
شامل جنوں میں اس کے کرم کی ہیں وسعتیں
دل میرا آبگینۂ عرفاں بنا دیا
کامؔی یہ کیا ستم کہ مصیبت نے آلیا
نیرنگیٔ فلک نے سخن داں بنا دیا

❁

قصہ شکستِ دل کا سنایا گیا مجھے
آنسو میں عکسِ ہجر دکھایا گیا مجھے

پھر گر پڑے گا فرش پہ خیمہ وجود کا
گر چارہ ساز ہوش میں لایا گیا مجھے

اُف اِلتماسِ وصل کی مشکل مسافتیں
تکمیلِ آرزو میں رُلایا گیا مجھے

مرہونِ اِلتفاتِ فراوانیٔ ستم
آشفتہ حال دشت میں لایا گیا مجھے

سوزِ غمِ فراق میں تا عمر میں رہا
چاروں طرف سے آج اٹھایا گیا مجھے

سرمایۂ حیات ہے وہ لطفِ بے پناہ
بزمِ جہاں میں دل سے لگایا گیا مجھے

کامیؔ ! ہے شاعروں میں مرا بھی شمار اب
کیسا حسین خواب دکھایا گیا مجھے

❁

ساغر کو دردِ ہجر کا درماں بنا دیا
''جو غم ہوا اُسے غمِ جاناں بنا دیا''

برسوں میں آرزو کی مسافت نہ طے ہوئی
اُس پر ستم کہ تنگیٔ داماں بنا دیا

جب یاد آئی اُن کے لبوں کی ہنسی مجھے
کاغذ پہ میں نے اک گلِ خنداں بنا دیا

یوں چھن کے آئی حُسنِ تبسم کی روشنی
چشمِ حزیں کو دیدۂ حیراں بنا دیا

وہ کیا ملے کہ دولتِ دارین مل گئی
قدرت نے لطفِ زیست کا ساماں بنا دیا

شامل جنوں میں اس کے کرم کی ہیں وسعتیں
دل میرا آبگینۂ عرفاں بنا دیا

کامیؔ یہ کیا ستم کہ مصیبت نے آلیا
نیرنگیٔ فلک نے سخن داں بنا دیا

❁

جنونِ عشق میں سوزِ نہاں تک بات آ پہنچی
قسم ہے آپ کی یاں نقدِ جاں تک بات آ پہنچی

وہ اکثر دیکھتے ہیں بادلِ ناخواستہ مجھ کو
نصیبِ دشمناں یارو ! یہاں تک بات آ پہنچی

نہیں الفت رہی اُن کو میرے ٹوٹے ہوئے دل سے
بیاں کیا کیجئے زخمِ زیاں تک بات آ پہنچی

سجا رکھی ہے اک تصویر میں نے دل کے آنگن میں
شبِ ہجراں لگا خالی مکاں تک بات آ پہنچی

خدا معلوم کب کیسے یہاں عمرِ رواں لائی
سکونِ زندگی کارِ جہاں تک بات آ پہنچی

یہ آنسو کہہ رہے ہیں کچھ مری ویراں نگاہوں سے
دمِ آخر کمالِ بے زباں تک بات آ پہنچی

کہاں لائے تمہیں کامیؔ وصال و ہجر کے نالے
جنونِ بیخودی ! آہ و فغاں تک بات آ پہنچی

❁

شگفتۂ سُرخ ہونٹوں پر تبسم جب اُبھر آیا
نظر میں بے تحاشا روشنی کا عکس در آیا

چراغِ صبح سے مدھم لگے شمس و قمر تارے
چمکتا جگمگاتا جب پری چہرہ نظر آیا

چہک ہے بُلبُلوں کی اس قدر دھیمے سے لہجے میں
سنا جب نغمۂ شیریں گُلستاں بھی نکھر آیا

پریشاں ہو گئیں شفاف پیشانی پہ جب زلفیں
گھٹائیں چھا گئیں کالی نہ پھر سورج نظر آیا

نشیلی آنکھ جیسے بادۂ گلرنگ کا ساغر
رہا مدہوش میں پھروں نجانے کب میں گھر آیا

کبھی میرے تصور میں کبھی آتے ہیں خوابوں میں
کھڑے ہیں سامنے میرے دعاؤں میں اثر آیا

مرے اندر بھڑکتی آگ سُلگاتی تھی صحرا کو
جُھلستی ریت پر کامیؔ برسنے ابرِ تر آیا

❁

داستانِ درد ہے وہ اک جدائی کی گھڑی
دیدۂ پُرنم تیرا میری بھی آنکھوں میں نمی

وقتِ رخصت اُس نے دیکھا بھی نہیں مڑ کر مجھے
زینتِ بزمِ تمنا جس کی تھی جلوہ گری

بعدِ رخصت میں وہیں ساکت رہا پہروں تلک
ہاتھ لرزاں نبض مدھم آنسوؤں کی تھی جھڑی

دشت ہی پیشِ نظر تھا آئینہ در آئینہ
بہرِ تسکیں عکس ویراں ! میکدے کی راہ لی

عمرِ رفتہ ! کیا کروں میں بھول پایا ہی نہیں
کوچۂ جاناں بیابانِ محبت کی گلی

یا الٰہی یہ جدائی میری ہی قسمت میں کیوں
شامِ تنہائی میں اکثر بیٹھ کر سوچا یہی

وہ سمجھتے ہیں مرے پہلو میں کامیؔ دل نہیں
چیر کر دیکھیں کبھی حالت دلِ برباد کی

❁

دبے لفظوں کیا وعدہ بخوبی ہم نبھائیں گے
محبت کا تقاضا ہے نہ تم کو بھول پائیں گے

گرا کر پردے پلکوں کے نمی خوردہ نگاہوں پر
تمہاری یاد میں کھو کر شبِ فرقت بِتائیں گے

بہا لے جائے گا سیلابِ گریہ خیمۂ جاں کو
طنابیں کھینچ بھی لیں تو اِسے کب تک بچائیں گے

بے اندازہ ملے ہیں خوبیٔ تقدیر سے ہم کو
خدا معلوم یہ انبارِ غم کیسے اُٹھائیں گے

نہیں ملتا کوئی معقول اِستدلال جینے کا
جہانِ فانی بے رنگ قصداً چھوڑ جائیں گے

مہکتی شاخ سے ہوگی مُعطر پھر مشامِ جاں
جو گل اندام کو چشمِ تصور میں سجائیں گے

اکیلے آئے تھے ہم تو دیارِ عشق میں کامیؔ
نہ جانے کیوں یہ لگتا ہے اکیلے لوٹ جائیں گے
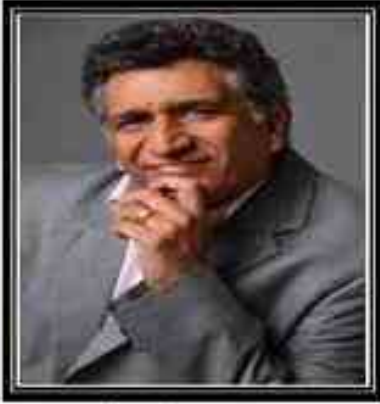
فون نمبر: +44 7884 056071

کرشن ٹنڈن انڈیا سے تعلق رکھتے ہیں،ان سے رابطہ میرے دوست مرحوم آغا شمس الدین سے ہوا تھا جنہوں نے ان کی شاعری مجھے کمپوزنگ کے لئے دی جو ہندی میں تھی جس کا آغا صاحب نے ترجمہ اردو میں کیا۔مگر اس دوران وہ چند دن بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہوگئے ۔تو کرشن جی نے مجھ سے رابطہ کیا۔جبکہ آغا جی نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہاری کتاب شائع کرواں گا،اب وہ تو رہے نہیں لہذا کتاب کا سارا مالی بوجھ کرشن جی پر آن پڑا۔۔وہ کچھ پریشان تو ہوئے مگر میرا اصرار بڑھتا گیا کہ آپ کی پہلی کاوش ہے اور شاعری بھی اچھی ہے لہذا آپ پیچھے مت ہٹیں۔۔ورنہ وہ کئی بار پریشان ہوئے اور اس کام کو ختم کرنے کو کہا۔۔!!

ان کی کتاب کا نام "گلدستہ" تجویز کیا گیا۔مگر اس گلدستے نے مجھے کافی مدت تک پریشان رکھا کہ اس کی اصلاح کچھ نئی غزلوں کی شمولیت کچھ کرشن صاحب پر اس کا مالی بوجھ۔۔بار بار ارادے کی تبدیلی۔۔بحر حال خدا خدا کر کے کتاب چھاپے چڑھی اور شائع ہوگئی۔اب کرشن جی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔۔کہ یار۔۔واقعی میری کتاب شائع ہوگئی؟؟ دوست احباب کی مبارکوں کی بھر مار نے کرشن جی کی ساری پریشانیاں ختم کردیں۔!!

کسی شاعر کا پہلی بار صاحبِ دیوان ہونا بھی کوئی کم خوشی نہیں ہوتی۔ان کی یہ کتاب آدھی اردو اور آدھی ہندی میں ہے جو میرے لئے بھی اعزاز تھا کہ اس طرح کی کسی ہندی شاعر کی کتاب کو میں نے شائع کیا۔۔

کرشن صاحب اداکاری بھی کرتے ہیں اسٹیج پر بھی انہوں نے آغا شمس الدین کے ڈراموں میں کام کیا اور گاہے بگاہے انڈین فلموں میں بھی کام کرتے ہیں۔اچھے ہنس مکھ ملنسار انسان ہیں اور اچھے شاعر بھی۔دبنگ آواز کے مالک ہیں اداکاری میں زندگی گزاری ہے لہذا عام زندگی میں بھی بول چال بڑی متاثر کن ہے۔اور اداکاری کی جھلک ہے۔

اگلے چند صفحات میں ان کی چنیدہ غزلیں شامل ہیں امید ہے آپ پسند کریں گے۔۔کرشن جی خود تو اردو سے نابلد ہیں اور یہ کتاب نہ پڑھ سکیں گے۔۔مگر اردو ادب میں ان کی شاعری ایک اچھا اضافہ ہے۔۔۔!! ☆☆

٭

تنہا نہ تھا میں وقت کی پرچھائیوں میں تھا
یادوں کا قافلہ میری تنہائیوں میں تھا

جب تھے ہمارے گھر میں اندھیرے بچھے ہوئے
تب چاند پڑوس کی انگنائیوں میں تھا

اب تک میری زباں پہ جو آیا نہیں کبھی
جانے وہ نام کیوں میری رسوائیوں میں تھا

جب اُس کو بھولنے کی قسم کھا رہا تھا میں
اُس وقت بھی وہ گھر کی پروائیوں میں تھا

چھینی تھی جس نے میرے لبوں کی ہنسی کرشن
وہ کوئی اور نہیں ، میرے ہی بھائیوں میں تھا

٭

اُن کے غم کو پال کر رکھنا
یہ امانت سنبھال کر رکھنا

آئینہ تو سوال پوچھے گا
اِس پہ پردہ ہی ڈال کر رکھنا

سُوکھ جائے نہ جھیل آنکھوں کی
چند آنسو سنبھال کر رکھنا

حوصلے میں اُڑان ہوتی ہے
اس پرندے کو پال کر رکھنا

یہاں ہے بھیڑ رہنماؤں کی کرشن
ہر قدم دیکھ بھال کر رکھنا

❁

آج اُس یار کی خبر آئی
ہر طرف زندگی نظر آئی

اُس کو چھوڑ کر جو میں آیا
یاد اُس کی ہے سنگ چلی آئی

دل جو رویا تو ہو گیا ہلکا
پیڑ آنکھوں میں ، پر اُتر آئی

ایک کوا منڈھیر پر بولا
میرے دل میں خوشی اُبھر آئی

میرا آنگن مہک گیا ہے کرشن
تیری خوشبو جو میرے گھر آئی

❁

تیری آنکھوں میں خواب بھر دوں گا
جاگنے کا اِنہیں ہنر دوں گا

دوں گا کیا نا اِک وفا کے بدلے
دل جگر چاک ، آنکھ تر دوں گا

تیرے خشک لبوں کو میں
مثل اپنے لہو کا رنگ دوں گا

سارے پردے اُترتے جائیں گے
آئینہ بے نقاب کر دوں گا

نہ اُلجھ بے زبانی سے کرشن کی
اک دن تجھے لاجواب کر دوں گا

❁

چپ چاپ جھیلتے رہنا کب تک
بند زباں اب کھول کے دیکھ

کچھ تو نتیجہ نکلے گا
حرفِ محبت بول کے دیکھ

سورج چاند اور ستارے
اُتر آئے تیرے آنگن میں

اِس دل میں ہے کیا تیرے لئے
یہ دروازہ تو کھول کے دیکھ

شاید اس بے حس بدن میں
جان کہیں پر مِل جائے

کرتا ہے کرشن پیار تجھ سے
ذرا تو ٹٹول کے تو دیکھ

❁

درد جب دل سے نہ جائے تو غزل ہوتی ہے
زندگی راس نہ آئے تو غزل ہوتی ہے

یوں ہی آساں نہیں لفظوں کو سیاہ کر دینا
خون کاغذ پر جو آئے تو غزل ہوتی ہے

دل کی بستی میں تو کہرام مچا ہو لیکن
آنکھ میں اشک بھی آئے تو غزل ہوتی ہے

سرد راتوں کو ٹھٹھرتی ہوئی تنہائی میں
کسی کی یاد ستائے تو غزل ہوتی ہے

اِتفاقاً جو کبھی اُن کے مکاں کی چھت پر
چاند دن میں نظر آئے تو غزل ہوتی ہے

بات کہنا ہے جو اُن سے، ذرا کاغذ پر لکھ لوں
دل میں جو بھی کرشن آئے تو غزل ہوتی ہے

سیدہ کوثر منور شرقپوری

Syada Kouzar Munwar

فون نمبر: 413677 7426 44+

محترمہ سیدہ کوثر منورہ صاحبہ سے تعارف مانچسٹر کے معروف صحافی ادیب نظامی مرحوم صاحب کی معرفت ہوا جب وہ لندن آئے تو ایک میٹنگ رکھی جس میں انہوں نے کوثر صاحبہ سے متعارف کرایا کہ آپ یہاں ایک اخبار "دھنک" نکالنا چاہتی ہیں اور آپ لوگ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ تعاون آج بھی قائم ہے اور قائم رہے گا کہ اس کے بعد کوثر صاحبہ کے ساتھ رابطہ مسلسل رہا۔ آپ نے نہایت کم مدت میں لندن کی ادبی فضاؤں میں اپنا بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا اخبار کے ساتھ دیگر ادبی مصروفیات بھی قائم رکھیں۔

شاعری، جرنلسٹ، مصنفہ، مدیر نقاد ٹی وی ہوسٹ، اخبار کی چیف ایڈیٹر، سوشل ورکر اور ایک کامیاب بزنس وویمن کی تمام خوبیاں اگر ایک شخصیت میں جمع کر دی جائیں تو ان کا نام سیدہ کوثر منور ہو گا۔

آپ کا بنیادی تعلق ایران اور برصغیر پاک و ہند کے مشترکہ رشتہ کی بدولت ایک متمول سید گھرانے سے ہے جبکہ ان کا بچپن لاہور میں گزرا۔ 1995 میں پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ ماسٹر کرتے ہی آپ کی شادی جرمنی میں کر دی گئی۔ آپ کافی مدت جرمنی رہ کر پھر لندن شفٹ ہوئیں۔

شعر و شاعری اور ادب سے لگاؤ خاندانی وراثت میں ملا، آپ نے پہلا شعر پندرہ سال کی عمر میں کہا اور پھر اس کو سات اشعار کی غزل میں پورا کیا۔

تم مشکلوں میں سب کو سہولت دیا کرو
دشواریوں میں نام خدا کا لیا کرو
آنکھیں بنائے جانے سے پہلے کی بات ہے
رب نے مجھے کہا تھا نظارہ کیا کرو

اس کے بعد آپ کی شاعری پاک و ہند کے ادبی رسالوں میں تواتر سے شائع ہونے لگی۔ کالج کی زندگی میں تمام

ادبی تنظیموں میں متحرک رہیں اور بے شمار مشاعروں میں نظامت بھی کی بڑے بڑے شعرا کے مشاعروں میں اپنے کلام سے داد وصول کی۔

شادی کے بعد آپ ادبی سرگرمیوں سے دور رہیں مگر جب آپ جرمنی سے برطانیہ شفٹ ہوئیں ان کے اندر کا شاعر پھر سے جاگ اٹھا۔شوہر کے انتقال کے بعد آپ نے ان کا گاڑیوں کا کاروبار جس میں آپ شروع سے معاونت کرتی تھیں سنبھال لیا ساتھ ہی رئیل اسٹیٹ کا کاروبار بھی شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔آپ نہایت بہادر با ہمت خاتون ہیں اور ہر قسم کے حالات کا نہایت بہادری اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتی ہیں۔

آپ اپنی ان تمام کامیابیوں کا سہرا اپنے بچوں اور بھائیوں کے نام کرتی ہیں جنہوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور آپ گھریلو و کاروباری تمام ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہو کر پھر سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔اس کے علاوہ آپ کی سیاسی زندگی بھی کامیاب رہی آپ اپنے زون کی لیبر پارٹی کی متحرک ممبر اور مائینورٹی آفیسر بھی ہیں۔

آپ "دھنک لندن ویلفیئر فاؤنڈیشن کی چیئر پرسن بھی ہیں جس کے تحت خواتین کو ہنر سکھانے اور بہبود کے بے شمار مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔

کووڈ 19 کی وجہ سے مشاعروں کا سلسلہ بند رہا تو آپ نے آن لائین مشاعروں اور دھنک ٹی وی کے لائیو پروگرام کا سلسلہ شروع کیا جو بہت پسند کیا گیا۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود ہماری آیئرن لیڈی محترمہ سیدہ کوثر منور صاحبہ اپنے پہلے شعری مجموعہ "عشق لاہوتی" نے بھی آدھی دنیا میں دھوم مچادی۔اس کی رسم اجرا کی تقریبات میرے ادبی پلیٹ فارم کے علاوہ لندن، دوبئی اور پاکستان کے کئی شہروں میں ہوئی۔

محترمہ دورِ حاضر کے وہ قلمکار ہیں جو اپنی شاعری اور نثر میں اپنا تخلیقی جواز اپنی فکری قوت سے اس طرح فراہم کرتی ہیں کہ نہ تو ان کا ماضی سے رشتہ منقطع ہوتا ہے اور نہ ہی حال اور مستقبل سے۔ان کی تحریر پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ ان کی ذات کی جڑیں انسانیت کے احساسات کے عمیق گہرائیوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں کئی صفحات درکار ہیں مگر پھر بھی بات ختم نہ ہو پائے گی۔۔!! اگلے صفحات پر ان کی شاعری سے لطف اندوز ہوں۔۔اس دعا کے ساتھ کہ اللہ پاک ان کی قلم میں مزید برکت عطا فرمائے۔۔آمین ----------------☆

❁

کون کہتا ہے صداؤں سے پکارا جائے
کیوں تجھے عرش سے نیچے نہ اتارا جائے

پھر وہی خاک جہاں ، عرش پہ نازل ہو
یا فرشتوں سے مرے دل کو نکھارا جائے

بات بن جائے تو معبود بنائے یہاں کون
ورنہ بت ساز ترے گھر میں اتارا جائے

خون میں آج کوئی حسنِ کلامِ لشکر
اس نئے عصر کا اوپر بھی اشارہ جائے

وہ جو بے حرف زدہ خوف زدہ غرق شدہ
اس میں موجود یہ ساحل کا کنارا جائے

میں شوخ بدن رُوپ لئے تنہا کھڑی تھی
پہلو میں مچلتے رہے شرمائے ہوئے لوگ
شہرت میں بھی کھو جانے کا دستور ہے کوثرؔ
یاد آنے لگے ذہن پہ وہ چھائے ہوئے لوگ

❁

عرفِ عبرت مگر نہیں آتا
دستِ قدرت نظر نہیں آتا

چھاؤں ہے یا کوئی سورج
کوئی سورج نظر نہیں آتا

شام ہی سے گھری سی بیٹھی ہوں
کوئی تازہ سحر نہیں آتا

بادبانوں کی خیر ہو یا رب
کوئی ساحل بحر نہیں آتا

نہ کوئی راز ہے نہ عجزِ بیاں
مجھ کو رستہ ڈگر نہیں آتا

میں اپنے حسنِ تغزل کو وہ ہنر دوں گی
کہ جھونپڑی میں بھی محلوں کے رنگ بھر دوں گی
یہ اور بات کہ گوشہ نشین ہوں کوثرؔ
یہ اور بات صدائیں بھی در بہ در دوں گی

❁

وکیلوں کی وکالت کر رہی ہوں
سمجھتی ہوں جہالت کر رہی ہوں

مجھے معلوم ہے انجام لیکن
زمانے سے شکایت کر رہی ہوں

میں قیدی ہوں یا قائد ہوں تجھے کیا
میں ہر صورت قیادت کر رہی ہوں

کوئی سمجھے مجھے کیسا بھی اب تو
خدا کے گھر عبادت کر رہی ہوں

جہاں تعبیرِ آدم ہو رہی تھی
وہاں اب پھر شرارت کر رہی ہوں

سنا تھا جو وہاں پر میں نے کوثر
وہ کہنے کی جسارت کر رہی ہوں

❁

نیلی فضا صد چاک پڑی ہے تُو سیئے جا
آ لمس کے مرہم سے کرشمہ یہ کیئے جا

وشتِ جنوں میں اندھیرا ہے یار غضب کا
دو چار جلاتے مرے لمحوں کے دیئے جا

جینے کا مزہ آنکھ سے اوجھل ہے ابھی تو
مرنے کی ادا یہ بھی ہے بے نام جیئے جا

سب چھوڑ دے دنیا کی تُو بیکار سی باتیں
تیرا ہے عمل سوچ بھی تیری ہے ، کیئے جا

جانا ہی ہے تم نے تو بھلے شوق سے جاؤ
وحشت مگر اپنے لبوں کی سنگ لئے جا

اشکوں سے کہو دور جا کے اب کہیں برسیں
میں نے چبا ڈالا ہے غم اپنے کا کلیجہ

کیوں یادوں کا قرضہ رہے اک دوجے پہ ایسے
واپس مری کر اپنی تُو بس جند لیئے جا

❀

اب سمجھی ہوں اس عشق کی زنجیر کا مطلب
کمرے میں لگی آپ کی تصویر کا مطلب

قدموں سے لپٹتے ہوئے بیٹی نے بتایا
قرآن میں لکھا ہے یہ توقیر کا مطلب

ہاتھوں کو جھٹکنے سے مجھے علم ہوا ہے
گردن پہ چلی زہر کی شمشیر کا مطلب

پُرکھوں کے قوانین نے کر رکھا ہے واضح
کردار پہ لکھی ہوئی تحریر کا مطلب

تُو پھر بھی لائی ہے بازار سے کوثر
جنت ہے ، بتایا تو تھا کشمیر کا مطلب

میں کوثر کنارے پہ پہنچی تو پھر
مجھے زندگی یاد آنے لگی

❀

مجھ کو آتا تھا نئی ہیر بنا سکتی تھی
رنگ مل جاتے تو تصویر بنا سکتی تھی

میرے ہاتھوں نے کوئی ہاتھ نہیں پایا ہے
ورنہ میں ہاتھوں کی زنجیر بنا سکتی تھی

کاش تُو ایک بھی انسان مسخّر کرتا
خود کو ناقابلِ تسخیر بنا سکتی تھی

قوس والے نے کماں ہاتھ میں رکھی ورنہ
میں ہوا میں بھی کوئی تیر چلا سکتی تھی

تُو نے دنیا کو بنایا تماشہ ! کوثر
باعثِ عزت و توقیر بنا سکتی تھی

حوالات جیسی یہ دنیا ہے کوثر
سو میں اپنی دنیا بسانے لگی ہوں

صوفی لیاقت علی

Sofi Liaqat Ali.

51,Lyndhrst Drive.LONDON.E10 6JB

Phone: 07956 479412

صوفی لیاقت علی چکوال سے تعلق رکھتے ہیں 16 مئی 1949 کو پیدا ہوئے ۔ کاروباری اور زمیندار گھرانے سے تعلق ہے۔ تعلیم کے بعد کچھ مدت خاندانی کاروبار اور زمینداری سے متعلق رہے اور پھر انگلینڈ آ کر بس گئے ۔ دوسرے ہم وطنوں کی طرح محنت مزدوری کی ۔ لندن میں مقیم ہیں ۔ حالات بہتر ہوئے تو بال بچے بھی منگوا لئے ۔ ایک بار بذریعہ کار دوستوں کے ساتھ پاکستان گئے مگر ٹرکی کے نزدیک بہت بڑے ٹریفک حادثے کا شکار ہو کر بری طرح زخمی ہو گئے ۔ کافی مدت تک بستر پر رہے ۔ سینکڑوں ٹانکے لگے بہت دکھ کاٹا مگر ہمت نہ ہاری اور آج روبہ صحت ہیں مگر وہ المناک حادثہ جسم پر اپنے نشانات چھوڑ گیا ۔۔

مینوں پچھو نہ کہڑی بلا ویکھی
اکھ موت دی اکھ چہ پا ویکھی

صوفی لیاقت صاحب چونکہ چکوال کے ہیں جو میرے آبائی گاؤں سے بیس پچیس میل دور ہے ایک ہی تحصیل اور ضلع ہے ۔ لہذا خاندانی طور پر ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلقات ہیں ۔ آپ نہایت مذہبی اور ادبی رجحان رکھتے ہیں ۔ اور پنجابی میں شوقیہ شاعری کرتے ہیں ۔ میرے مشاعروں میں اکثر تشریف لاتے ہیں اور اپنی شاعری سے خوب داد پاتے ہیں ۔۔

آپ نے بھی اپنے وطن سے ہجرت کی ایک بہتر مستقبل کے لئے جس کا درد آپ کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے ۔ جن کے مقدر میں ہجرتیں لکھ دی جاتی ہیں انہیں وطن کی یاد ہمہ وقت مضطرب و بے چین رکھتی ہے ۔ اربابِ وطن کی محبتوں اور خلوص بے چین رکھتے ہیں ۔ اس عالم میں جب کسی ہم وطن سے ملاقات ہوتی ہے تو وطن کی خوشبو مزید

بے چین کر دیتی ہے۔ پر دیس پھر بھی پر دیس ہوتا ہے چاہے وہاں اپنے دیس سے بھی زیادہ سہولیات ہوں مگر اپنے دیس کی یاد انسان کسی طور نہیں بھولتا۔۔صوفی صاحب کہتے ہیں۔

کتھے پیار دے گیت سناواں

نہ کوئی وہیڑا نہ چوپال

ایتھے لوکی پیار دے دشمن

چھڈ دے لندن چل وط چکوال

''کہاں میں پیار کے گیت سناؤں، نہ کوئی صحن نہ کوئی مجلس، یہاں لوگ ہیں پیار کے دشمن، چل چھوڑ دے لندن اور چل چکوال۔۔۔'' بچپن کی یادیں، وطن کی مٹی کی سوندی سوندی خوشبو، اپنوں کی محبتیں اور پیار اور پھر وہ شہر جہاں سے انسان کا خمیر اٹھا ہو۔۔وہ کوئی کہاں اور کیسے بھول سکتا ہے۔ہم سب جو اس ہجرت کے مارے ہوئے ہیں کسی پل بھی تو وطن کی یاد دل و دماغ سے نہیں نکلتی۔اور سدا کے لئے ایک دکھ ایک ٹیس محسوس ہوتی رہتی ہے۔۔۔!!

مگر زندگی اسی طرح گزرتی جاتی ہے اور شاعر اپنے دل کو بہلانے کے لئے شعروں کے سہارے تسلی دیتا رہتا ہے۔

توں وی ڈھل جا صوفی ؔہن شام ڈھل گئی

ہن کو یلے دیاں ایہہ ہانواں چنگیاں نہیں لگدیاں

مجھے امید ہے کہ محترم صوفی لیاقت علی صاحب اپنے اس شعری سفر کو جاری وساری رکھیں گے اور اپنے جذبات کا اظہار اپنے دکھ سکھ گلے شکوے اور اپنی خوشیاں اسی طرح سپرد قلم کر کے اپنی ماں بولی پنجابی میں نظم کر کے ادب کی دنیا کو دان کرتے رہیں گے۔ان کی زبان میں بھلا کی مٹھاس ہے چکوال کی بولی اور لب ولہجہ بہت میٹھا اور کانوں میں رس گھول دیتا ہے۔اور جب ایسی میٹھی زبان اشعار کے پیرہن میں ڈھل جائے تو سونے پر سہاگہ ہو جاتی ہے۔

بہت سی دعائیں ہیں ان تمام اپنے مخلص دوستوں کے لئے۔۔۔۔

مینوں پچھو نہ کہڑی بلا ویکھی
اکھ موت دی اکھ چہ پا ویکھی
ویلا کن چہ گل سنا گیا سی
گل ویلے نوں میں سنا ویکھی
ویکھی ٹٹ دی ساہواں دی ڈور صوفیؔ
ڈور رب دے ہتھ پھڑا ویکھی
کیویں دنیا تے رویں تے پچھ لاں میں
میری حالت تو کینویں خدا ویکھی
تیرے کولوں میں دنیا دا کیہ پچھاں
توں کئی واری بنائی تے ڈھا ویکھی
میرے صبر نوں تولیا رب سچے
میں وی یاراں دی نیت ٹکا ویکھی
خورے کس نے میرے لئی منگ لئی سی
پوری اُوس دی ہندی دعا ویکھی
چلو ویکھ لئے قدرت دے رنگ سارے
مینوں دھرتی تے اپنی آ ویکھی

جے کر الٹیاں وگن تے کیہ دساں
ایہہ بے رخیاں ہواواں چنگیاں نہیں لگدیاں
جنہاں راہواں تے ہویا احساس زخمی
پُھلاں بھریاں او راہواں چنگیاں نہیں لگدیاں
جنہاں مانواں نے عشق توں منع کیتا
اونہاں ہیراں نوں فیر مانواں چنگیاں نہیں لگدیاں
مزہ سڑن دا جہڑے وی چکھ لیندے
اوہناں جوگیاں نون فیر چھاواں چنگیاں نہیں لگدیاں
جہڑے وہیڑے اڈیکے نہ ماں کوئی
روندے پُتاں نوں بروہاں چنگیاں نہیں لگدیاں
جتھے چڑیاں سن بانسری نال مجھاں
اج سجھاں نوں او جاواں چنگیاں نہیں لگدیاں
جہڑی روح چہ وسے نہ پیڑ یارو
او تے رب نوں وی روحاں چنگیاں نہیں لگدیاں
جتھے دنیں دوپہرنوں پین ڈاکے
اج مینوں او تھاواں چنگیاں نہیں لگدیاں
توں وی ڈھل جا صوفیؔ ہن شام ڈھل گئی
ہن کویلے دیاں ایہہ ہانواں چنگیاں نہیں لگدیاں

❁

چنگے میرے درد ونڈے یاراں نے
ہتھوں اُلٹے شغل بنائے یاراں نے
میری خستہ حالی طبیعت کے کردی
جان توں ودھ کے بھار چوائے یاراں نے
لوکاں نے ہتھ روک لئے پر کہہ دساں
پتھر میرے ول وگائے یاراں نے
بن کے دیوے سینے اندر بلدے نے
دل تے جو جو زخم وی لائے یاراں نے
کہڑا کہڑا اکھ نمانی یاد کرے
دن دہیاڑی روپ وٹائے یاراں نے
پہلے قیدی کرکے ستم دے پنجرے وچ
فیر پراں تے زور ازمائے یاراں نے
میں تے لکھ ونجا کے ککھ دی کھٹیا نہ
ککھاں وچوں لکھ کمائے یاراں نے
مینوں تے صوفی حیاتی مل گئی اے
اج تربت اُتے پھل چڑھائے یاراں نے

کتھے پیار دے گیت سناواں
نہ کوئی وہیڑا نہ چوپال
ایتھے لوکی پیار دے دشمن
چھڈ دے لندن چل وط چکوال

❁

پکا کیتا پیار دل مر جانیاں
پا لئے غم دے ہار دلا مر جانیاں
ایویں فکراں اندر لنگھدے جاندے
زندگی دے دن چار دلا مر جانیاں
جنہاں اُتے جھلیا تینوں مان بڑا سی
چھڈ گئے ادھ وچکار دلا مر جانیاں
غیراں وانگ اس کولوں نہیں لنگھدے
جیڑے ہون غم خار دلا مر جانیاں
ہن کویں شکوے کراں میں غیراں تے
دھوکے کر گئے یار دلا مر جانیاں

بھیڑے مونہہ تے چُپ اے چنگی

نہ کر کوئی گل تے کتھ
جی آکھیں تے جی اکھوائیں
اپنی عزت اپنے ہتھ
لفظاں نوں جے تول کے ویکھو
کناں وچ رس گھول کے ویکھو
ساری دنیا تابع صوفی
مونہوں مٹھا بول کے ویکھو
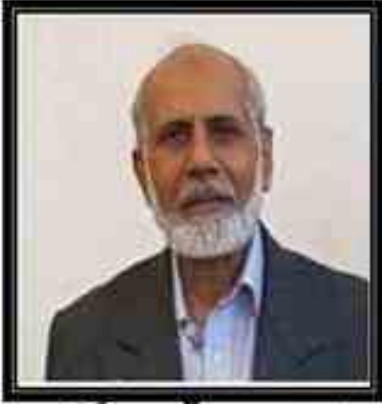
چوہدری محبوب احمد محبوبؔ

فون نمبر: +44 7392 079970

چوہدری محبوب احمد محبوبؔ کا تعلق لاہور سے ہے اور یہاں ایک طویل مدت سے لندن میں مقیم ہیں کئی سال کاروبار میں مصروف رہے مگر اس مصروفیت کے باوجود ادبی لگن قائم رہی اور ہر ماہ ایسٹ لندن میں ایک شاندار مشاعرے کا اہتمام کرتے جو کئی برسوں تک لوگوں کی ادبی پیاس بجھاتا رہا۔۔ آپ لاہور کی خوبصورت پنجابی بولتے ہیں اور بہت کم انہیں اردو بولتے سنا ہے گو انہوں نے اردو میں بھی شاعری کی مگر اصل میدان پنجابی ہی ہے۔ "کھلے بوہے، اکھاں دے بوہے اور دل دے بوہے" تین شعری مجموعے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ پچھلے دنوں ہی انہیں لاہور کی دو ادبی تنظیموں نے ان کے پنجابی شعری مجموعے "دل دے بوہے" پر ایوارڈ بھی عطا کئے۔

چوہدری محبوب صاحب کے دو بیٹے ڈاکٹر ہیں انہوں نے سخت محنت سے حلال روزی کمائی جس سے اپنی اولاد کو برطانیہ کے ٹاپ اسکولوں کالجوں میں تعلیم دلوائی بہت کم لوگوں نے اپنے بچوں کو آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں سے تعلیم دلوائی ہوگی۔۔ آج آپ ریٹائیر زندگی گزار رہے ہیں مگر آپ نے اس ملک میں محنت و مشقت سے جس طرح بچوں کی پرورش کر کے انہیں اعلی تعلیم سے آراستہ کیا وہ میں نے بہت ہی کم لوگوں کو دیکھا۔۔!!

آپ کا ذکر اور کلام میری پہلی کتاب "برطانیہ کے ادبی مشاہیر" میں بھی موجود ہے۔ مگر اس دوران آپ کے دو مزید مجموعے شائع ہوئے۔ آپ نے پنجابی غزل کو ایک نیا رنگ دے کر اسے مزید خوبصورت کر دیا۔ چھوٹی بحر میں لکھنا کافی مشکل ہوتا ہے اور پھر شاعری میں خوبصورت تشبیہات سے اشعار کو مرصع کرنا۔۔ یہ انہی کا کمال ہے۔ ان کا تیسرا پنجابی کا مجموعہ "دل دے بوہے" اپنی مثال آپ ہے۔۔

مجھے ان کا قریبی دوست ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ہماری دوستی کم از کم بھی تین دہائیوں سے ہے اور آج بھی اسی طرح خلوص و پیار کی بنیادوں پر استوار ہے۔ آپ نہایت سچے کھرے اور کسی قسم کی بناوٹ تصنع سے پاک شخص ہیں جھوٹ منافقت سے سخت نفرت ہے۔ اور ایسے شخص کی دوستی ایک اعزاز ہوتی ہے۔۔۔ ☆☆

❁

پاویں ایہ پئے لکھ لکاون ہواواں دسدیاں نیں
مونہوں پاویں کجھ نہ بولن اداواں دسدیاں نیں
چہرہ دَسدا اے زباں ساتھ نہیں دیندی
بے شک ایہ پئے چھپاون نگاہواں دسدیاں نیں
یاری دوستی وِی رہ گئی اے مطلب دی
اصلی یاراں دی پہچان تے وفاواں دسدیاں نیں
لوک کہندے نیں اج کل دعاواں وچ اثر نہیں رہیا
دلوں جے کوئی کرے تے اثر دعاواں دسدیاں نیں
آن والا دور ہور وی مشکل اے اکھاں کھولو
منظر چیکدا اے ویلے دیاں صداواں دسدیاں نیں
ملک تے لگدا اے یزید دا قبضہ ہوگیا اے
بناں جرم جو ملدیاں نیں او سزاواں دسدیاں نیں
نااہلاں دے ٹولے نیں مہنگائی دے تحفے دتے نیں
مونہوں بول کے انہاں دیاں خطاواں دسدیاں نیں
لوکاں نوں بے آبرو کرن والیاں دا پتہ
بند کمریاں چہ ہوئیاں صلاحواں دسدیاں نیں
آخر اہناں ظالماں غرق ہونا ایں محبوبؔ
ایہہ غریباں تے مظلوماں دیاں ہاہواں دسدیاں نیں

❁

کھجل ہو کے وہ گئے آں
ظلم تے ظلم سہہ گئے آں
غریبی نے اُٹھن دِتا نہیں
ٹہندے ٹہندے ٹہہ گئے آں
اُٹھن دا جد ویلہ آیا
سجدے دے وچ پے گئے آں
دشمن نوں زیر کرنا سی
آپس دے وِچ کھیہ گئے آں
جرم جہڑے اسیں کیتے نہیں
سزا اونہاں دی سہہ گئے آں
منزل سانہوں مِلدی نہیں
کہڑے راہ تے پے گئے آں
سورج سر توں ٹھلدا نہیں
تھک ہار کے بہہ گئے آں
ظالماں دی بستی وچ محبوبؔ
سچیاں گلاں کہہ گئے آں

رشتے داری غرضاں دی
دوا نہیں لبھدی مرضاں دی
روائتاں پچھے لگے نیں
فکر نہیں سُنتاں فرضاں دی

❁

کسے دا رونا کسے دا ہاسا
ایہہ دنیا جیویں کھیل تماشا

دولت کدھرے بے حسابی
کسے دے ہتھ وچ کاسا

پیار دا جنے لارا لایا
حالی تیک اے اوہدی آسا

جہڑا قول دا کچا ہووے
نہیں اوہدا کوئی بھروسا

پیار دے ویری چار چوفیرے
کہڑی جاہ تے کریئے واسا

سجناں لئی جے نچنا پے جائے
فیر شرم نہ آئے ماسا

یار دی خاطر سولی چڑھنا
محبوبؔ عاشقاں دا اے خاصا

❁

روز جیندے روز مردے کیوں جے
اپنا حق لین لئی ڈر دے کیوں جے

کندھ بن جاؤ ظلم دے اگے
ظلم تُسیں جر دے کیوں جے

تمہاڈے نالوں ایہہ بہوتے نہیں
ایناں کولوں تُسیں ہردے کیوں جے

اِک مُٹھ ہو جاؤ ایکا کر لو
آپس دے وچ لڑ دے کیوں جے

محبوبؔ جدوں تسیں جرم نہیں کیتا
خواہ مخواہ ڈنڈ بھر دے کیوں جے

خاباں دے وچ آ کے مینوں
مِٹھڑے بول سنا جاندی اے
محبوبؔ چوفیرے کِھلدی خوشبو
اُس دی یاد کر جاندی اے

❁

غریب دا حامی آں
شاعر میں عوامی آں

عارضی قیام پاکستان وچ
لندن وچ مقامی آں

ماں بولی نوں چھڈن والے
رکھدے سوچ غلامی آں

بھل گئے جے اپنا ورثہ
فیر نری ناکامی آں

جہڑے لچاری وِک جاندے
او سماج وچ بدنامی آں

فرید وارث تے بلّھے نوں
دوہیں ہتھیں سلامی آں

محبوبؔ ماں دی خدمت نال
مِلدی نیک نامی آں

❁

لُٹیا ای گلاں باتاں نال
دے دے کے سوغاتاں نال
سانوں بس ٹرخائی جا
حُسن دیاں خیراتاں نال
آخر توں بنھ لیا اے
ساتوں روپ قناتاں نال
کدھرے سانوں بھل نہ جائیں
عیداں تے شبراتاں نال
شکار گھیر لیا اے توں
اکھیاں دیاں گھاتاں نال
زندگی کِتے لنگھ نہ جائے
عشق دیاں کراماتاں نال
عاشق لوکاں نوں کیہ لگے
دین دھرم تے ذاتاں نال
دل ساڈا بھراد نہیں
نکیاں نکیاں ملاقاتاں نال
جذبے ٹھنڈے ہو نہ جان
محبوبؔ جی خالی راتاں نال

محمود احمد چغتائی

Mahmood Ahmad Chughtai

Bjerkelivegen 17,2005 Raelingen.

NORWAY

فون نمبر47 907 51 612+

محمود احمد چغتائی ناروے میں مقیم ہیں آپ دہلی گیٹ لاہور سے تعلق رکھتے ہیں 1984 میں ناروے گئے۔اور بطور اردو ٹیچر پچیس سال تک اوسلو اور گردونواح کے اسکولوں میں پاکستانی طلباء و طالبات کو پڑھایا۔اب بوجہ بائی پاس آپریشن کے اس عظیم کام کو جاری نہ رکھ سکے اور پینشن لے لی۔اردو ادب سے پرانا عشق ہے جواب بھی جاری و ساری ہے۔چار بچوں کے باپ ہیں دو شادی شدہ اور دو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

آپ برطانیہ کے معروف شاعر آدم چغتائی مرحوم کے بھتیجے ہیں۔چغتائی خاندان میں ادب سے محبت،شعر و شاعری کا خمیر بہت پرانا ہے۔آدم چغتائی مرحوم کا شمار اساتذہ میں ہوتا تھا ان کے بھائی بھی بہت خوبصورت شاعر تھے۔

محمود احمد چغتائی بی اے بی ایڈ ہیں اور ساری عمر علم بانٹنے میں مصروف رہے۔اللہ پاک انہیں صحت تندرستی والی طویل عمر عطا فرمائے۔آمین

شاعری ان کی پسندیدہ صنف ہے اردو کی جو اسکول کے زمانے سے چلی آتی ہے مگر سابقہ چند برسوں سے آپ نے اس پر خاص توجہ دی۔پہلے نظمیہ انداز تھا مگر اب غزل پر قلم آزمائی ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ مزید مطالعہ سے مزید اچھا لکھنے لگیں گے۔اور نظم اور غزل کے فرق کو محسوس کریں گے۔

آپ کی دو غزلیں ہی اگلے صفحات پر شامل کی گئی ہیں۔ان کی باقی غزلوں میں بھی نظم کا انداز پایا گیا جہاں ردیف قافیے کی کمی کو محسوس کیا گیا۔۔۔

تجھے اپنا کہنے کی چاہ میں تہہ خاک خود کو ملا دیا
اسی خاک سے جو گُل کھلے ، کانٹوں سے سجا دیا

تیری خانہ بدوش سی عادتیں تیرا پتہ نہ بتا سکیں
میں گلی گلی رہا ڈھونڈتا ، قریہ قریہ رہا بھٹکا دیا

میرے عشق کی انتہا نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا
تیری یادوں میں یونہی ڈوب ڈوب خود کا بھلا دیا

معلوم تجھے میری چاہت تو ہے ، سرِ محفل رلا دیا
اِسی غم کی آڑ لئے مَے خانے جیون سرِ شام نہلا دیا

محمودؔ تو نے یہ کیا کیا ، غمِ عشق دل میں سلا دیا
کہیں اور آزماتا اسے ، بے خطر تیر کیوں چلا دیا

اپنا پہلو بچا بچا کے چلتے ہیں
تیرے سائے سے بھی ڈرتے ہیں

اے صنم تو نے بہت ظلم کئے
اب تو جوڑ جوڑ بچا کے رکھتے ہیں

عاشقوں کی قطاریں دیکھ کے ہم
مگر نہیں کہتے کہ ہم بھی مرتے ہیں

بہت کاٹ لئے میکدے کے چکر
ان چکروں میں اور نہیں پڑتے ہیں

جاتے جاتے میں کہتا جاؤں تجھے
ابھی تیری وفا کا دم بھرتے ہیں

محمودؔ کیا کرے گا اُس کو پا کر
اب قدم بھی لڑکھڑا کے چلتے ہیں

مرحوم شعراوشاعرات جو 2014 کو میری کتاب
''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' میں موجود تھے

دائیں سے بائیں۔انور نسرین، اکبر حیدا آبادی، آغا سعید، اعجاز احمد اعجؔاز، آدم چغتائی، عادل فاروقی، اشفاق حسین، ابراھیم رضوی، گلشن کھنہ، فاروق حیدر ناداں، چمن لال چمؔن، عاصی کاشمیری، نجم الحسن ضمیر، نجمہ نصار، نور جہاں نوری، فاروق قریشی، خالد یوسف، اسلام نبی سالؔکم، سوہن راہی، ریاست رضوی، ساحر شیوی، سیما جبار، راجہ تاج محمد، رحمت قرنی، ڈاکٹر ودیا ساگر، قاضی عبد القدوس، کوثر علی۔(27 لوگ اللہ مغفرت کے)

محمود علی محمود

262,Melfort Road.Thornton Heath
Croydon(Surry) CR7 7RR
فون:07985 198801
ای میل:mahmoodali4@hotmail.co.uk

محمود علی محمود لندن کی ادبی دنیا کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ جہاں بھی کوئی مشاعرہ ہو آپ سرد گرم برف بارش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی ادبی محبت کے ساتھ ضرور شرکت کرتے ہیں اور اپنی نعت یا غزل بڑے مدھم سریلے انداز میں سنا کر خوب داد وصول کرتے ہیں۔

آپ مراد آباد (انڈیا) جنوری 1942 میں پیدا ہوئے اور پھر پاکستان آ کر آباد ہوئے۔ کراچی سے بی اے کیا اور کافی مدت تک بینک میں سروس کی اور پھر برطانیہ آ کر بھی بینک آفیسر رہے۔

شاعری کی ابتدا 1980 میں ہوئی۔ نعت اور غزل ہی لکھی۔ مترنم شاعر ہیں۔ گو ابھی تک کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی مگر تین کتابیں زیر ترتیب ہیں۔ ”گلفشاں، نگاہِ کرم اور خندہ زن“۔

کئی سال سے مشاعرے پڑھ رہے ہیں۔ میری بھی ملاقات ایک مشاعرے میں ہوئی اور پھر ان کی دوستانہ، حلیم و نرم طبیعت اور حد درجے کی میزبانی نے ہمیں آپس میں بہت قریب کر دیا۔ طرح طرح کے پکوان کے شوقین ہیں اور اکیلے نہیں کھاتے دوستوں کے ساتھ شیئر ضرور کرتے ہیں۔ میرے بہت ہی پیارے قریبی اور عزیز دوست ہیں۔

لندن کے تقریباً تمام اردو چینل میں کلام پڑھا۔ کسی زمانے میں ڈی ایم ڈیجیٹل اور تکبیر ٹی وی چینلز کے میرے پروگرام ”میں نے شعر کہا“ اور ”سخن ور“ میں تواتر سے آتے رہے اور ناظرین سے خوب داد پائی اب بھی میری ادبی تنظیم ”والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم“ کے باقاعدہ ممبر ہیں اور ہر مشاعرے میں تشریف لاتے ہیں۔

محمود علی صاحب نہایت مخلص، انسان دوست اور ادب دوست ہیں۔ نہایت خوش لباس اور خوش اخلاق انسان ہیں

جس کی وجہ سے کمیونٹی میں بہت پسند کیے جاتے ہیں۔خاکساری اور عاجزی کے پروں پر دیارِ محبت کی طرف مائلِ پرواز انسان بلندی کی اُن حدود کو چھوتا ہے جو اسے اعلیٰ و ارفع مقام عطا کر دیتی ہیں۔ ان کی ایک نعت اور چند غزلیں سامنے والے صفحات میں شامل ہیں آپ پڑھ کر یقیناً تسلیم کریں گے کہ محمود بھائی عشق رسول کے بیکراں سمندر میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔

جس بندے کا وجود عشق الٰہی اور عشقِ رسولؐ کے سمندر میں غوطہ زن ہو اس کے مدِ نظر شے نہیں بلکہ کیفیت ہوتی ہے لہٰذا اس کی عبادت بھی ان بلندیوں تک جا پہنچتی ہے جہاں آرزوئیں اپنا رویہ بدل کر اطمینانِ قلب سے ہم آغوش ہو جاتی ہیں اور نفع نقصان کے سارے پیمانے بدلتے نظر آتے ہیں۔

خدا رسیدہ شاعر کی نظر ہمیشہ ذرہ میں آفتاب دیکھنے کا ہنر رکھتی ہے۔اسی نظر سے وہ ایک ایسا جہانِ خوش رنگ و خوش جمال مرتب کرتا ہے جو روح کی سرشاری و شادابی کے سارے سامان فراہم کرتا ہے۔جس کے مناظر نگاہوں میں اتر کر ایسی محبت کا پیام پڑھتے ہیں جس کے سوز سے دلوں کے تاریک تر گوشوں سے روشنی کے آبشار پھوٹ پڑتے ہیں۔۔

محمود علی محمود یقیناً غزل کے شاعر ہیں اور کامیاب شاعر ہیں۔ان کی شاعری آج کی شاعری ہے۔ان کی غزل نئے انداز کی نمائندگی کرتی ہے۔ان کا سخن آج کا، سچے اور پکے سخن ہونے کا امتیاز اور انفرادیت رکھتا ہے۔ان کا کلام ہستی طور پر کلاسیکی رنگ و آہنگ میں سہل ممتنع کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونے کے اعتبار سے متغزل و مترنم ساز میں رچا بسا، شعری و فکری لحاظ سے فصاحت و بلاغت کا جادو لئے معنی تناظر میں مضمون آفرینی، پہلو و تہہ داری نیز ہمہ گیریت سے معمول اس کا کینوس بہت ارفع و توسیع ہوتا ہے۔اس لحاظ سے ان کے سخن میں وہ تمام محاسن و عوامل پائے جاتے ہیں جو سننے سنانے کی کشش اور سرور و کیف آفرینی نیز افہام و تفہیم کی بات صلائے عام دینے اور قبول عام ہونے کے شرف سے نوازتی ہے۔ہزار دعاؤں کے ساتھ۔۔۔!!

❁

محبت دلوں سے جدا ہو گئی ہے
حقیقت یہ اب رونما ہو گئی ہے

کئی موڑ پر میں نے اکثر یہ دیکھا
نظر ملتے ہی کیا سے کیا ہو گئی ہے

کہیں شادیانے کہیں سرد آہیں
یہ محفل بڑی بدنما ہو گئی ہے

کہیں آر پرستی کہیں فاقہ مستی
یہ دولت ہی اب دیوتا ہو گئی ہے

بہت میں نے چاہا محبت نہ کرتا
کہ دل کا لگانا خطا ہو گئی ہے

محبت کے بدلے ملی ہے جدائی
محبت کی قیمت ادا ہو گئی ہے

ہو نادان محمودؔ محبت نہ کرنا
دنیا بڑی بے وفا ہو گئی ہے

❁

آپ کی نظریں ملیں اور دل دیوانہ بن گیا
ہونٹ ملنے بھی نہ پائے اور فسانہ بن گیا

دل نے پہلی ہی نظر میں چن لیا تھا آپ کو
دھڑکنوں نے ساز چھیڑا اور ترانہ بن گیا

شوخ نظروں نے تمہاری دل کو گھائل کر دیا
تیر چلنے بھی نہ پائے اور دل نشانہ بن گیا

آپ کی پہلی نظر نے دل پہ جادو کردیا
تنکے چننے بھی نہ پائے اور آشیانہ بن گیا

تم ملے جب صنم آنکھ پُرنم ہو گئی
اک ذرا سی بات تھی جس کا فسانہ بن گیا

آج کل کے دور میں جینا بہت دشوار ہے
جس طرف خبریں گئیں دشمن زمانہ بن گیا

ہو گئے محمودؔ بھی اک خوبصورت پر فدا
گھر نہ پہنچے تھے ابھی اور شاخسانہ بن گیا

٭

ہم شوقِ شاعری میں دیوانے ہو گئے ہیں
کتنے ہی لوگ ہم سے بیگانے ہو گئے ہیں

اکثر ہی ہم نے دیکھا جو ہم سے آشنا تھے
وہ رفتہ رفتہ ہم سے انجانے ہو گئے ہیں

آنکھوں سے جو عیاں ہیں اور دل میں نہاں ہیں
وہ راز ہوتے ہوئے افسانے ہو گئے ہیں

غمِ بے رخی نے ہم کو آبدیدہ کردیا ہے
آنسو چھلک چھلک کے پیمانے ہو گئے ہیں

کس کی لگن نے ہم کو شاعر بنا دیا ہے
ہم شعر کہتے کہتے دیوانے ہو گئے ہیں

محمؔود حسرتوں کی کب تک جلے گی شمع
ہم جلتے جلتے خود بھی پروانے ہو گئے ہیں

٭

مدتوں سے دور تھے وہ اب ہمارے ہو گئے
دور رہ کر وہ ہمیں کچھ اور پیارے ہو گئے

ہم نے سوچا ہی نہ تھا وہ روٹھ جائیں گے کبھی
روٹھ کر تو وہ ہمیں کچھ اور پیارے ہو گئے

ہر طرف بڑھنے لگیں جب حسن کی رعنائیاں
خوب سے بھی خوبصورت سب نظارے ہو گئے

چاند اپنی روشنی کرتا رہے یا نہ کرے
آسماں پر پیار کے روشن ستارے ہو گئے

عشق کی منجدھار میں ہر موج مدھم ہو گئی
جس طرف دیکھا کنارے ہی کنارے ہو گئے

عشق کی دیوانگی نے ہم کو بے خود کر دیا
ہجر کی راتوں میں روشن چاند تارے ہو گئے

یوں جلے محمؔود محفل میں چراغوں کی طرح
جلتے جلتے راکھ ہو کر بھی تمہارے ہو گئے

درد دل سے جدا نہیں ہوتا
کوئی وعدہ وفا نہیں ہوتا

یوں تو کہنے کو لوگ کہتے ہیں
ہر کوئی بے وفا نہیں ہوتا

دل زمانے سے آشنا ہے مگر
یہ کسی پر فدا نہیں ہوتا

اس کی نظروں کر دیا گھائل
تیر جس کا خطا نہیں ہوتا

جن کو دیکھا ہے مری نظروں نے
ان سے دل آشنا نہیں ہوتا

ہم ہیں مانوس حق پرستی سے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

یوں تو اشرف ہے ہر آدمی لیکن
ہر بشر پارسا نہیں ہوتا

خدمتِ خلق ہے میرا شیوہ
یہ مگر اب ادا نہیں ہوتا

ان سے کیوں ہیں وفا کی امیدیں
جن سے وعدہ وفا نہیں ہوتا

اپنی قسمت پہ ناز ہے محمؔود
کوئی مجھ سے خفا نہیں ہوتا

اپنا چہرہ تری نظروں سے چھپاؤں کیسے
دل میں سوئے ہوئے ارمان جگاؤں کیسے

میری نظریں ترے جلوؤں میں صدا کھوئی رہیں
میں نگاہوں کو ترے رُخ سے ہٹاؤں کیسے

شوخ نظریں تیری حسرت بھری لگتیں ہیں
تیری نظروں کو ترے رخ سے چراؤں کیسے

دل تڑپنے لگا ساون کی سیاہ راتوں میں
تری تصویر کو سینے سے لگاؤں کیسے

شام ڈھلنے لگی اور دل کا عجب عالم ہے
اپنی پُرکیف تمنائیں دکھاؤں کیسے

دیکھ لے آکے مہکتے گلشن میں بہار
تیری یادوں کو نشیمن میں سجاؤں کیسے

میرے بس میں نہیں محمؔود بھلانا تجھ کو
روٹھ جائے تو اگر تجھ کو مناؤں کیسے

مسعود احمد چوہدری

Mr.Masaud Ahmed Choudry
Wetterau Str.77
61169 Fried Berd(Hassen)GERMANY
Tel: 0049 15210 643538
E.mail:masaud1945@gmail.com

مسعود احمد چودھری صاحب سے ملاقات محترم عرفان احمد صاحب کے منعقد کردہ جرمنی کے ایک عالمی مشاعرے میں ہوئی تھی۔آپ کی سی وی پڑھ کر خوشی کے ساتھ تعجب بھی ہوا کہ ادب میں اتنا کام، بلکہ آپ نے تو ساری زندگی ہی علم وادب کی خدمت میں گزار دی۔آپ 10 فروری 1945 کو پیدا ہوئے۔ایم اے پنجابی، ایم اے اسلامیات، ایم اے سیاسیات، پنجابی فاضل اور ایل ایل بی کر کے 35 سال پنجابی یونیورسٹی لاہور کی سروس کے بعد ریٹائیرمنٹ کے بعد بطور ایڈوکیٹ بھی کام کیا۔

اسکول سے لے کر بی اے تک اردو زبان میں کبھی کبھار لکھتے رہے مگر 1962 سے باقاعدہ صرف پنجابی میں نظمیں ،غزلیں، گیت کہانیاں اور مضامین لکھے اور اب اردو، انگریزی، ہندی، فارسی اور سرائیکی زبانوں میں بھی طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ان کی اب تک 18 کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں چھ کتابوں پر ادبی ایوارڈ بھی حاصل کئے جن کی تفصیل یوں ہے۔

۱) دھرتی، دکھ تے میں (غزلاں) روزن ادبی ایوارڈ یافتہ۔(۲) دکھاں دی برسات (نظماں) ہاشم شاہ ایوارڈ یافتہ (۳) سانجھ دُکھاں دی (نظماں) مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔(۴) دُکھاں بھری پرات (گیت) ورلڈ پنجابی فورم ایوارڈ یافتہ اور مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔(۵) چڑھدے لہندے دُکھ (گورمکھی زبان میں کہانیاں شائع از بھارت (۶) دکھ دریا اور دنیا (اردو غزلیات) ساغر صدیقی میموریل ایوارڈ از بزم دوستانِ قلم (۷) دُکھ کنھوں

دساں (کہانیاں) ورلڈ پنجابی فورم ایوارڈ یافتہ (۸) وَن سونے دُکھ (غزلاں) (۹) عمروں لَتّے دُکھ (شاعری) (۱۰) چونویں دُکھ (شاعری)۔ (۱۱) جھولی گھتے دُکھ (سرائیکی شاعری)۔ (۱۲) پرائے دُکھ (کہانیاں)۔ (۱۳) اپنا دکھ (ناول)۔ (۱۴) رانی اوس بازار دی (کہانیاں) مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔ (۱۵) لیڑی ویشیا (کہانیاں گورمکھی زبان)۔ (۱۶) مکھی سمیاواں تے اوہناں دا سمادھان (تنقید و تحقیق بر زبان ہندی)۔ (۱۷) سودائے دِگردارم (فارسی شاعری (زیر اشاعت)۔ (۱۸)world-wide corruption (ریسرچ)۔ اس کے علاوہ آپ نے یونیورسٹی آف دی پنجاب۔ لاہور کے پنجابی ڈیپارٹمنٹ نے سیشن 2006- 2008 میں ایم اے کا تھیسس مکمل کروایا جس کا سرناواں ہے "مسعود چودھری۔ حیاتی تے شاعری دا تجرباتی مطالعہ" اس کے علاوہ آپ کی اپنی سوانح عمری "وے توں مسعود ایں" بھی زیر اشاعت ہے۔۔۔

ماشاءاللہ۔۔ مسعود چودھری جرمنی کے بزرگ اور مایہ ناز معروف ترین شاعر ہیں۔ جن پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ میرے لئے اعزا ہے کہ آپ نے اپنی مکمل تفصیل عطا فرمائی اور اس کتاب میں شامل ہوئے۔ واللہ آپ کے بغیر کم از کم جرمنی کا ادب نامہ نامکمل رہتا۔۔

ان کی شعوری انفرادیت پسندی اور اچھوتے پن کی خواہش نے ان سے کیسے کیسے ادبی کام، کہانیاں مضامین اور اچھوتے شعر کہلوائے۔ آپ کے قلم میں ہر وہ بات ہے جو فنکار کو شہرتِ دوام عطا کرنے کا سبب ہوتی ہے۔ ورنہ اس دنیا میں کسی کو یوں ہی مشہور نہیں ہونے دیتی۔

ان جیسے ادبی مفکرین اور بزرگ شعرا پر جتنا لکھا جائے کم ہے۔ یہ ہمارا ادبی اثاثہ ہیں اور ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ افسوس صفحات اجازت نہیں دیتے ورنہ بہت کچھ لکھا جاتا۔ اگلے صفحات پر ان کی خوبصورت شاعری کے چند نمونے حاضرِ اشاعت ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ مسعود احمد چودھری صاحب کو اللہ پاک صحت تندرستی والی طویل زندگی عطا فرمائے اور ان کی قلم میں مزید برکت دے تا کہ آپ اسی طرح ادب کی زمین کو آب یارو سرسبز و شاداب رکھیں۔ آمین

❁

ابھی یہ درد کی کونپل شجر ہونے نہیں پائی
ابھی یہ موج اشکوں کی بھنور ہونے نہیں پائی

خود اپنی تعزیت کرتا ہوں پُرسا خود کو دیتا ہوں
کسی کو میرے مرنے کی خبر ہونے نہیں پائی

چھٹی آئی دہائی اور بھی تاریکیاں لے کر
یہ کیسی رات ہے جس کی سحر ہونے نہیں پائی

گلہ کوئی ستاروں سے نہ جگنو سے نہ تتلی سے
اُداسی بھی مری جب ہمسفر ہونے نہیں پائی

جنازہ جب سے اک بوڑھے مکیں کا گھر سے نکلا ہے
منقش یہ عمارت پھر سے گھر ہونے نہیں پائی

اسے میں تیری اُلفت کا کرشمہ ہی سمجھتا ہوں
جو پائمال میری رہگزر ہونے نہیں پائی

لگائی جانے والی تھی نقب اس گھر کو اندر سے
بڑی ہی گہری سازش تھی مگر ہونے نہیں پائی

یہی دُکھ ہے جو حرزِ جاں کی صورت ساتھ ہے میرے
کرن میرے بھروسے کی قمر ہونے نہیں پائی

مجھے ہر حال میں ہی جیتنا تھی جنگ جیت آیا
میری ماں کی دُعا بھی بے اثر ہونے نہیں پائی

پرندے لوٹ آئے شام کو اپنے گھروندوں میں
خدا کا شکر آندھی کو خبر ہونے نہیں پائی

ابھی مسعودؔ زخمِ دل کی چنبیلی کو کھلنے دو
ابھی بزمِ نگاراں کو خبر ہونے نہیں پائی

نفرتیں جب آگئیں گھر میں دِلوں کے درمیاں
فاصلے بڑھنے لگے پھر بھائیوں کے درمیاں
اور کیا ہم کو ڈرائیں گے حوادث دوستو
عمر گزری ہے ہماری حادثوں کے درمیاں
اور کیا بے چارگی ہوگی مسافر کے لئے
منزلیں کھو جائیں جس کی راستوں کے درمیاں
دل میں خوف و درد آنکھوں میں لئے افسردگی
پھر رہے ہیں اب بھی ہم تو قاتلوں کے درمیاں
اُٹھ گئے اک ایک کر کے سب اجالوں کے سفیر
ہے مقدر میں رہیں ہم شب زدوں کے درمیاں
ہم سفر سورج ، ستارا ، کوئی جگنو بھی نہیں
پھر بھی دیکھیں جی رہے ہیں ظلمتوں کے درمیاں
کس طرف جاتا ہے رستہ کس طرف ہے روشنی
ہم اُلجھ کر رہ گئے ہیں دائروں کے درمیاں
مانگ بیٹھے تھے امیرِ شہر سے ہم خوں بہا
سر بریدہ کھو گئے پھر مقتلوں کے درمیاں
گِھر گیا ہوں بے حِسوں کے درمیاں مسعودؔ میں
جس طرح شیشہ ہو کوئی ، پتھروں کے درمیاں

عمرِ رفتہ کی طرح دل کے صحیفوں میں نہاں
ہم مقیّد ہو گئے ہیں داستاں در داستاں
ہو گئے ہیں جب سے ہم اپنی اناؤں کے اسیر
فاصلہ از حد ضروری تیرے میرے درمیاں
آگے دریا پیچھے جلتی آگ کا لشکر لگا
زندگی کا قافلہ اب آ کے ٹھہرا ہے جہاں
بجلیوں نے دشمنی کی بھینٹ کر ڈالا اُسے
چار تنکوں سے بنایا جو چمن میں آشیاں
پھول اپنی خواہشوں کے کِھل اُٹھیں گے اب ضرور
سُوئے مقتل چل پڑا ہے کارواں در کارواں
اب فقط یادوں کا اِک ملبہ ہے میرے سامنے
رہ گئے ہیں میرے پیچھے اُجڑی بستی کے نشاں
اپنے گھر سے بھی نکلتے ڈر سا لگتا ہے مجھے
جانے کس بارود کا پھیلا ہوا ہے یہ دُھواں
آؤ اپنے اپنے گھر کو لوٹ جائیں وقتِ شام
ہو نہ جائے آبِ حیواں میں مسافت رائیگاں
اُٹھ گیا مسعودؔ سایا جب سے ماں کے پیار کا
چھن چکا ہے سر سے اپنے راحتوں کا آسماں

آنسوؤں کو کرچیوں سے پھر ملا کر دیکھنا
آئینے کے شہر میں پتھر گرا کر دیکھنا
وقتِ رخصت چلتی گاڑی سے بچشمِ نم مجھے
یاد ہے ہاتھوں کو وہ تیرا ہلا کر دیکھنا
تب ملے گا دیکھنا اس قلبِ مضطر کو سکوں
فرض کی تکمیل میں سجدہ ادا کر دیکھنا
پیچھے صحرا اور آگے ہو ترے دشمن کی فوج
کشتیاں اپنی بچاؤ کی جلا کر دیکھنا
کب تلک گرداب اُٹھتے ہیں صدائے کرب میں
چشمۂ خاموش میں کنکر گرا کر دیکھنا
لوٹ آئے گا ترا بچپن مگر یہ شرط ہے
ریت کے گھر تم لبِ ساحل بنا کر دیکھنا
تجھ پہ کھل جائے گا کرب انگیز رستے کا سفر
آبلوں کو اشکوں کی صورت بنا کر دیکھنا
منکشف ہو جائے گی تجھ پر حیاتِ بے ثبات
اپنی میّت اپنے کاندھے پر اُٹھا کر دیکھنا
تم اگر مسعودؔ پیروکار ہو منصور کے
جبر کی سولی پہ پھر خود کو چڑھا کر دیکھنا

میری منزل ہے کہاں اس کا پتہ دے مجھ کو
کوئی پیغام سلیقے سے سنا دے مجھ کو
میں بھی رنگینیِ دنیا کو کسی دن دیکھوں
اپنی آنکھوں سے کسی روز پلا دے مجھ کو
کوئی منزل کوئی ناقہ ہے نہ محمل اپنا
کس تعلق سے وہ رستے سے ہٹا دے مجھ کو
میں غلط بات پہ خاموش نہیں رہ سکتا
تو اگر چاہے سرِ دار چڑھا دے مجھ کو
سنتے سنتے ہی یہ دیپک مری نیندیں اُڑی ہیں
کوئی ملہار سنا کر ہی سلا دے مجھ کو
مجھ کو پھولوں کے طرفدار سے خوف آتا ہے
راہ کا کانٹا سمجھ کر نہ ہٹا دے مجھ کو
دل گرفتہ ہیں خس و خار کے مضمونِ قدیم
گل کی تشبیہ سرِ شاخ دکھا دے مجھ کو
جن پہ لکھی ہے مرے چاہنے والے کی دُعا
اُن چمکتے ہوئے تاروں کی قبا دے مجھ کو
نفرتیں چاروں طرف پھیل رہی ہیں میرے
نظر آتے نہیں ایثار کے جادے مجھ کو
دیکھنا ہو مری قسمت میں بھی طیبہ کا نگر
ایسی مخلص کوئی مسعودؔ دعا دے مجھ کو

ڈاکٹر منور احمد کنڈے

Dr.Munwar Ahmed Kanday

15,Forsyrhia Closed.Prioslee

Telford.TF2 9TA

ای میل: herbalcollege@hotmail.com فون نمبر:07778 267318

ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب کا تعلق پاکستان کے شہر پیر محل سے ہے کہنہ مشق استاد شاعر ہیں۔ میرے لئے بھی اعزاز ہے کہ وہ میرے بھی استاد محترم ہیں اور میرے علاوہ اور بھی بے شمار شعرا و شاعرات کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ ان کے اندر جہاں خلوص محبت پیار ہے وہاں وہ ہر کسی کی عزت و احترام کا بھی از حد خیال کرتے ہیں اور کبھی کسی سے یہ ذکر نہیں کرتے کہ فلاں مجھ سے اصلاح لیتا ہے یہ ان کی اعلیٰ ظرفی ہے۔ ورنہ یہاں کئی استاد شعرا ہیں جو بڑے فخر سے بتانے میں قطعی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ میں فلاں فلاں کے کلام کی اصلاح کرتا ہوں!!۔

آپ کی اب تک پندرہ کتابیں شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ اب وہ اپنے کلام کی "کلیاتِ منور" ترتیب دے رہے ہیں جو ایک یادگار کتاب ہوگی۔

آپ ایک طویل مدت تک ہومیو پیتھی کے پروفیسر ڈاکٹر بھی رہے ہیں اور آپ کے "ہربل کالج" سے بے شمار لوگوں نے فیض اٹھایا اور کورس کئے۔ آپ اب ریٹائیر زندگی گزار رہے ہیں مگر لکھنے کا شوق برقرار ہے۔ بہت کم مشاعروں میں جاتے ہیں۔ مگر رابطہ ہر کسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔

مجھے اعزاز ہے کہ وہ میری پہلی کتاب "برطانیہ کے مشاہیر" میں بھی شامل ہوئے اور اس کتاب میں بھی وہ اعزازی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے 2017 میں کتابی سائز میں ایک ضخیم سہ ماہی رسالہ "قرطاس" بھی جاری کیا جو برطانیہ کے اعلیٰ ترین رسالوں میں شامل تھا مگر افسوس کہ ہماری قوم کی نا اہلی اور ادب سے دوری کی بنا پر ایک سال کے بعد بند کرنا پڑا جو ادب میں نا قابل تلافی نقصان ہے۔ یہ ادبی مجلّہ اپنے طور پر ادب کا خزانہ تھا اور اسکے لئے آپ نے رات دن بہت محنت کی۔ مگر دکھ کی بات ہے کہ آج کے دور میں لوگوں میں پڑھنے کا رجحان اور خاص کر خرید کر پڑھنے کا

رجحان قطعی نہیں رہا۔ جس کی وجہ سے چار پرچے شائع ہوئے اور ان کے تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب سے ادا کئے برطانیہ کے علاوہ کئی مما لک میں پوسٹ بھی کئے مگر لوگوں کی بے حسی نے ایک بہترین ادبی رسالہ کی حوصلہ افزائی نہ کی اور اسے بند کرنا پڑا۔۔

آپ برطانیہ کیا پورے یورپ کے نظم کے شہنشاہ ہیں خاص کر توشیحی نظم میں بلا کی مہارت رکھتے ہیں اور اکثر مصنفین کی کتابوں کے لئے توشیحی نظم تحریر کرتے ہیں اس کے علاوہ اردو پنجابی دونوں زبانوں میں غزل، نظم قطعات اشعار ماہیے اپنی کتابوں میں لکھے۔

آپ کی پہلی کتاب پنجابی میں "باغاں دے وچکار" 2004 میں منظر عام پر آئی اس کے بعد "بیدار دل" 2005 میں "پینگ ہلارے" پنجابی شاعری 2006 میں، "طاق دل" اردو شاعری 2009 میں، "ابرِ قبلہ" اردو پنجابی شاعری بھی 2009 میں، "حرفِ منور" 2010 میں "تختِ دل" بھی اسی سال، بحرِ خاموشی" 2011 میں پھر ہومیو پیتھی علاج پر "اوراقِ شفا" 2012 میں جبکہ اسی سال "رودِ وفا" شاعری اور "برگِ شفا" (ہومیو پیتھی) بھی اسی سال یعنی 2012 میں شائع ہوئیں جس کے بعد "دُرِ منور" 2016 میں اور چودویں کتاب بنا "شبیہ دل" مع کلیات تیاری کے مراحل میں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی ۱۵ویں پنجابی شاعری کی کتاب "کچیاں کندھاں" بھی تیار ہے

آپ پر پاکستان کی مقالہ نگار خدیجہ شریف نے ایم فل اردو پر بنام "منور احمد کنڈے کی شاعری کا تحقیقی جائزہ" پر مقالہ لکھا جبکہ انڈیا کے معروف قلمکار محترم نذیر فتح پوری نے "ادب کے ماہِ منور" لکھی جس میں ڈاکٹر منور احمد کنڈے کی ادبی زندگی اور ان کی تخلیقات پر نہایت مفصل روشنی ڈالی گئی۔

ڈاکٹر منور احمد کنڈے کی ادبی زندگی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نہایت مصروف عمل انسان ہیں اور پاکستان کے علاوہ برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اپنی تمام زندگی انسانیت کی خدمت میں گزاری۔

میرے عزیز ترین بھائی نما دوست ہیں اور مجھے ان کی دوستی و محبت پر ہمیشہ فخر رہا۔ میری دل دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور دل کی گہرائی سے دعا ہے اللہ پاک نہیں زندگی سلامتی دے اور آپ اسی طرح ادب کی خدمت میں مصروف رہیں۔۔ آمین

❁

آنکھوں میں جو بسا تھا وہ منظر نہیں رہا
بستی میں جا کے دیکھا تو وہ گھر نہیں رہا

پہچان کھو چکی ہے مری شہرِ سنگ میں
خوش پوش جسم تو ہے مگر سر نہیں رہا

آغوشِ حادثات کا پالا ہوا ہوں میں
اب آفت و بلا کا مجھے ڈر نہیں رہا

منزل نے یوں ہی چومے ہے شاید مرے قدم
اس بار میرے ساتھ جو رہبر نہیں رہا

مجھ تشنہ لب کے حق میں بنا ہے وہ اب سراب
دریا نہیں رہا وہ سمندر نہیں رہا

گہنا چکا ہے میرے مقدر کا آفتاب
قسمت کا میرے میت' سکندر نہیں رہا

لگتا ہے بے چراغ کوئی مقبرہ ہوں میں
اب کوئی عکس مجھ میں منوّر نہیں رہا

❁

گماں ہو جس سے وہ جب بے گماں بدلتا ہے
زمیں بدلتی ہے اور آسماں بدلتا ہے

وہ چاہتا ہے اسے لوگ معتبر سمجھیں
جو بات بات پہ اپنی زباں بدلتا ہے

نظر بدل کے اگرچہ وہ بن گیا دشمن
مگر مزاج ہمارا کہاں بدلتا ہے

دلوں کے فرق اٹھاتے ہیں درمیاں دیوار
مکیں کے ظرف سے سارا مکاں بدلتا ہے

صنم جو اپنا تھا محبوب ہو گیا اُس کا
یہی تو ہوتا ہے جب رازداں بدلتا ہے

کبھی نہیں رہی نقشے پہ ایک سی دنیا
بدلتی رُت میں یہ سارا جہاں بدلتا ہے

مجھے جہاں نے منوّر یہی سکھایا ہے
بدلتی راہ نہیں، کارواں بدلتا ہے !

❁

جو اپنے عہد کی شیریں زباں بناتے ہیں
وہ لوگ روز ہی طرزِ بیاں بناتے ہیں

جو ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں نگاہِ حسرت سے
وہ حوصلوں سے نیا آسماں بناتے ہیں

ملا ہے حکم کہ واپس جہاں سے جائیں ہم
چلو تو پھر سے نئی کشتیاں بناتے ہیں

ہمارے بعد نہ تاریکیوں میں ڈوبے راہ
ہم اپنے خون سے روشن نشاں بناتے ہیں

ہمیں تو شوق ہے ہر اک مثال سچ کرنا
سو پھر حباب پہ اپنا مکاں بناتے ہیں

ہم آئینے کو یونہی آئینہ نہیں کہتے
یقین کو بھی منوّر گماں بناتے ہیں

جب اک زمانہ منوّر ہو جان کا دشمن
ہماری کس سے بنے گی یہاں بتائیں کیا

❁

سیاہیوں کے مٹانے کا وقت ہے آیا
عزیزو ہوش میں آنے کا وقت ہے آیا

جہاں میں جنگ ہے اللہ سے مدد مانگو
دعا کو ہاتھ اٹھانے کا وقت ہے آیا

چراغِ دِل سے اجالے ابھارنے والو
ہوا سے خود کو بچانے کا وقت ہے آیا

میرِ شہر سمجھتا ہے بے عمل تجھ کو
کمال اپنا دکھانے کا وقت ہے آیا

فرارِ غم سے حقیقت نہیں بدل سکتی
عدُو سے آنکھ ملانے کا وقت ہے آیا

بھلا رہی ہے منوّر جو دین کو دُنیا
اب اپنا فرض نبھانے کا وقت ہے آیا

فلک تک جاتی ہیں کیوں کر دعائیں
منوّر میں اگر سچا نہیں ہوں

پنجابی غزل

نہ میں بجلی توں گھبراواں نہ اگاں دا مینوں ڈر
میرے اپنے باغ بغیچے دے پھلاں دا مینوں ڈر

غصے نال وڈیرا تکے، مینوں چنتا ہاری دی
اُس دے پیریں ڈھے نہ جاون بس پگاں دا مینوں ڈر

سارے چوندے کچے کوٹھے لگن میرے اپنے نے
بالاں دے نہ سر تے ڈگن ہُن چھتاں دا مینوں ڈر

گھر آئے مہمان دی خاطر پاھنڈے منگے تنگے نے
شیشے دے نے ٹُٹ نہ جاون بس کپاں دا مینوں ڈر

مینوں کالے ناگ وی ڈنگن تے آپے مر جاندے نے
جیھناں نوں میں دُدھ پلایا اے سپاں دا مینوں ڈر

اگ محل چے لگے آکھاں اہ تے رب دی مرضی سی!
اللہ رکھے ! نال دی جھگی دے ککھاں دا مینوں ڈر

منہ تے اللہ اللہ سُنئے، چھُریاں کچھ منوّر جی
سادھ دا روپ بدل کے آندے اہ ٹھگاں دا مینوں ڈر

پنجابی غزل

میں اکھراں دا پُنوں آں تے نظم اے سسی میری
شعراں دی ترکیب نوں رکھے بنھ بنھ رسی میری

جد تک پکیاں اِٹاں تیرے بھٹھے توں نہ آئیاں
راہاں دے سب گھٹے مٹی کچی بستی میری

ماں دی سیس دے نال میں چلاں ہر منزل ہر راہے
رب بنائی رحمت دی اک کالی بدلی میری

ہوش مرے نے مینوں پائی مدہوشی دی عادت
ہوش توں اچا جام نہ کوئی، پکی مستی میری

محفل وچ وی جا کے مینوں یاد تری جد آوے
حُسن ترے دے رولے پاندی گل نہ سُن دی میری

لیڑے بُن دے میرے سفنے نویں نکور نمونے
سوچ دے دھاگے نال ای بُندی ساری بُنتی میری

دیسوں دور منوّر سارے کھاون پین پنجابی!
کتھے بے بے روٹی مکھن ساگ تے لسی میری

موہندر سنگھ سہمیؔ (آنجہانی)

Mr.Mohinder Singh sehmi

موہندر سنگھ سہمی معروف شاعر ہرچرن سنگھ سہمی کے بھائی تھے۔نہایت شریف ملنسار اور مسکراتے ہوئے ملتے اور حال پوچھتے۔کافی مدت تک ان کو سیون کنگ گوردوارے کے مشاعروں میں جو''الفورڈ پنجابی ساہت سبا'' کے نام سے ہر ماہ کے آخری ہفتہ کے دن ہوتے ہیں ملاقات ہوتی رہی۔اسی دوران انہوں نے اس کتاب میں شمولیت کی حامی بھری مجھے اپنا کلام جو گورمکھی میں ہے دیا۔اس کے بعد وہ ایسے بیمار ہوئے کہ ایک دن ان کے بڑے بھائی کی جانب سے نومبر 2019 کو مجھے ان کی وفات کا میسج ملا۔۔نہایت دلی دکھ ہوا۔میں ان کے کریا کرم پر بھی ''ہینلٹ گیا جہاں کافی تعداد میں سکھ فیملیز موجود تھیں جہاں ان کو نذر آتش کیا گیا۔

موہندر سنگھ سہمی تخلص رکھتے تھے،ان کی ایک کتاب بنام''ولائتی پٹاری چون'' بھی شائع ہوئی۔آپ زیادہ تر مزاح لکھتے جو حالات حاضرہ پر ہوتے۔انداز نہایت دھیما ہوتا۔۔ آپ نوان پنڈ ضلع امرتسر میں 5 مئی 1940 میں پیدا ہوئے۔کچھ مدت افریقہ بھی رہے۔لندن میں بھی کافی مدت سے رہائش پذیر تھے۔الیکٹریشن کا کام کرتے تھے۔ 2000 میں شاعری شروع کی۔لندن کے''الفورڈ پنجابی ساہت سبا''۔''پنجابی لکھاری فورم''،''اپنا ایلیڈری سوشل گروپ''،''ستکار گروپ'' اور''رسک گروپ'' کے باقاعدہ ممبر تھے اور شرکت کرتے۔

''پنجابی میل انٹرنیشنل،اصلی پنجابی،میرزادہ اور منجیت پیپر میں باقاعدہ لکھتے رہے۔۔آپ نے بھی مجھے اپنی شاعری گورمکھی میں ہی دی جس کا ترجمہ جناب ہرچرن سنگھ سہمی صاحب نے کیا جو اردو اور کتاب کے آخری صفحات میں گورمکھی میں بھی شامل ہے۔

موہندر سنگھ سہمی جی نے بہت پیاری یادیں اپنے تمام دوستوں کے دلوں میں چھوڑی ہیں۔پنجابی کوی دربار میں ان کی کمی بہت محسوس کی جاتی ہے۔دعا ہے کہ رب ان کی روح کو شانتی وسکون دے۔۔آمین

❁

کیوں آکڑ آکڑ چل دا ایں منا
ہنکار واہی پانی بھردا ایں منا؟
دھن دی لالچ بھالا کرداں
پیسے پیسے تے مرداں
مناں کیوں کردا ایں میری میری
اوہنے جے پھوک نکل جائے تیری
پیسے نوں دس کی کریں گا
ہک تے رکھ کے نال مریں گا؟
پیسے دا کوئی فائدہ چک لے
خرچ کے پیسہ موجاں لٹ لے
جیب وی ہلکی کریا کر
کسے غریب دی جھولی بھریا کر
ایویں مرو مرو نہ کریا کر
دل دریا وچ تریا کر
ہن من کنارے پہنچے یارا
ونڈ دے پیسہ دھیلا سارا
اپنی ہتھیں ونڈ کے جائیں
بچیاں وچ نہ پاٹک پائیں
انت سمے کد وی آسکدا
بن پچھیاں وی لے کے جاسکدا

بندہ مینوں آکھے یارا
دولت دا دس کی پواڑہ
ایویں ڈروندا رہنا ایں میتا
بڈھے ویلے دھن اکٹھا کیتا
نہ کجھ کھادا نہ کجھ پیتا
دولت دا کوئی مزہ نہ لیتا
نہ ہی کاراں اُتے چڑھیا
پرانا سائیکل او وی مریا
بغیر جتی کنڈے مروائے
نہ میں مُل دے کپڑے پائے
بنیان کچھے وچ جھٹ لنگایا
دھوکے مہینہ مہینہ پایا
نہ میں نواں مکان بنایا
ڈھٹے کھوہ تے ڈیرا لایا
اکٹھی کیتی پائی پائی
تجوری وچ میں جا ٹکائی
صبا بولدا پھردا میرا
باہر میں جا کے لاواں ڈیرا
دل کردا امریکا جاواں
اوتھے پیسے خرچ کے آواں

پھرن ترن دا سمے نہیں میرا
روگاں نے ہن پایا گھیر
باہر نہیں جانا ڈاکٹر کہندا
ہسپتال نوں جانا پیندا
ایویں دھن دے انبار لگائے
ٹبر وچ پواڑے پائے
پچھتایاں ہن نہ بدلن لیکھ
ہن تے چڑیا چگ گئی کھیت
مشقت کیتی عمراں ساری
سبھی تائیں ملی دشواری

روز دی ارداس

نت نوے دن دا آغاز ایواں کر یئے
دنیا لئی سارے ارداس ایواں کریئے
اتھروں نہ دیویں کسے اکھ وچ داتا جی
فیصلے توں کریں ساڈھ حق وچ داتا جی
بھر دیویں جھولیاں غریباں دیاں داتا جی
کسے نوں نہ کم وچ ہوئے کدے گھاٹا داتا جی
بنا منگے سکھ دیویں دنیا نوں سائیاں وے
زندگی چ کسے نوں نہ آن کٹھنائیاں وے
آساں تے امیداں اساں تیرے اُتے دھریئے
نت نوے دن دا آغاز ایداں کریئے
دنیا لئی سارے ارداس ایداں کریئے
رج کھان روٹی سارے تم اُتے کپڑا
تلائی منجھ سون نوں سر اُتے چھپرا
ربا توں مراداں کریں سب دیاں پوریاں
کسے نوں نہ کریں ربّا اپنے توں دور توں
ساریاں تے پاویں پیار اپنے دی پور توں

تیریاں ای ساہواں نال ساہ آپاں بھریئے
نت نوے دن دا آغاز ایواں کر یئے
دنیا لئی سارے ارداس ایواں کریئے
کڑیاں توں کُکھاں وچ کوئی وی نہ مارے ربّا
آن تقدیر لے کے اپنی سارے ربّا
گرووّاں تے پیراں نوں جنم دین والیئے
جھودے سور پیراں نوں جنم دین والیئے
جیدھے کولوں منگی سی ادھاری چھاں رب نے
کیوں کنڈے اپنی ہی راہواں اتے دھریئے
نت نوے دن دا آغاز ایواں کر یئے
دنیا لئی سارے ارداس ایواں کریئے

ممتاز ملک ممتاز (پیرس، فرانس)

فون نمبر: 35 24 09 24 6 33+

ای میل: mumtazmalik222@gmail.com

محترمہ ممتاز ملک ممتاز صاحبہ پیرس (فرانس) میں مقیم ہیں۔ راولپنڈی سے تعلق ہے۔ گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول راولپنڈی سے تعلیم حاصل کی۔ بی اے پرائیویٹ کیا، 1996ء کو لاہور میں شادی ہوئی۔ اور 8 مارچ 1998 کو پیرس آ گئیں۔ ایک مذہبی ادارے سے وابستگی رہی اور سولہ سال تک وہاں کام کیا، بطور ٹیچر، کونسلر، سوشل ورکر سٹیج سیکریٹری، جنرل سیکریٹری اپنے فرائض انجام دیئے۔ اس کے علاوہ نعت خوانی، شاعری، کالم نگاری، ٹی وی ہوسٹ (پروگرام اندازِ فکر) بھی کیا۔

آپ کے تین شعری مجموعہ، ایک نثری مجموعہ اور ایک حمدیہ ونعتیہ مجموعہ کلام بھی منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔

''مدت ہوئی عورت ہوئے'' شعری مجموعہ 2011ء، ''میرے دل کا قلندر بولے'' 2014 شعری مجموعہ، ''سچ تو یہ ہے'' کالمز کا مجموعہ 2016ء، ''اے شہہ محترم (ﷺ) نعتیہ مجموعہ کلام 2019ء، ''سراب دنیا'' شعری مجموعہ کلام جو 2020ء میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ آپ کے زیرِ طبع آٹھ مجموعات ہیں۔ پنجابی شعری مجموعہ، نظموں کا مجموعہ، اردو شاعری کے تین مجموعات، کالمز کے دو مجموعے، کوٹیشنز کا ایک مجموعہ اور ''بنام'' چھوٹی چھوٹی باتیں۔۔۔

فرانس کی پہلی ادبی نسائی تنظیم ''راہ ادب'' کی بانی اور صدر ہیں۔ آپ کی کتاب ''سراب دنیا'' پر طالب علم نوید عمر نے ایم فل کا مقالہ صوابی یونیورسٹی سے لکھا۔

بہت سے ایوارڈ بھی حاصل کیئے جن میں، دھن چوراسی ایوارڈ، چکوال پریس کلب ایوارڈ 2015۔ حرا فاؤنڈیشن شیلڈ 2017۔ کاروان حوا اعزازی شیلڈ 2019۔ دیار خان فاؤنڈیشن شیلڈ 2019۔ عاشق رندھاوی ایوارڈ 2020۔ اور بہت سی دیگر اسناد۔۔۔

آپ کی موجودگی، ریختہ، اردو پوائنٹ، یوٹیوب، گوگل، فیس بک اور ٹویٹر پر رہتی ہے۔۔۔۔ ☆☆☆

راتوں سے وحشتوں کے وہ لمحے کشید کر
خوابوں کے رکھ دیئے تھے جہاں سر برید کر
سونے کے واسطے ذرا آنکھیں تو موندیئے
ہم نے اُڑا دیئے ہیں سبھی غم خرید کر
دنیا بدل رہی ہے میرے اے دروغ گو
جدت پسند بن تو بہانے جدید کر
سامان قہر رب ہے بپا جو نہ پوچھئے
رشتے گزر رہے ہیں یوں دامن درید کر
رفتار سست ہے تیری گفتار تیز ہے
دعوؤں میں کچھ عمل کا اضافہ مزید ہے
اپنے پروں پہ کرکے بھرسہ تو دیکھئے
اونچی اُڑان کے لئے محنت شدید ہے
دیوانے سے نہ ہوش کی امید کیجئے
بندہ ہے گناہگار اسے برگزید کر
برسوں سے سن رہے ہیں یہ احوال درد کے
ممتازؔ اب خوشی کی بھی آکر نوید کر

چوڑیاں چھوڑ کے ہتھیار اٹھایا میں نے
نہ سمجھ تو اسے بیکار اٹھایا میں نے
بندشیں جتنی لگائی تھیں کڑے پہرے تھے
حشر تو پھر بھی ہے سرکار اٹھایا میں نے
اب ہے امید بہت دور تلک جائے گا
جو قدم لگتا تھا دشوار اٹھایا میں نے
مجھ سے خاموش کو حیرت سے تکا ہے اس نے
جب کوئی موضوع تکرار اٹھایا میں نے
اس میں شامل ہے لہو میرا تو ایسے نہ جتا
جیسے بازار سے شاہکار اٹھایا میں نے
یہ میرا حق ہے اسے اپنی نہ توہین سمجھ
تیرے رشتے سے جو انکار اٹھایا میں نے
اس نے منہ ڈھانپ کے جانے کو غنیمت سمجھا
حشر ایسا سرِ بازار اٹھایا میں نے
کیا ہوا رات شبستانوں میں معلوم ہوا
آج جب صبح کا اخبار اٹھایا میں نے
اتنے سلگے ہوئے ارمان ہیں چاروں جانب
آرزؤں کا اک انبار اٹھایا میں نے
مجھ پہ ممتازؔ ہوا ظلم وہ خاموش رہا
واسطے جس کے تھا سنسار اٹھایا میں نے

لگتا نہیں شجر پہ کبھی برگ و گل بھی تھا
ہے جہاں سناٹا اس جاء شور و غل بھی تھا
ہر کہانی پیار کی اکثر ادھوری رہ گئی
آنکھ میں تھا اشک دل میں قصۂ بلبل بھی تھا
کل رات زلزلے نے جو بستی ناپید کی
سنتے ہیں اس میں پار اترنے کا پل بھی تھا
ہم نے خدا سے تار ملائی ہے جب کبھی
محسوس ہو سکا نہیں کوئی مخل بھی تھا
رستے ہدایتوں کے مقدر میں جب نہ ہوں
برباد ہو گیا جو کوئی عقل کل بھی تھا
رشتوں کے نام پر جہاں پتھر بچھائے ہیں
دشوار تو نہیں تھا یہ رستہ سہل بھی تھا
بابِ قبولیت کے بند ہونے سے پہلے
ممتازؔ مان رب ہے تو ختم رسل بھی تھا

ہم نے جب خواب کے پہلو سے نکل کر دیکھا
زندہ رہنے کے لئے سچ کو سنبھل کر دیکھا
ضبط تھا جس نے ہمیں ٹوٹنے جھکنے نہ دیا
اس نے الفاظ میں ہر زہر اگل کر دیکھا
بھوک مٹتی ہے فقط نان و جویں سے ورنہ
موت ہیں سارے جواہر جو نگل کر دیکھا
درد کو چین نہ آنا تھا نہ آیا گرچہ
ہم نے پہلو کو کئی بار بدل کر دیکھا
کاش یہ خواب ہو اس آخری امید پہ تو
اس نے آنکھوں کوئی کئی بار مسل کر دیکھا
کیوں تپش پاؤں کی یہ سرد نہ ہونے پائی
گو کہ مہندی کو کئی بار مل کر دیکھا
صبح ہوتے ہی مقدر میں سیاہی ٹھہری
رات بھر سارے چراغوں نے ہی جل کر دیکھا
سارے حیلے جہاں دم توڑ گئے تھے ممتازؔ
رب کو دیکھا ہے تو ازراہ توکل دیکھا

نجمہ شاہین

فون نمبر: +44 7514 856767

نجمہ شاہین کی شمولیت میری پہلی کتاب ''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' میں بھی تھی جو 2014 میں شائع ہوئی، چونکہ نجمہ شاہین میرے بہت ہی قریبی مخلص ترین دوستوں میں سے ہے لہذا اسے بھی دوبارہ اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔ وہ اس کی حقدار بھی ہے اس لئے کہ اس تمام مدت میں اس نے ادبی سماجی طور پر کمیونٹی میں بہت کام کیا۔ سال میں دو تین بار درجنوں بیگ کپڑوں کے جمع کر کے پاکستان کے چند غریب علاقوں میں بھیجنے اور وہاں غریب لوگوں میں تقسیم کرنے کا کام وہ کئی برسوں سے کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار سماجی ادبی تنظیموں کی رکن ہے اور فعال رکن ہے۔ میرے ماہانہ مشاعروں میں نہ کہ خود آتی ہے اپنی درجن بھر سہلیوں کو بھی مدعو کرتی ہے۔ اردو پنجابی کی نہایت خوبصورت شاعرہ ہے۔ خوش لباسی میں شاید ہی کوئی اس کا ثانی ہو۔۔

اپنے عزیز و اقارب کے لئے تو ہر کوئی کام کرتا ہی ہے مگر نجمہ اپنے علاقے ''والتھم سٹو'' میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہے ہر کوئی اس کی عزت کرتا ہے کیونکہ اس کا لہجہ اس کا ملن اس کی باتیں جن سے شہد کی مٹھاس اور گلاب کی خوشبو آتی ہے سب کو اپنا گرویدہ کر لیتی ہے۔

میں نے اسے ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اللہ پاک اسے صحت تندرستی والی طویل عمر عطا فرمائے کہ آج تین سال سے وہ کینسر جیسے موذی مرض میں بھی گرفتار ہو کر فون پر سارا دن اپنے دوستوں سے رابطہ قائم رکھے ہوئے ہے۔ گو اللہ پاک نے اسے اس مرض سے تو نجات دے دی مگر دوائیوں اور اس مرض کے اثرات کئی برسوں تک نہیں جاتے۔ اب بھی وہ کئی کئی دن بیماری میں مبتلا رہتی ہے مگر جب بھی ملو اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آپ کا استقبال کرتی ہے۔ میری دل کی گہرائیوں سے ہر نماز کے بعد اس کے لئے دعا ضرور نکلتی ہے کہ اللہ پاک اسے مکمل صحت یاب کرے۔ کہ آج کے دور میں نجمہ شاہین جیسے مخلص دوست نواز اور درد دل رکھنے والے لوگ بہت کم ملتے ہیں۔۔

امید ہے اگلے صفحات میں اس کی شاعری بھی آپ کو پسند آئے گی۔ اس کی ایک کتاب شائع ہو چکی ہے۔۔۔

عشق میں فاصلے جب سمٹ جائیں گے
سب حجابات پل بھر میں ہٹ جائیں گے

تم کو شعلوں سے جلنے کا ڈر ہو تو ہو
تیرے دامن سے ہم تو لپٹ جائیں گے

پاس آئیں گے ہم عشق میں اس قدر
دیکھ کر ہم کو لمحے پلٹ جائیں گے

یوں رہیں گے تعاقب میں رُسوائیاں
نام اپنے زمانے کو رَٹ جائیں گے

رُخ سے گھونگھٹ جو تھوڑا سرک جائے گا
آسمانوں سے بادل بھی چھٹ جائیں گے

غور سے ہم کو دیکھیں گے نجمہ اگر
خیر سے اِن کے دن رات کٹ جائیں گے

اِک دردِ دل مجھ کو اُبھرتا ہوا ملا
خط جو تیرا کتاب میں رکھا ہوا ملا

جب سے بڑھایا ہاتھ سہارے کے واسطے
اپنا ہر ایک عزیز بھی بدلا ہوا ملا

جب بھی نظر اُٹھائی محبت سے آپ نے
ہر سمت ایک پھُول سا کھِلتا ہوا ملا

مجھ کو لگی یہ اپنی محبت کی داستاں
جنگل میں جب ہرن کوئی بھٹکا ہوا ملا

سائے کی چاہ میں یونہی چلتا رہا سفر
جو پیڑ بھی ملا مجھے سوکھا ہوا ملا

نجمہ ہر ایک شام سمندر کی گود میں
سورج بھی روز مجھ کو پگھلتا ہوا ملا

❁

آئینہ ہم کو بنا کر دیکھئے
شوق سے نظریں مِلا کر دیکھئے

کھڑکیوں سے سب نظر آجائے گا
بس ذرا پردے ہٹا کر دیکھئے

کیا بتائیں آپ کو کیسے ہیں ہم
یہ غزل خود کو سُنا کر دیکھئے

یوں نہیں مِلتا رقیبوں کا سُراغ
زندگی کو آزما کر دیکھئے

اور بھی خوشیاں اگر درکار ہیں
بوجھ غم کا بھی اُٹھا کر دیکھئے

دیکھنا ہے آپ کو دنیا اگر
نجمہ کی محفل میں آ کر دیکھئے

❁

اپنے منہ سے جو اپنی بڑائی کرے
آپ اپنی ہی وہ جگ ہنسائی کرے

حُسن سے عشق یوں آشنائی کرے
پہلے بندہ بنے پھر خدائی کرے

موڑ ایسا بھی آئے کوئی راہ میں
میری گمراہی خود رہنمائی کرے

پھول پتوں کی لے کون آخر خبر
جب ہوا پیڑ سے ہاتھا پائی کرے

سوزشِ دِل بھی اشکوں میں ڈھلنے لگی
آگ پانی کو یکساں جدائی کرے

پھول ہے پھول کا ہم نفس اور یہاں
آدمی آدمی کی ہی برائی کرے

نعیم واعظ

فون نمبر:07832 109295
ای میل:naeemwaiz@hotmail.co.uk

نعیم واعظ سے ہمیشہ یزادانی صاحب کے مشاعرے میں فاریسٹ گیٹ کے چرچ اور لی سٹریٹ الفورڈ کے کمیونٹی سینٹر میں ملاقات ہوتی ہے۔مخلص اور دوست نواز شخصیت ہے۔ 18 جنوری 1952 کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔وہیں سے گریجویشن کی۔ملازمت کے دوران صحافت کا شوق بھی پورا کرتے رہے۔پندرہ روزہ" آفتاب" سے کافی مدت منسلک رہے۔شاعری ،نثر اور صحافت میں لکھتے ہیں۔اردو اور پنجابی کا شعری مجموعہ زیر ترتیب ہے۔پاکستان،اٹلی اور برطانیہ کے مشاعروں میں حصہ لیا۔

انسان حالات وواقعات کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔شاعر تو ویسے بھی ایک عام شخص سے کہیں زیادہ حساس اور نازک مزاج ہوتا ہے۔لہذا حالات کا ہلکا سا جھونکا بھی اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔اور پھر شاعر،کہانی کار صرف اپنے جذبات ہی نہیں بیان کرتا وہ اپنے آس پاس رہتے ہوئے ملتے لوگوں کے دکھ سکھ خوشی غمی اپنے اندر سمو کر اپنے قلم کی زبانی کہنے کی قدرت رکھتا ہے۔نعیم صاحب کی شاعری بھی انہی حالات کے اردگرد گھومتی نظر آتی ہے۔وہ اپنی شاعری میں پیار ومحبت کا سبق دیتے ہیں۔آپس کی نفرت کو مٹا کر انسانیت کے لیئے جینا سکھاتے ہیں۔

تیر نفرت کے نہ آپ اور چلاؤ بابا معتبر ہو تو لگی آگ بجھاؤ بابا

نعیم واعظ صاحب انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور اخلاقی قدروں کی پامالی پر نہ صرف کڑھتے ہیں بلکہ صدائے احتجاج بھی بلند کرتے ہیں۔

جتنا ملبا ہے وہ مقتول پہ ڈالا جائے
تاکہ قاتل کو مصیبت سے نکالا جائے

ان کی شاعری میں پیش کئے گئے تجربات براہِ راست انسانی معاشرے اور انسانی سوچ سے اخذ شدہ ہیں جن میں

انسانی دکھوں کا مداوا تلاش کرنے کی تمنا بھی ہے اور ذات کے کرب کی گل گداز داستان بھی۔۔

بر بریت پہ ہو رنجیدہ چلو مان لیا
ترے ہاتھوں پہ لہو کیوں ہے بتاؤ بابا

جب چاروں جانب بے روزگاری ،افلاس ،موت ، دھماکے ،خون خرابہ ،بدعنوانیاں ،فرقہ واریت ، بیماریاں ،انسانی بے بسی ،دہشت گردی ، بے روزگاری طاعون کی طرح پھیلی ہر کسی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہو۔۔تو اس سمے کوئی کیا لکھے گا ؟ ایسے میں دل کی نگری کو آباد رکھنا ،لفظوں کے تقدس اور تغزل کا دامن نہ چھوڑنا بڑے حوصلہ کی بات ہوتی ہے۔۔

نعیم واعظ کی شاعری میں ایک درد کی کسک ہے جو قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔وہ ایک اچھے مستقبل سے نا امید نہیں ہیں۔انہیں یقین ہے کہ ایک دن میرا وطن میرے لوگ خوشحال ہوں گے اور لوگ ایک دوسرے سے پیار و خلوص سے ملیں گے۔۔یہ بغض وعناد وقتی ہے۔۔

ہر انسان اپنی فطرت کے مطابق ہی سوچتا ہے ہر اچھا انسان دوسروں کے لئے مثبت جذبات رکھتا ہے اور ہمیشہ اچھے کی امید رکھتا ہے۔نعیم واعظ کی سوچ بھی ایسی ہی دیکھی ہے۔دوسروں کی اچھائی کی تعریف کرنا۔۔اور ان کے ساتھ مخلصانہ جذبات رکھنا اچھے مشوروں سے نوازنا ،،مشکل وقت میں تعاون کو تیار رہنا۔۔یہی پہچان ہے ہمارے دوست نعیم صاحب کی۔۔!!وہ ہمیشہ کہتے ہیں۔

بعد کی بعد میں دیکھیں گے ابھی تو فوراً
یہ جو مشکل سی بنی ہے اسے ٹالا جائے

میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ سلامت رہیں اور اپنی خوبصورت مثبت انداز کی شاعری سے سامعین و قارئین کو محظوظ کرتے رہیں۔۔اگلے صفحات میں ان کی خوبصورت شاعری سے محظوظ ہو۔۔!!

جب اندھیرے نے آنکھ جھپکی تھی
روشنی روشنی پہ لپکی تھی

بے نوا پھوٹ پھوٹ رویا ہے
جھونپڑی رات کو ٹپکی تھی

موت کے ہاتھ جا لگی دیکھو
زندگی راستے سے بھٹکی تھی

چارہ گر دیکھ کر پلٹ آیا
سامنے لاش تھی جو لٹکی تھی

چند لمحے ٹھہر گیا تھا نعیم
آخری سانس تھی جو اٹکی تھی

تیر نفرت کے نہ آپ اور چلاؤ بابا
معتبر ہو تو لگی آگ بجھاؤ بابا

آسمان میں تو کبھی چاند ستاروں پہ اُڑان
اس زمین پر بھی کبھی وقت بتاؤ بابا

بربریت پہ ہو رنجیدہ چلو مان لیا
ترے ہاتھوں پہ لہو کیوں ہے بتاؤ بابا

بھوک اور پیاس کے سب رنگ ہیں روکھے پھیکے
شوخ رنگوں سے اِنہیں اب نہ چھپاؤ بابا

مال و زر تو نے چھپا رکھا ہے برسوں کے لئے
بانسری چین کی دن رات بجاؤ بابا

زندگی کتنی لکھی ہے یہ خدا ہی جانے
پاؤں گردن سے ابھی تم تو ہٹاؤ بابا

❁

مضطرب ہوں تو کوئی بات ہے باقی صاحب
دن کٹا مر کے ابھی رات ہے باقی صاحب

چند گھنٹوں نے ہی بے پردا کیا ہے گھر میں
دل لرزتا ہے، کہ برسات ہے باقی صاحب

جتنے گزرے ہیں خدا دھرتی پہ نابود ہوئے
ایک وہی نام وہی ذات ہے باقی صاحب

خشک آنکھوں میں شکایت ہے یا پچھتاوا ہے
بس یہی پیار کی سوغات ہے باقی صاحب

حق نہیں ہے تو اِسے پاس ہی رکھ اپنے
ترے برتن میں جو خیرات ہے باقی صاحب

❁

عشق بیکار کر گیا مجھ کو
پسِ دیوار کر گیا مجھ کو

پُھول بن کے ابھی تو کھلنا تھا
باغباں خار کر گیا مجھ کو

چند لمحے خوشی کے جب مانگے
وقت انکار کر گیا مجھ کو

اُس کی تعبیر بھی اُلٹ نکلی
خواب مِسمار کر گیا مجھ کو

اپنے ہی گھر میں اجنبی ہونا
کتنا خوددار کر گیا مجھ کو

❁

جتنا ملبہ ہے وہ مقتول پہ ڈالا جائے
تا کہ قاتل کو مصیبت سے نکالا جائے

ایک تحریر ہو بدبختی کی دونوں جانب
ایسا سکّہ بھی عدالت میں اُچھالا جائے

گر نکل آئیں جو سڑکوں پہ لاشہ لے کر
ایسے مجمع کو بھی حکمت سے سنبھالا جائے

ہوں گواہ جتنے بھی جیسے بھی خریدو سب کو
اپنے بندے کے لئے روگ کیوں پالا جائے

بعد کی بعد میں دیکھیں گے ابھی تو فوراً
یہ جو مشکل سی بنی ہے اِسے ٹالا جائے

❁

شکاری مشورے کرنے لگے ہیں
پرندے خوف سے مرنے لگے ہیں

کسی کو مار کر مطلب کی خاطر
اُسی پر تہمتیں دھرنے لگے ہیں

خداؤں کے خدا سے رابطے ہیں
مسائل کان پھر بھرنے لگے ہیں

وہ ہرنی چوٹ کھا کر چُھپ گئی ہے
درندے گھس پھر چرنے لگے ہیں
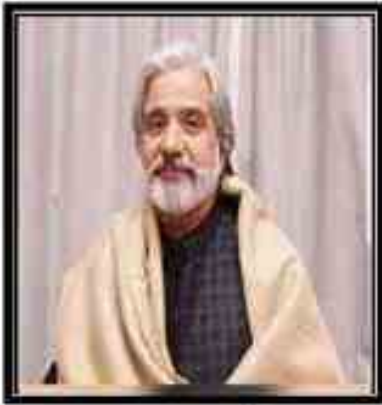
نعیم مرزا جوگی

فون نمبر: +44 7498 727918

نعیم مرزا تخلص جوگی رکھتے ہیں اردو پنجابی کے معروف شاعر ہیں ایک طویل مدت سے ہڈرس فیلڈ میں مقیم ہیں اور ایک مقامی سنگم ریڈیو سے منسلک ہیں جہاں سے آپ نہایت خوبصورت انداز میں پنجابی اور اردو کے پروگرام نشر کرتے ہیں۔ خاص کر رمضان المبارک میں آپ کے پروگرام سننے کے لائق ہوتے ہیں پروگرام کے اختتام پر آپ کی دعا سن کر سامعین اپنی سسکیاں نہیں روک پاتے۔ خدا نے انہیں شاعری کے ساتھ ساتھ گفتگو کا ہنر بھی بخشا ہے۔

نیک نمازی پرہیزگاری کے ساتھ خوش لباسی خوش اخلاقی کے زیور سے بھی آراستہ ہیں۔

میرے ماموں زاد ہیں اور ہماری پڑھی لکھی وسیع کاروباری برادری میں ہم دونوں کو ہی اللہ نے شاعری کی نعمت سے نوازا ہے۔ اور ادب کی محبت نصیب کی۔ نعیم مرزا کا تعلق چکوال سے ہے ان کے والد میرے چھوٹے ماموں سعید مرزا اللہ غریق رحمت کرے نہایت دوست نواز سوشل اور کاروباری انسان تھے جنہوں نے اپنی کاروباری زندگی کا آغاز چکوال سے کیا جو ہمارے آبائی گاؤں ملہال مغلاں سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر ہے اور پھر ساری عمر چکوال ہی گزاری اسی لئے نعیم مرزا کے لہجے میں ''دھنی'' کی مٹھاس ہے جو پنجابی کو سرائیکی کی طرح مزید میٹھا کر دیتی ہے۔ نعیم مرزا ایک طویل مدت سے برطانیہ میں آباد ہیں۔ آپ کچھ مدت جرمنی میں بھی رہے۔

آپ کا پہلا شعری مجموعہ '' جھوک خیال'' جو اردو پنجابی غزلوں نظموں کی شیرینی لئے میرے پبلشنگ ادارے ''سویرا اکیڈمی'' سے شائع ہوا جس کی کمپوزنگ ڈیزائننگ کا اعزاز بھی مجھے حاصل ہے۔ جس کی تقریب رونمائی میری ادبی تنظیم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم لندن'' سے ہوئی۔۔

آپ کا تذکرہ میری پہلی کتاب ''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' میں بھی تفصیل سے آچکا ہے۔ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے میرے اس خوبصورت لب ولہجہ شاعر بھائی کے بارے میں۔۔ مگر آپ ان کا کلام خود پڑھیں اور محظوظ ہوں۔

میری لاکھ دعائیں نعیم مرزا کے لئے۔۔۔ اللہ پاک اس کے ہر ہنر میں برکت عطا فرمائے آمین۔۔۔ ☆☆

اوکھا ویلا

وقت زوال وِچ کون کسی کول آوندا اے
کالی رات وچ سایا وی چھوڑ کھلوندا اے

کھل ویندی اے اصلیت کھوٹیاں کھریاں دی
یار کدی جد یاراں نوں آزماوندا اے

عقل شعور دیاں اکھاں اوہ ویلے کھلدیاں نے
جد مُقدر لمّی تانڑ کے سوندا اے

چار چفیروں انج مصیبتاں آوندیاں نے
غریب دے ویہڑے جوں ہڑ دا پانی آوندا اے

بجن دوروں تک کے راہ ولا ویندے
جیویں اگوں کوئی دیو پیا آوندا اے

ہر ویلے جہڑے عرشہ درشہ کر دے سن
ہنڑ انھاں دا فُون تکنڑ نئیں آوندا اے

دنیا ہی نئیں دنیا دار وی بدل گئے
جوگی مینوں مُڑ مُڑ کے سمجھاوندا اے

❁

اکھیاں دے دروازے کھول کے رکھیا کر
بُلیاں اُتے ھاسے گھول کے رکھیا کر

عاشق دِل وِچھا کے رکھدے راہواں وِچ
توں قدماں نوں تول تول کے رکھیا کر

ویلے دے نال آونے آں کدی کویلے نال
تُوں اپنے دربان نوں بول کے رکھیا کر

وریاں بعد آوندی اے رات وِصالاں دی
دِل دیاں باریاں بُوھے کھول کے رکھیا کر

رقیب نوں اجکل راتیں نیندر نئیں آوندی
تُوں وی اپنا کتا کھول کے رکھیا کر

جے نہ آنا ہووے فُون ہی کر دیا کر
جوگی تُوں نہ راتیں رول کے رکھیا کر

❁

کیہ کلی پا کے بہہ گئے آں
اُٹّے ہی کلے رہ گئے آں
توں آکھیا سی میں مڑ آساں
اسیں رانہواں تکدے رہ گئے آں
کُجھ آہدے نے توں نئیں آونا
اسیں سُنڑ کے سوچی پے گئے آں
بنے چُھریاں بول شریکاں دے
خورے کی سوچ کہ سہہ گئے آں
تیرے دُکھاں کمر نیوا چھوڑی
تلی زویں تے ٹیک کے بہہ گئے آں
کہڑے دیس گیوں دِل جانیا وے
اسیں رانہواں پُچھدے رہ گئے آں
دُنیا وِچ کِتھے وی کُجھ ہووے
اسیں دِل نوں پھڑ کے بہہ گئے آں
جوگی کینوں بول توں پھر جائیے
تینوں ڈھڈوں دِلبر کہہ گئے آں

❁

تھوڑا ہسنے آں تے بوہتا رونے آں
داغ گُناہ دے اتھرواں دے نال دھونے آں

دُشمن جے کر رج کے بے اعتبار ا اے
ایٹم بم سِر ہانے رکھ کے سونے آں

سجن جے کر رج کے سانواں پیارا اے
ہتھ وِچ خنجر دے کے سِر جھکاونے آں

سدیا سُو تے شاید مِلن وی آ جاوے
روز نہر آلے پُل تے جا کھلونے آں

اپنے ہتھیں ٹور کے اپنے سجناں نوں
کھیساں دے مُنہ دے کے رونے آں

سجن ، دُشمن ، ملک الموت کوئی آوے تے
دِل دے بُوہے باریاں کھول کے سونے آں

جوگی رج کے عشق ہے سوہنیاں اکھیاں نال
روز غازی روز شہید پئے ہونے آں

زندگی تینڈے ناں

متھے تے ہتھ رکھ کے سلام کریناں
میں سوہنیاں دا رج کے احترام کریناں

تینوں سامنے بھوا کے تینڈا مُکھ تکیندا رہنا
بس ایہو کم میں صبح تے شام کریناں

کوئی ہور تینڈا نا گھنے برداشت نئیں ہوندا
پچھ نئیں میں کنج جوبڑا اودھا حرام کریناں

مینڈا ناں لکھینی ایں ہتھاں تے مہندیاں دے نال
وت آہنی ایں میں تینوں بدنام کریناں

مینڈھے حصے دی جنت وی رب تینوں چا دیوے
تینڈے گناہ سارے میں اپنے نام کریناں

توں نہ ملیں تے اپنی وی پرواہ نئیں ہوندی
توں مِل پویں تے کیا کیا اہتمام کریناں

سجدہ کراں تے کفر دا فتوی نہ لگ ونجے
جوگی میں اودھے مُکھ اگے قیام کریناں

❁

اکھیاں دے دروازے کھول کے رکھیا کر
بُلیاں اُتے ھاسے گھول کے رکھیا کر

عاشق دِل وِچھا کے رکھدے رانہواں وِچ
توں قدماں نوں تول تول کے رکھیا کر

ویلے دے نال آونے آں کدی کویلے نال
تُوں اپنے دربان نوں بول کے رکھیا کر

وریاں بعد آوندی اے رات وِصالاں دی
دِل دیاں باریاں بُوھے کھول کے رکھیا کر

رقیب نوں اجکل راتیں نیندر نئیں آوندی
تُوں وی اپنا کتا کھول کے رکھیا کر

جے نہ آنا ہووے فُون ہی کر دیا کر
جوگی نُوں نہ راتیں رول کے رکھیا کر
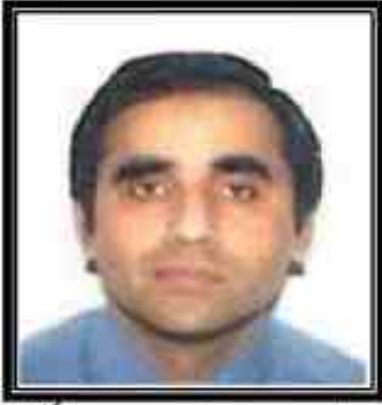
ڈاکٹر محمد نعیم اشرف

فون نمبر: 07855 207233

ڈاکٹر محمد نعیم اشرف صاحب بھاولنگر کے ایک قصبے پکھی والہ میں 1972 میں پیدا ہوئے آپ نے میٹرک تک تعلیم اسی قصبے میں حاصل کی۔ ایف ایس سی (پری میڈیکل) گورنمنٹ کالج چشتیاں سے پاس کیا اور میڈیکل گریجویشن نشتر میڈیکل کالج ملتان سے مکمل کی۔ اسی دوران انہیں اردو شاعری سے لگاؤ پیدا ہوا مگر اس وقت آپ مزاحیہ شاعری کے حوالے سے ہی جانے جاتے تھے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدہ شاعری کی جانب مائل ہوئے۔

نعیم صاحب نے مختلف ادوار میں کم وبیش گیارہ سال ہوسٹل کی زندگی گزاری۔ اور ہمیشہ ماں دہلیز پر آکر سر پر دستِ شفقت رکھ کر دعاؤں سے رخصت کرتیں۔ 2000ء میں پوسٹ گریجویشن کی غرض سے میو ہسپتال لاہور کے شعبہ امراضِ سینہ میں بطور رجسٹرار کام کیا اور FCPS پارٹ ون پاس کیا۔ اور شاعری بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی۔۔

2002ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اور تقریباً دو سال بعد لندن روانہ ہوئے جہاں سے Plab کا امتحان پاس کیا اور مزید تعلیم کے لئے آئرلینڈ چلے گئے۔ وہاں کے شہر لمرک میں بطور میڈیکل ڈاکٹر کام کیا اس دوران ایم آر سی پی (آئرلینڈ) اور ایم آر سی پی (یو کے) کی ڈگریاں حاصل کرنے کے ساتھ DME ڈپلومیٹ ان میڈیسن فار ایلڈرلی بھی کی۔

ڈبلن سے شائع ہونے والے مختلف میگزین پاک لنک، پاک ٹائمز، رن وے انٹرنیشنل اور آواز پاکستان میں کئی سال تک لکھتے رہے۔ لندن کے کچھ شعرا سے بھی رابطہ ہوا مگر غمِ روزگار سے فرصت نہ ملی۔ اردو ادب کے ساتھ ان کا گہرا رشتہ ہے۔

آپ کی شاعری کا ایک مجموعہ ''تنکا تنکا'' شائع ہوا جو آپ نے مجھے بھی بھیجا۔۔۔

گلابی غزل

لارے لپے کا کوئی لٹو پایا جا سکتا ہے
یادوں سے بھی ڈنگ ٹپایا جا سکتا ہے

کون بچائے دودھ میں گرتی مکھی کو
دور کھلو کے رولا پایا جا سکتا ہے

چیکاں مار کے جس پر روویں دشمن
ایسی موت پر بھنگڑا پایا جا سکتا ہے

وہ بھی دیکھو ملک بچانے نکلے ہیں
جن کو ویچ کے ملک بچایا جا سکتا ہے

ہوئی ہے مچھلی تنگ مسلسل بارش سے
مچھیرا بن کر جال بچھایا جا سکتا ہے

کڑوے منہ سے مٹھی بات بھی ہو سکتی ہے
چھریوں سے بھی مکھن لایا جا سکتا ہے

❁

انصاف کا ہر طرف بول بالا لگ رہا ہے
منصف کے ہونٹ پر اک تالا لگ رہا ہے

روٹی مکان کو چھوڑو ، کپڑا ہی کوئی دے دو
ماہِ جون میں تھر تھر پالا لگ رہا ہے

مجھ سا حسیں کوئی دکھتا نہیں ہے اس کو
آنکھوں میں اس کی کوئی جالا لگ رہا ہے

تاریخ کے ہم نازک سے موڑ پر کھڑے ہیں
جو چور تھا وہ ہم کو رکھوالا لگ رہا ہے

چھوٹے مکان کی چھت پر ڈاکو چڑھے ہوئے ہیں
باہر جو کھڑا ہے گھر والا لگ رہا ہے

❀

یہ بھی کیا کم ہے کچھ لوگ ملے ہیں
ورنہ ایک عمر ہم اکیلے ہی چلے ہیں

چہرے پہ سجایا ہے اک دوسرا چہرہ
اے گردشِ ایام کیا چال چلے ہیں

چاند سی بستی میں وہ وحشی درندے
کس رنگ میں آئے کس روپ چلے ہیں

دل تو چاہتا ہے تری راہ کے چراغ
نہیں اس سے غرض بجھے ہیں کہ جلے ہیں

اِک عمر سے ہم نے تیرا ساتھ دیا ہے
یہ بحث الگ ہے برے کہ بھلے ہیں

❀

حقیقتوں سے آشنا ہو رہا ہوں
دیکھ میں کیا سے کیا ہو رہا ہوں

اب نہیں اختلاف آپ سے رستے کا
ہم سفر! ہم نوا ہو رہا ہوں

ترس رہا تھا میں جام کو ساقی
آج خود ہی مئے کدہ ہو رہا ہوں

گرا ہوا ہوں تیرے نقشِ پا پر
جیتے جی خواب سا ہو رہا ہوں

نعیم ہوں قفس کا غلام ابھی
کب کہا کہ پارسا ہو رہا ہوں

نوشی قیصر سحرؔ

فون نمبر:+44 7944 090733

محترمہ نوشی قیصر سحرؔ سے پہلی ملاقات ریڈنگ کے پروگرام میں جو معروف شاعرہ کہانی کار محترمہ فرخندہ رضوی صاحبہ کی ایک کتاب کی تقریب رونمائی اور مشاعرے کا تھا۔آپ نے وہاں اپنی ایک نظم پیش کی جس پر خوب داد ملی۔ میں نے انہیں اپنی ایک کتاب پیش کی تو کہنےلگیں کہ مجھے بھی اپنی کہانیوں کی کتاب شائع کروانی ہے۔جس کے لئے میں نے حامی بھری۔اس کے بعد آپ نے بذریعہ ای میل اپنی کہانیاں بھیجنی شروع کیں جنہیں میں نے کمپوز کیا اور پھر اسے ایک نہایت خوبصورت کتابی شکل دے کر پرنٹ کیا۔یہ نوشی قیصر صاحبہ کا پہلا کہانیوں کا مجموعہ ''سفر'' تھا۔جسے خوب پذیرائی ملی اور پسند کیا گیا۔

نوشی صاحبہ جہاں نثر میں لکھتی ہیں وہاں شاعری بھی کرتی ہیں گوابھی ان کا کوئی شعری مجموعہ منظر عام پر نہیں آیا۔جو امید ہے کہ ایک دن آئے گا۔کیونکہ آپ دورِ حاضر کی وہ قلمکار ہیں جو اپنی شاعری اور نثر میں اپنا تخلیقی جواز اپنی فکری قوت سے اس طرح فراہم کرتی ہیں کہ نہ تو ان کا ماضی سے رشتہ منقطع ہوتا ہے اور نہ ہی حال اور مستقبل سے ان کی تحریر پڑھ کر احساس ہوتا ہے۔ان کی ذات کی جڑیں انسانیت کے احساسات کے عمیق گہرائیوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔انہیں اپنے وطن کی مٹی سے عشق کی حد تک پیار ہے جس کا ثبوت ان کے تحریر کردہ ہر لفظ کی خوشبو سے محسوس ہوتا ہے۔میری دعا ہے کہ محترمہ بہن کو خدا صحت تندرستی کے ساتھ قلم کی مزید برکت عطا فرمائے اور آپ معاشرے کی بہتری کے لئے اس کی برائیوں اور خامیوں کو اپنی کہانیوں اور شاعری کے ذریعے سامنے لاتی رہیں جو کہ ایک اچھے قلمکار کا فرضِ اولین ہے۔ان کی کہانیوں کے مجموعہ کے لئے آپ ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔مگر ان کی چند نظمیں اگلے صفحات میں شامل کی گئی ہے جو امید ہے پسند فرمائیں گے۔نثر بہت کم لکھی جارہی ہے امید ہے کہ نوشی قیصر جیسی قلمکار اس سلسلے کو جاری رکھیں گی۔ مجھے دکھ ہے کہ حال ہی میں ان کی جواں سال بیٹی اللہ کی رضا سے اللہ کو پیاری ہو گئی ہے، بہت دکھ ہوا اللہ پاک ان کو صبر دے اور مرحومہ کو غریق رحمت کرے۔آمین

نعت شریف

مجھ گنہگار کو ثناء کہنے کا سلیقہ کہاں
میں بشرِ خاکی اور آپؐ ہیں شاہِ دو جہاں

صلاالله و علیه وَ سَلم

اندھیروں سے جہاں کو نکالا آپؐ نے
راہِ راستی کا جہاں کو دکھایا آپؐ نے

صلاالله و علیه وَ سَلم

ختم ہوتی ہے آپؐ ہی پر پیغمبری
آپؐ کو ہی ملی دو جہاں کی سروری

صلاالله و علیه وَ سَلم

کائنات میں آپؐ رحمتُ العالمین
محبوب خدا بھی آپؐ اے خاتم النبین

صلاالله و علیه وَ سَلم

پھیلی عرش سے فرش تک روشنی
آمد مُصطفیٰ سے عام ہوئی بندگی

صلاالله و علیه وَ سَلم

ہادی ! رحمت ! کریمی کی تصویر آپؐ
سارے نبیوں کے ہوئے سردار آپؐ

صلاالله و علیه وَ سَلم

دونوں جہاں میں ذات آپؐ کی بے مثال
بن کے آئے آپؐ نعمت لا زوال

صلاالله و علیه وَ سَلم

الٰہی کرم مجھ پہ رکھنا ہمیشہ
لبوں پہ میرے رہے وردِ محمدؐ

صلاالله و علیه وَ سَلم

آنکھ موندوں میں کہتے مُصطفیٰ
آنکھ کھولوں میں کہتے مُصطفیٰ

صلاالله و علیه وَ سَلم

اذیتیں

میں نے اوڑھ لی ہیں اذیتیں
مجھے نا اب تُو صدائیں دے
میرے شام سحر میں ہجر ہے
مجھے وصل کی نہ دے بشارتیں
اس دلِ ناتواں کی نہ لے خبر
رہنے دے اسے نا شاد ہی
میرے حصے کی گروہ چاندنی
کسی اور کے آنگن میں اُتر گئی
گذرے جو تیرے قُرب میں
اُنہی لمحوں کی ساری صداقتیں
میری روح میں ہیں بسی ہوئی
ہماری وہ سب حقیقتیں

میرے دل کی اس زمین پر
تیرے نقشِ پا کے نشان ہیں
میری عادتوں میں ہیں فرقتیں
تو اُن کو نہ اب خراب کر
میں نے اوڑھ لی ہیں اذیتیں
مجھے نا اب تو صدائیں دے

میرے ہی نام

مقدر میں میرے تم نہیں تھے
تو کیوں دل میں ملال رکھنا
نہ کوئی وعدہ تھا نہ کوئی پیماں
کیوں تم کو ہی محوِ خیال رکھنا
تم کو سوچوں میں ڈھال کر
تُم سے ہی سلسلے استوار رکھنا
تمہارے لہجے کی خوشبوؤں کو
ہر پل اپنے ہی اطراف رکھنا
تمہارے گلاب لفظوں کو
اس طرح سے سنبھال رکھنا
تمہارے خال کے تخیل کو یونہی
آنکھوں میں اپنی مُغال رکھنا
مل جاؤ کبھی سرِ راہ ہی مجھ کو
مدتوں سے دل میں یہی خیال رکھنا
تم بھی یوں ہی سوچتے ہو مجھ کو
نہ جانے کیوں بس ایسا گمان رکھنا
کبھی جو فرصت میں رہو گے تم تو
ایک لمحہ فقط میرے ہی نام رکھنا

لامکاں

جب تم قریب تھے تو ہم ہر دل عزیز تھے
اپنے بھی نہ رہے جب سے تم دور ہو گئے
اداس نظر بوجھل سماں خاموشی اور جمود
تاریک ہے دل کا آنگن کالی ہو رات جیسے
بدلتی رُتیں اور یہ ڈھلتے ہوئے شام وسحر
سب کچھ ہے پھر کیوں تم دکھائی نہیں دیتے
اوڑھی ہے کائنات نے چادر اداسیوں کی
بدلتے موسم وصل کا استعارہ بھی نہیں دیتے
یہ رنج والم اور تیرے ہجر وفراق کی یہ اذیتیں
یادوں کے موسم ہمیں اب جینے نہیں دیتے
تیری جستجو میں سرِ شام تجھے ڈھونڈنے نکلے
تو ادراک یہ ہوا ہمیں کہ تم تو لامکاں ہو چکے
تم سے ملنے کے سب بہانے بھی چلے گئی
جب سے اے جانِ جگر تم فردوسِ بریں ہوئے
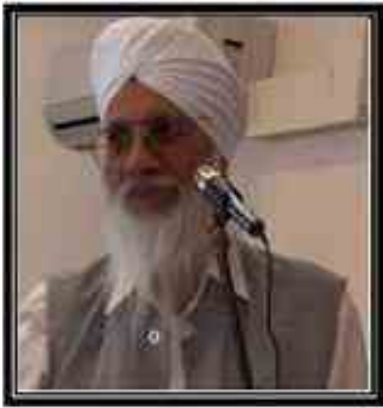
ہرچرن سنگھ سہمی

Mr.Harcharan singh Sahmi

15,Norfolk Rd.Sevenking.Ilford.IG3 8LQ

Phone no :07788 564278

''میری اپنی پہچان'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں کہ ''پنجاب انڈیا کے ضلع امرتسر وچ اک نکا جیا پنڈ جس دا ناں عجیب جیا ''کھیووالی'' جتھے میرے نانکے نیں۔ رواج مطابق پہلا بچہ نانکے گھر پیدا ہو یا سی تے پلیٹھی دا ہون کر کے اس پنڈ وچ میرا جنم ہویا۔ میرے ماپیاں نے میرا ناں ہرچرن سنگھ رکھیا۔ بعدوں میری پرورش اپنے جدی پشتی پنڈ امرتسر وچ ہوئی، نویں پنڈ دی مٹی وچ کھیڈ کے میں وڈا ہویا۔

مینوں نکیاں ہون توں کویتا لکھن تے اسٹیج تے بولن دا چسکا میرے نانکیاں توں پیا۔ میرے ماما گیان سنگھ جی ہر تھاں تے مینوں نال لے کے پروگراماں چہ جاندے سن، تے مینوں اُنہاں کولوں بوہت کجھ سکھن نوں ملیا۔

15 سال دی عمر وچ میں ایسٹ افریقہ نیروبی کینیا چلا گیا۔ اوتھے میرا میل چنگے چنگے لکھاریاں نال ہویا تے اونہاں کولوں وی مینوں بہت کجھ سکھن نوں ملیا۔۔

نیروبی دی اک مشہور سبھا (تنظیم) جس دا ناں '' جے ہند کوی منڈل'' سی اس دا وی چھوٹی عمر والا ممبر بنایا گیا۔ اوتھے مینوں بوہت ساریاں کویتا (نظماں) لکھن دا موقع ملیا۔ جنہاں وچ میں ''سہمی دی پہچان''۔ ''افریقہ دی یاد'' تے افریقہ بارے ہور وی کئی کویتا لکھیاں۔

فیر 1965 وچ انگلینڈ آیا تے ایتھے آ کے ماں بولی پنجابی دی سیوا کیتی تے اتے کر ریا آں۔ دو کتاباں لکھ کے ماں بولی پنجابی دی جھولی وچ پا چکیاں واں ''سکھی وسدا رہے پنجاب ساڈا'' تے ''گکھ وچ ماری گئی دھی دے سپنے''۔

اخیر وچ میں اپنے عزیز دوست امجد مرزا ہوراں دا شکر گزار آں جنہاں دی مہربانی نال میں اپنیاں کویتا اردو وچ وی چھپوا رہیا آں۔۔۔۔۔'' ہرچرن سنگھ سہمی (لندن)

یہ تحریر جناب ہر چرن سنگھ سہی صاحب کی تھی جو پہلے گورمکھی میں دی گئی اس کے بعد انہوں نے کمال محبت سے کسی دوست سے جو اردو لکھ سکتا ہے سے اس کا شاہ مکھی میں ترجمہ کروا کر دیا۔

میں پچھلے سات آٹھ برسوں سے ''سیون کنگ'' کے گردوارے میں ماہانہ ادبی محفل جسے ''کوی دربار'' کا نام دیا جاتا ہے ''الفورڈ پنجابی ساہت سبا'' میں باقاعدگی کے ساتھ جاتا ہوں جس کے ہر چرن سنگھ سہی صاحب صدر ہیں۔ ہر چرن سنگھ سہی صاحب اپنے آنجہانی بھائی مہندر سنگھ سہی کے ساتھ آتے تھے دونوں بھائی نہایت اچھے شاعر ہیں۔گو ان کی زیادہ تر طویل نظمیں ہوتی ہیں مگر بحر عروض کا خاص خیال رکھتے ہیں۔تمام شاعری پنجابی میں کی جاتی ہے۔اکثر لوگ عبادت سے فارغ ہوکر گوردوارے کی طرف سے مختص کئے ہوئے اس کمرے میں آجاتے ہیں جہاں ہر ماہ کے آخری ہفتے ایک بجے سے چار بجے تک کوی دربار یعنی مشاعرہ ہوتا ہے۔جس میں چائے اور دیگر لوازمات کا بھی انتظام ہوتا ہے جبکہ لنگر جس میں کئی قسم کے کھانے ہوتے ہیں اس کا سلسلہ بھی رات گئے تک چلتا رہتا ہے اور کوئی کسی پر پابندی نہیں ہوتی جو بھی جائے اور پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔۔یہ سکھ برادری کا بہت بڑا پن ہے۔

ہر چرن سنگھ سہی صاحب بھی مترنم شاعر ہیں۔ان کی دو کتابیں آچکی ہیں۔''سکھی وسدا رہے پنجاب ساڈا'' اور ''ککھ وچ ماری گئی دھی دے سپنے'' (پیٹ میں ماری گئی بیٹی کے سپنے) اور ''ہمیشہ آباد رہے ہمارا پنجاب''۔اس کے علاوہ ان کی نظمیں گورمکھی رسالوں میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔والتھم فاریسٹ کے سابقہ میئر بوگھل صاحب بھی ایک مدت سے ایپٹن پارک کے علاقے میں مشاعرہ کرتے ہیں جس میں ہمیشہ ہر چرن سنگھ صاحب کو صدارت دی جاتی ہے۔ آپ ان تمام پنجابی شعرا میں سے جوان دونوں مشاعروں میں آتے ہیں قابل احترام وعزت اور بزرگ شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔آپ نہایت مخلص دوست نواز اور دھیمے لہجے کے انسان ہیں جو کسی ملکی تفریق کو نہیں مانتے، پنجاب اور پنجابی زبان سے نہایت دلی محبت رکھتے ہیں چاہے وہ اس پار یا اُس پار کی ہو۔۔۔

میں واحد پاکستانی مسلمان ہوں جوان دونوں گروپس کے مشاعرے میں جاتا ہوں جہاں مجھے بہت محبت اورعزت دی جاتی ہے اور بہت سے اچھے مخلص دوست ملے ہیں۔۔ میں سہی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ آپ اس تاریخی کتاب میں پورے تعاون کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ نے دیگر پنجابی دوستوں کے گورمکھی کلام کے ترجمے میں میری مدد فرمائی۔۔اللہ پاک آپ کو سدا اسلامت رکھے۔۔آمین ------------------☆

پیار دی گل

پاکستان تے بھارت جے بنن متر
دنیا کرے گی لکھ ہزار چرچے
دونواں دیشاں تے رب دی مہر ہو جائے
بھاویں ہون پئے گلی بازار چرچے

عام لوگ تا چاہندے نیں دوستی نوں
وچ وچ رہن بھاویں کردے خار چرچے
جھولی اڈ کے رب توں خیر منگاں
ہون دوستی دے آر پار چرچے

کٹھے ونڈیئے خوشیاں تے کھیڑیاں نوں
ہوندے رہن وچ سنسار چرچے
کٹھے ہوکے اسی وی دوستی لئی
کردے پیاں کوی دربار چرچے

پاکستان تے بھارتی شیر اُٹھو
اُٹھو آپنی آپے تقدیر بدلو
سینے وچ جو پیار نال وجدی نہیں
گھنڈے ہو گئے اوہ نفرت دے تیر بدلو
اُلو اپنا ہی سدھا جو کرن جھڑے
بدل دیو سرکاراں وزیر بدلو
نفرت وڑھی جو دِلاں دے وچ ساڈھے
اُٹھو نفرت دی اج لکیر بدلو
نال پیار دے پیار دی جوت بالو

پیار کدے وی ونڈیاں مکدا نہیں
ساڈا پیار ہی دلاں دی سانجھ بن جائے
سا پیار دا کدی مکدا نہیں

رب کرے فیر توں بن جائے دوستانہ
اج بھارت تے پاکستان دا ایہہ
ہووے دوستی کھنڈ تے کھیر ورگی
پہلاں کٹھے سی ہر کوئی جاندا ایہہ

نچدے رہندے سی عیداں وساکھیاں تے
ارادہ اج فیر عید مناون دا ایہہ
بھنگڑے پاوندے سی ڈھول دی تان اُتے
آوے دن فیر لڈھیاں پاون دا ایہہ

کٹھے ٹرے آزادی دے کول آپاں
رَل کے منائے جشن آزادیاں دے

کہڑی گلوں لڑائیاں تے ہون جھگڑے
بوہے کھولو نہ یاداں بربادیاں دے

بچ کے رہوو شیطان دی نظر کولوں
ٹکا دوستی نوں کالا لا دہی اے
دوہاں دیشاں نوں ڈبی دے وچ پا کے
چابی مولا دے ہتھ پھڑا دہی اے

پاکستان تے بھارت دی پاک دھرتی
مٹی لا کے متھے گھما دہی اے
ساڈھے گورواں تے پیراں دی اے دھرتی
اس گل نوں کِداں بھلا دہی اے

جے کر بنن تے متر بدھائی دیواں
ساڈھا پیار ہی ساڈھی سوغات بن جائے
سبھی دِلاں وچ مِلن دی تانگ جاگے
چشمہ پیار دا آبِ حیات بن جائے

سانجھا پنجاب

سانجھا سی پنجاب جدوں پنجاں دریاواں والا
سانجھیاں سی پنڈاں دیاں گلیاں
لگدیاں رونقاں سی تکیاں مزار اُتے
مستی وچ پاون لوکی جلیاں
مُڑ کے نہ لبھا او پنجاب سانوں رنگلا
ہو گیاں سی گلاں کئی اولیاں
سانجا سی پنجاب جد پنجاں دریاواں والا
سانجھیاں سی پنڈاں دیاں گلیاں

یاد آوے مینوں او پنجاب دیاں پانیاں دی
عاشقاں نے جتھے موجاں ماریاں
بوہڑاں اتے پپلاں دی تھڑے مینوں یاد آوندے
بن بن جتھے بہندے ڈھانیاں
یاد آوے جد مینوں پچھی پنجاب دی
من وچ بجے جان ٹلیاں
سانجھا سی پنجاب جدوں پنجاں دریاواں والا
سانجھیاں سی پنڈاں دیاں گلیاں

ہندو اتے مسلم سِکھ سارے کٹھے بہندے
ونڈ کھاندے چوریاں نیازاں نوں

سوون دے مہنے پینگاں پون مٹیاراں جدوں
کٹھے اسیں منادنے رواجاں نوں
کھڑے متھے ہس کے بلاؤندے اسی ساریاں نوں
جنداں باغاں ہندیاں نے کلیاں
سانجھا سی پنجاب جدوں پنجاں دریاواں والا
سانجھیاں سی پنڈاں دیاں گلیاں

سانجھی ساڈھی واج اُتے ڈھول اتے تاشیاں دی
میلیاں تاں چھنجاں جدوں پیندیاں
پہلوان مہر دین بھاویں ہووے موہن سنگھ
جتاں ہاراں سانجھیاں سی رہندیاں
دھویں بال بال لوکی اگ نالے سیکدے سی
سہجی بھنے نالے ہولاں اتے چھلیاں
سانجھا سی پنجاب جدوں پنجاں دریاواں والا
سانجھیاں سی پنڈاں دیاں گلیاں

❁

کویتا لکھن دا بچپن توں شوق مینوں
کویتا لکھاں میں ہاسے تے پیار والی

لکھاں کویتا وچھوڑے تے درد بھریاں
کویتا لکھاں میں دِل و دلدار والی

کویتا لکھاں میں ہیراں تے رانجھیاں دی
گھڑا سوہنی دا گل اعتبار والی

کویتا لکھاں میں باغاں تے بلبلاں دی
کویتا لکھاں میں پھُلاں تے خار والی

فون نمبر: 098527 7946 44+

محمد یعقوب غوری صاحب اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرا کی معروف ہستی ہیں۔آپ ایک اچھے شاعر بھی ہیں اور بہترین اداکار بھی۔معروف ڈرامہ نگار رفعت شمیم صاحب نے ایک بار وہاں 2010ء میں فرحت اللہ بیگ کا مشہور ڈرامہ 'دلی کا ایک مشاعرہ' اسٹیج کیا جو بہت پسند کیا گیا اس میں اسکاٹ لینڈ کے علاوہ لندن کے بھی اداکار شامل تھے،اس ڈرامے میں یعقوب غوری صاحب نے بھی اہم رول ادا کیا۔اس کے علاوہ آپ ایڈنبرا کی ادبی تنظیم بزم اردو کے بھی فعال رکن ہیں اور بے شمار مشاعرے لوٹے۔

آپ کی پیدائش ہوشیار پور انڈیا میں ہوئی مگر 1947ء کے بعد آپ پاکستان کے شہر لاہور کی گلیوں میں کھیل کر جوان ہوئے۔وہیں سے بنیادی تعلیم مکمل کی اور روزگار کی تلاش میں برطانیہ آ گئے اور اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرا کے ہی ہو کر رہ گئے۔حال ہی میں آپ نے اپنا کاروبار فروخت کیا اور ریٹائر ہوئے۔

لندن کے معروف ادبی رسالے ''ساحل'' کے نمائندہ اسکاٹ لینڈ بھی تھے۔کچھ سال پہلے آپ کی شادی معروف شاعرہ بشرہ جلیل سے ہوئی دونوں میاں بیوی کافی مدت تک اکٹھے کاروبار میں مشغول رہ کر حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں۔آپ کی پہلی مرحومہ بیوی سے بچے جوان اور شادی شدہ ہیں۔

غوری صاحب نہایت مخلص دوست نواز انسان ہیں بڑا میٹھا دھمیہ لہجہ ہے جو دوسرے کو فوراً گرویدہ کر لیتا ہے۔

اگلے صفحات میں آپکی شاعری بھی شامل اشاعت ہے جو قارئین کو پسند آئے گی۔

ہم جب ان کے اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ جو تجربات انہوں نے اپنے اشعار میں پیش کیے ہیں وہ نہایت اہم اور باوقعت ہیں۔انہوں نے زندگی کی حقیقتوں پر گہری نظر ڈالی ہے۔ان کی شاعری جہاں محبت کی شاعری ہے وہاں ملکی مسائل پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔۔

☆ ☆ ☆

❁

جب اسے دل سے پیار کرتے ہو
دھڑکنیں کیوں شمار کرتے ہو

اُس نے پوچھا ہے رکھ کے دل پر ہاتھ
کیا میرا اعتبار کرتے ہو

روح اندر سے مر نہ جائے کہیں
جسم کیوں داغدار کرتے ہو

دکھ تو یہ ہے کہ آدمی ہو کر
آدمی کا شکار کرتے ہو

زخم جو دل پہ لگ گیا ہے اُسے
سب پہ کیوں آشکار کرتے ہو

عشق کرنا مجھے نہیں آتا
جاؤ کیوں بے قرار کرتے ہو

وہ تو کب کا چلا گیا غوریؔ
کس کا اب انتظار کرتے ہو

❁

رِدا چُوم لینے کو جی چاہتا ہے
گھٹا چوم لینے کو جی چاہتا ہے

تجھے میں نے مانگا ہے جب بھی خدا سے
دُعا چوم لینے کو جی چاہتا ہے

نجانے وہ ناراض کیوں ہو گیا ہے
قضا چوم لینے کو جی چاہتا ہے

تُو اتنا حسیں لگ رہا ہے مجھے
ادا چوم لینے کو جی چاہتا ہے

ملی روشنی ایسی یعقوب غوریؔ
دِیا چوم لینے کو جی چاہتا ہے

❁

آسان نہیں ملنا مخلص ساتھی ، میں سوچتا ہوں
ساحل کی ریت پہ موتی میں ڈھونڈتا ہوں

ساتھ چلے جو میرے، خیالوں میں ہم خیالی ہو
سنہری سپنے ہیں ، یہ کیوں بھولتا ہوں

کتنی حسین لیکن مختصر ہے یہ زندگی
بھول جاتے ہیں کیوں، خود سے پوچھتا ہوں

بے سہارے کا سہارا بن کر ذرا دیکھو
لیکن اپنوں کو پالنے سے کہاں روکتا ہوں

کچھ تو کر جاؤ فقط انسانیت کے لئے
اپنے آپ کو ہر وقت غوری کوستا ہوں

اکیسویں صدی میں بھی سر قلم سرِ عام ہوتے ہیں
انصاف کے نام پہ یہ ظلم سرِ عام ہوتے ہیں

ہم پہ ہی یہ ناانصافی کیوں ، کوئی بتائے
سامراج کی آمریت کے طلسم سرِ عام ہوتے ہیں

اقتدار کے عوض ہمارے اپنے ہی بک جاتے ہیں
شرپسندی کی آڑ میں برپا ماتم سرِ عام ہوتے ہیں

اُٹھا لو قلم ، حقیقت سے پردہ اٹھا دو ساتھیو
جھنجھوڑ دو سب کو الم سرِ عام ہوتے ہیں

سوئیس کاؤنٹ بڑھانے والوں کا محاسبہ ضروری ہے
امارت کے مظاہرے تمہاری قسم سرِ عام ہوتے ہیں

اپنے مولا سے التجا ہی کر سکتے ہیں غوری
مٹا دے ان کی طاقت کا غرور، ظلم سرِ عام ہوتے ہیں

زندگی اتنی حسیں ہے جتنا اسے بنا لیں
دل کا پھول کھل جائے گا پیار کو گلے لگا لیں

پیار کی مہک میں مگن چاہت میں بھیگ کر
سکونِ دل مل جائے گا تن کو من سے ملا لیں

باہنوں میں باہیں ، دل کو دل میں سمو کر
خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہتا ، سوچ کو ہم رنگ بنا لیں

تلخیوں کو بھلا کر ، خواہشوں کے کنگن پہن کر
کلیوں کو چاہت میں پرو کر چوٹی میں سجا لیں

تمہاری پیار بھری آواز ، خلوص کی مہک غورتی
تمہارے سوا نہیں سوجھتا کچھ چلو دوری مٹا لیں

دل میں اتر جاتا ہے من میں چاہت چمکتی ہے
تمہاری مسکراہٹ کی دلکش لکیر دل میں اُتر جاتی ہے

پھول بکھیر رہی ہو جیسے یہ احساس ہوتا ہے
پیار و خلوص کی تحریر دل میں اُتر جاتی ہے

تمہاری ساگی پہ قربان ، چھلکتی ہے پاکیزگی
تمہاری ہر بات کی تفسیر دل میں اُتر جاتی ہے

خوشی ہی خوشی ، پیار ہی پیار ہو ہر طرف تمہارے
کھلکھلانے کی ہر تدبیر دل میں اُتر جاتی ہے

غورتی مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہو زندگی میں
دیتے رہو محبت ، کی تنویر دل میں اُتر جاتی ہے

یشب تمنا

68 Tunnel Avenue

Greenwich. London SE10 0SD

England

(tel) 00 44 208 293 3697

tel) 0044 7970 952 820

Email: mcnb@btinternet.com

آپ کو دوست یشب تمنا ہی کے نام سے جانتے ہیں اور یہی نام ادبی طور پر بھی جانا پہچانا جاتا ہے۔

یشب تخلص اور تمنا والد بزرگوار کا تخلص ہے۔ ان کے بھائی بھی معروف شاعر تھے۔ پاکستان میں لاہور اور کراچی سے تعلق ہے۔ لندن میں پچھلی تین دہائیوں سے رہائش پذیر ہیں۔

بینکنگ، فنانشل سروسز، ڈاکومینٹریز، لسانی ترجمانی برائے برٹش کورٹس، پولیس سروسز اور امیگریشن سروسز کے لئے کام کرتے ہیں۔

شاعری کا شوق بہت پرانا ہے۔ اس کے علاوہ نثر نگاری مضامین لکھنا سیاسی تجزیئے اور افسانوی کتب کے تجزیئے بھی بہت خوبی سے کرتے ہیں۔

ابھی تک ایک کتاب شعری مجموعہ کلام بنام ''کتابِ تنہائی'' 2011 میں منصۂ شہود پر آئی جس میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ اسی طرح ان کا دوسرا شعری مجموعہ کلام ''میز پر رکھا خیال'' کے نام سے زیر ترتیب ہے۔ اپنے ادبی تجزیوں، تبصروں، مضامین اور شخصی خاکوں کی بھی ایک کتاب کو ترتیب دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اپنے سیاسی تبصروں اور مضامین کی بھی ایک کتاب شائع کرنے کا سوچ رہے ہیں۔

یشب بھائی نہایت سنجیدہ مخلص انسان ہیں جن کے چہرے پر ہلکی معصوم سی مسکراہٹ مخاطب کو گرویدہ کر لیتی ہے۔ دھیمے لہجے کے انسان ہیں۔ میری پہلی ملاقات ان کے دولت خانے پر پاکستان سے آئے ہوئے معروف

شاعر افسانہ نگار حمید قیصر اور نثار ترابی کی آمد پر ہوئی جن سے ملنے میں ان کے ہاں گیا۔ اس کے بعد اکثر مشاعروں میں ملاقات ہوتی۔آپ بھی چند بار میرے مشاعروں میں تشریف لائے۔

ان کے کلام میں سادگی و پرکاری کا امتزاج نمایاں ہے۔ان کے یہاں آسان اور فہم زبان یا دل میں اتر جانے والے اشعار کی کمی نہیں۔جگہ کی کمی کے باعث ان کے زیادہ اشعار کو نقل نہیں کر پاؤں گا آپ اگلے صفحات پر ان کی خوبصورت شاعری سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

میرے لئے یہ کسی اعزاز سے کم نہیں کہ انہوں نے میری اس کتاب میں شمولیت کی اور اپنا کلام پیش کیا۔آپ کی نظموں کی طرح غزل بھی نہایت سادہ انداز میں پر معنی اور دل میں کھب جانے والی ہوتی ہیں اور سنانے کا لہجہ میٹھا دھیما جو ہر سامع کو انہی کی جانب راغب رکھتا ہے۔

ان کا گہرا مشاہدہ اور فکر و تخیل کی بلندی ان کے اشعار کو ہر ایک دل کی آواز بنا دیتی ہے۔ان کی نظمیں اور غزلیں چھوٹی بحر میں بڑے آسان الفاظ و لہجے میں ہوتی ہیں اور تخیل بہت خوبصورت۔

محبت کی ضرورت پڑ گئی تھی　　　میرے اندر اداسی بس رہی تھی

خوبصورت لہجے اور آسان الفاظ میں جس سادگی کے ساتھ وہ پڑھتے ہیں تو سامعین کے پوری توجہ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور خوب داد وصول کرتے ہیں۔

ایسا بھی نہیں درد نے وحشت نہیں کی ہے
اس غم کی کبھی ہم نے اشاعت نہیں کی ہے

وہ فطرتاً خاموش انسان ہیں مگر ان کی شاعری بولتی ہے اور دل کا حال کھول کر بیان کر دیتی ہے۔

آنکھوں نے سپنے نہیں دیکھے مدت سے
کب تک رہتیں یہ انجان حقیقت سے

اگلے صفحات میں آپ بھی ان کی خوبصورت شاعری سے محظوظ ہوں۔اس دعا کے ساتھ کہ اللہ پاک انہیں زندگی سلامتی کے ساتھ قلم میں مزید برکت دے۔آمین

❁

شام کو اُس نے میری خاطر سجنا چھوڑ دیا
میں نے بھی دفتر سے جلدی اٹھنا چھوڑ دیا

پہلے سارے کام اکٹھے ہنس کر کرتے تھے
پھر کھانے کی میز پہ ہم نے ملنا چھوڑ دیا

پہلے پہلے ہم نے باتیں کرنا چھوڑا تھا
رفتہ رفتہ ہم نے کہنا سُننا چھوڑ دیا

کب تک اس کے ہجر میں آنکھیں روتیں آخر کو
دریا نے بھی اپنے رُخ پر بہنا چھوڑ دیا

جسم بھی تشنہ کام رہے جب دل نہیں ملتے تھے
اوڑھ لی میں نے تنہائی اور ہنسنا چھوڑ دیا

اُس نے بھی تو چلتے چلتے رستہ بدلا تھا
میں نے بھی کب اس کی خاطر جینا چھوڑ دیا

❁

بدل جائے گا اتنی جلد منظر کیا پتہ تھا
شجر کٹ جائے گا یوں پھول پھل کر کیا پتہ تھا

ابھی تو خواب تھے آنکھوں میں اور دل میں اُمنگیں
اُلٹ جائے گا ایسے میں مقدر کیا پتہ تھا

ابھی میں تازہ دم تھا لڑ رہا تھا حوصلے سے
مجھے روندے گا خود میرا ہی لشکر کیا پتہ تھا

وہ آنکھیں خشک ہو جائیں گی اِک دن مثلِ صحرا
جن آنکھوں نے کبھی روئے سمندر کیا تھا کبھی

تجھے خود سے جُدا کر کے جو گزری سو تو گزری
کوئی دم گھٹ کے مر جائے گا اندر کیا پتہ تھا

کسی گُل نے کہا تھا موسمِ گُل میں ملیں گے
اور آجائے گا ایسے میں دسمبر کیا پتہ تھا

❁

پڑھ چکے ہیں نصابِ تنہائی
اب لکھیں گے کتابِ تنہائی
وصل کی شب تمام ہوتے ہی
آ گیا آفتابِ تنہائی
خامشی، وحشتیں ، اداسی ہے
کھِل رہے ہیں گلابِ تنہائی
اُس کی یادوں کے گھر میں جاتے ہی
کُھل گیا ہم پہ بابِ تنہائی
وصل کی شب تمہارے پہلو میں
لے رہا ہوں ثوابِ تنہائی
کِس کو بتلائیں کون سمجھے گا!
کیسے جھیلے عذابِ تنہائی
دوستوں سے گریز کرتا ہوں
ہو رہا ہوں خرابِ تنہائی

❁

کمالِ شوقِ سفر بھی اُدھر ہی جاتا ہے
کسی سفر کا مسافر ہو گھر ہی جاتا ہے
وہ آدمی ہی تو ہوتا ہے غم کی شدّت سے
ہزار کوششیں کر لے بکھر ہی جاتا ہے
وہ ہجر ہو کہ ترے وصل کا کوئی لمحہ
وہ مستقل نہیں ہو تا گزر ہی جاتا ہے
میں ایک عالمِ برزخ کا رہنے والا ہو ں
کہ تُو ملا ہے نہ رنج ، سفر ہی جاتا ہے
جو اس سے پہلے بھی شیشے میں بال آیا ہو
تو دل کسی نئی اُلفت سے ڈر ہی جاتا ہے
چڑھا ہوا کوئی دریا ہو یا کہ نشہ ہو
یشبؔ کبھی نہ کبھی تو اُتر ہی جاتا ہے

ایسا بھی نہیں درد نے وحشت نہیں کی ہے
اِس غم کی کبھی ہم نے اشاعت نہیں کی ہے

جب وصل ہوا اُس سے تو سرشار ہوئے ہیں
اور ہجر کے موسم نے رعایت نہیں کی ہے

جو تو نے دیا اُس میں اضافہ ہی ہوا ہے
اِس درد کی دولت میں خیانت نہیں کی ہے

ہم نے بھی ابھی کھول کے رکھا نہیں دل کو
تُو نے بھی کبھی کھل کے وضاحت نہیں کی ہے

اِس شہرِ بدن کے بھی عجب ہوتے ہیں منظر
لگتا ہے ابھی تم نے سیاحت نہیں کی ہے

اس ارضِ تمنا میں کسے چَین ملا ہے
دل نے مگر اس خوف سے ہجرت نہیں کی ہے

یہ دل کے اُجڑنے کی علامت نہ ہو کوئی
ملنے پہ گھڑی بھر کو بھی حیرت نہیں کی ہے

خوف

پچھلے برس میں تنہائی سے
پہلی بار ڈرا
تنہائی کا خوف نسوں میں
خوں کی طرح بہا
میں نے گھر کے دروازے پر
قُفل لگانا چھوڑا
باہر وقت گزاری کرتا
گھر میں آنا چھوڑا
میں کمزور نہیں ہوں لیکن
ڈر سا لگتا ہے
تنہائی میں مرنے کا ڈر
پیچھا کرتا ہے

جاتے جاتے!

امجد مرزا امجد

الحمداللہ دوستو! آج یہ کتاب مکمل ہوگئی ہے شاید یہ میری پہلی کتاب ہے جس کو مکمل کرنے میں تین سال لگ گئے جس کی وجوہات میں نے ابتدا میں دیباچے میں لکھ دی ہیں۔

میں تمام دوست احباب کا دلی شکرگزار ہوں جنہوں نے میری دعوت پر لبیک کہا اور اس تاریخی کتاب کے لئے اپنا تعارف اور کلام بھیجا بہت سے دوستوں نے ایڈوانس مالی تعاون بھی کیا کہ میری درخواست تھی کہ کم از کم ایک دو کتابیں ضرور خریدیں اور ایک کتاب اپنی قریبی لائبریری یا یونیورسٹی میں دیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری پہلی کتاب ''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' کی طرح یہ بھی ایک تاریخی کتاب ثابت ہوگی کہ 2014 کے بعد کہیں بھی کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں یورپ و برطانیہ کے ادبی مشاہیر کا ذکر ہو اور ان کا کلام شامل ہو۔

آخر میں 2014ء کے بعد برطانیہ کی ادبی دنیا میں جو جو تبدیلیاں ہوئیں جو جو ساتھی ہم سے جدا ہوئے۔ جو رسالے اخبارات ٹیوی سٹیشن جن میں ادبیات کا حصہ ہوتا تھا ختم ہوئے ان کا بھی ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

مرحومین:

آدم چغتائی، ابراھیم رضوی، اختر ضیائی، اسلام نبی سالم جعفری، اشفاق حسین اشفاق، اعجاز احمد اعجاز، اکبر حیدر آبادی، انور نسرین، چمن لال چمن، خالد یوسف، ریاست عباس رضوی، ساحر شیوی، آغا محمد سعید، سوہن راہی، سیما جبار، عاصی کشمیری، قاضی عبد القدوس، سید فاروق حیدر ناداں، محمد فیاض عادل فاروقی، کوثر علی، گلشن کھنہ، مشہود الفاروق قریشی خاور، نجم الحسن ضمیر، نور جہاں نوری، ڈاکٹر ودیا ساگر آنند، نجمہ انصار رحمت قرنی، راجہ محمد تاج، محمد سرور رجا، اختر ضیائی۔۔۔

یہ تمام وہ شعراو شاعرات ہیں جن کا ذکر ''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' میں تھا گو ان میں سے اختر ضیائی جنکا تعلق جہلم سے تھا اور رولتھم سٹو ایسٹ لندن میں انہوں نے بے شمار عالمی مشاعرے کئے اور میری ادبی زندگی کی شروعات بھی انہی کے مشاعروں سے ہوئی جس میں آپ مجھ سے افسانہ سنا کرتے تھے کہ اس وقت میں نے شاعری شروع نہیں کی تھی

آپ نے میرے افسانوں کے پہلے مجموعے "کانچ کے رشتے" کا دیباچہ لکھا اور جب میں پاکستان سے واپس آیا کتاب چھپوا کر تو آپ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اسی طرح نجمہ انصار بھی کتاب شائع ہونے سے چند ماہ قبل فوت ہو گئیں اور کتاب نہ دیکھ سکیں جبکہ میرے مشاعروں میں کئی بار شرکت کی۔ رحمت کرنی بھی کتاب کی اشاعت سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ امیر خسرو سوسائٹی کے صدر ریاض جعفری بھی انتقال کر گئے گو وہ میری پہلی کتاب میں بھی شامل نہ ہوئے باوجود کہنے پر بھی اللہ جانے کیوں انہوں نے ضروری نہ سمجھا لہذا دوسری کتاب میں دعوت ہی نہ دی۔ ایسے کچھ شعراحضرات ہیں جو شاید کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اللہ معاف کرے سب کو۔۔!!

کچھ ایسے شعرا و شاعرات بھی ہیں جو مختلف امراض میں مبتلا اور عمر کی وجہ سے بھی گھر تک محدود ہو گئے ہیں جو مشاعروں کی جان ہوا کرتے تھے۔ ان میں نصیر احمد ناصرؔ، ڈاکٹر رحیم اللہ شادؔ اور بانو ارشد ڈیمنشیا جیسی بیماری میں اپنی یاداشت کھو بیٹھے ہیں اور گھر والے انہیں کہیں اکیلا نہیں جانے دیتے۔ اسی طرح ہمارے معروف مزاحیہ شاعر ڈاکٹر جمال سوری صاحب کی کمر جواب دے گئی وہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں، ہارون الرشید جو بہت اچھے شاعر اور گلوکار تھے کرونا کے بعد گھر سے نکلے ہی نہیں۔ چند ایک ایسے بھی شعرا و شاعرات ہیں جو ادبی تنظیموں کے ختم ہونے کی وجہ سے گھروں تک محدود ہو گئے۔ اسی طرح محترمہ محسنہ جیلانی، حمیدہ معین رضوی، پاکیزہ بیگ، زہرہ نسیم، بھی بڑھاپے کمزوری اور کچھ نہ کچھ بیماری کی وجہ سے گھروں تک محدود ہو گئی ہیں۔

ادبی تنظیمیں:

اسی طرح پہلی کتاب میں 29 اردو تنظیموں کا ذکر ہے جن میں سے اکثر فعال تھیں مگر 2014 کے بعد آج پورے برطانیہ میں خاموشی ہے سوائے لندن کے جہاں دو اردو، پنجابی تنظیمیں اب بھی اسی طرح فعال ہیں۔ ایک میری تنظیم "والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم" جس کا مشاعرہ ہر مہینے کی پہلی اتوار کو 2006 سے جاری ہے۔ دوسری چوہدری محموب احمد محبوبؔ صاحب کی "نیوہیم پاکستانی کمیونٹی فورم" جو ہر ماہ کی تیسری بدھ کو 2 بجے سے 5 بجے تک مشاعرے کا انعقاد سابقہ تیس سال سے کر رہی ہے۔ تیسری پاکستانی عیسائی دوستوں کی تنظیم ہے "بزم سخن و ادب" جو پہلے ہر ماہ کے اخری جمعہ کو کمیونٹی سینٹر میں پھر ایک چرچ میں اور اب ایک گھر میں مشاعرہ کرتے ہیں۔ گلاسگو کی راحت زاہد صاحبہ سال میں ایک مشاعرہ اسی طرح ڈیوس بری کی معروف شاعرہ محترمہ غزل انصاری صاحبہ بھی سال

میں ایک آدھ مشاعرہ بریڈفورڈ میں بڑے اہتمام سے کسی ہوٹل وغیرہ میں کرتی ہیں جس کا باقاعدہ ٹکٹ بھی ہوتا ہے کہ ساتھ پرتکلف کھانے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔مگر کئی دوسرے شہر جیسے مانچسٹر برمنگھم نوٹنگھم لوٹن اور دیگر کئی شہروں میں مشاعروں کا اہتمام کیا جاتا تھا جہاں بے شمار ادبی تنظیمیں ہوا کرتی تھیں مگر وہ سب لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے کچھ بڑھاپے کا شکار گھر تک محدود ہو گئے اس کے علاوہ مقامی کونسلوں نے گرانٹ بھی ختم کردی جس کی وجہ سے مشاعرے زندہ تھے اور یار لوگوں کی جیبیں بھی گرم تھیں۔بات شاید کسی کو بری لگے مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بے شمار ایسی بھی تنظیمیں تھیں جو صرف ایک آدھ مشاعرہ کر کے سال بھر مقامی کونسل سے پیسے بٹورا کرتیں۔بلکہ میں ذاتی طور پر ایک صاحب کو جانتا ہوں جنہوں نے دوسروں کی محفلوں کی تصویریں بھیج کر دو سال تک رقوم حاصل کیں مگر آخر پکڑے گئے کہ کونسل نے چیک کیا کہ دو تنظیموں کی ایک جیسی تصویریں انہیں ملیں جس پر ان صاحب کو رقم واپس کرنی پڑی ورنہ سال بھر جیل میں ہی بیٹھ کر شاعری کرتے۔ایسی حرکتوں سے بھی ہماری کمیونٹی کافی بدنام ہوئی جس کی وجہ سے کونسل نے گرانٹ بند کردی۔اب تو ویسے بھی یہ حکومت بھی بھوکی ہوگئی ہے،مگر جو ہماری طرح مسلسل کئی برسوں سے کام کر رہے ہیں انہیں بھی بڑا اچھانٹ پھٹک کر کچھ ملتا ہے۔۔۔الحمداللہ دو مقامی کونسلر پہلے محمود احمد خان تھے اب راجہ محمد انور صاحب ہیں جو میرے مشاعرے میں برسوں سے شرکت کرتے ہیں انہیں علم ہے کہ ہم جس ذمہ داری اور ایمان داری کام کر رہے ہیں،ان کی مہربانی سے لائبریری کا سالانہ کرایہ مل جاتا ہے جو انشورنس ملا کر ساڑھے پانچ سو پونڈ سالانہ بنتا ہے جس سے مشاعروں کے انعقاد میں کافی مدد مل جاتی ہے ورنہ بہت مشکل ہوتا اتنی طویل مدت سے پروگرام کرنا۔۔!!

دوسری ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس نے بھی کسی تنظیم کی بنیاد ڈالی جب تک وہ اس کو چلاتا رہا چلتی رہی جب وہ بیمار ہوا یا دنیا سے ہی رخصت ہوا تنظیم ختم ہوگئی۔بے شمار ادبی تنظیمیں'ون مین شو'سے ہی چلتی رہیں۔کمیٹی کے باقی رکن بس چلتی گاڑی کے سوار ہوتے ہیں۔کوئی کسی کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

اور یہ ادبی مشاعرے بھی سحری کے چراغ ہیں۔پہلی نسل کے لوگوں کے دم سے ہی روشن تھے جو آہستہ آہستہ معدوم ہو رہے ہیں۔میں سولہ برس سے ہر مہینے کی پہلی اتوار کو مشاعرہ کر رہا ہوں جب کبھی پاکستان گیا تو پیچھے کسی کمیٹی ممبر نے کبھی ذمہ داری نہیں لی۔ہاں اب میرے دوست چوہدری محبوب صاحب کے ساتھ ایسے دوستانہ تعلقات استوار

ہو گئے ہیں کہ جب وہ نہیں ہوتے میں ان کے مشاعرے کی ذمہ داری لیتا ہوں اور جب میں کہیں جاؤں تو وہ میرے مشاعرے کو جاری رکھتے ہیں۔اللہ پاک یہ دوستی قائم رکھے۔۔آمین

ادبی رسالے اور اخبارات

ایک زمانہ تھا جب درجنوں ادبی رسالے اور چار پانچ اخبارات موجود تھیں مگر الیکٹرانک میڈیا نے ان سب کو ختم کردیا۔اب لندن سے ہفت روزہ نیشن جاری ہے وہ بھی زیادہ آن لائن ہے،روزنامہ جنگ مشکل سے چند سو شائع ہوتا ہے،اوصاف بھی ایک دن شائع ہوتا ہے باقی دن آن لائن پر۔ادبی رسالوں میں میں نے پنجابی "سویرا" پانچ سال تک اور اردو مزاحیہ رسالہ "مسکان" ڈیڑھ سال تک جاری رکھا۔ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب نے سہ ماہی "قرطاس" نکالا نہایت ضخیم خوبصورت رسالہ تھا مگر لوگوں کے عدم تعاون سے ایک سال کے بعد بند ہوگیا۔۔یہی حال پنجابی "سویرا" کے ساتھ ہوا پانچ پونڈ سالانہ چندہ بھی آخری سال 80 لوگوں نے نہ دیا تو چار سو پونڈ نقصان اٹھا کر میں نے بند کردیا حالانکہ وہ نہایت ادبی رسالہ تھا جو نہ پہلے کسی نے نکالا اور نہ ہی آج تک کسی کی ہمت ہوئی۔ باعثِ شرم ہے کہ ہم کوئی کتاب یا رسالہ خرید کر نہیں پڑھتے۔چند پونڈ بھی دینے کی ہمت نہیں ہے، چاہے فضول رسموں اور بدعتوں میں سینکڑوں خرچ کرڈالیں مگر کتاب خرید کر نہیں لیں گے۔ظلم تو یہ کہ مفت بھی دو تو نہیں پڑھتے!! اب بھلا ہو رانا عبدالرزاق صاحب کا وہ سترہ سال سے ماہانہ "قندیل ادب" نکال رہے ہیں۔گو مشکلات انہیں بھی کافی ہیں مگر بڑی ہمت والے ہیں چند کاپیاں پرنٹ کرتے ہیں جو خاص خاص لوگوں کو دی جاتی ہیں یا ان کو جو اشتہار فراہم کرتے ہیں۔ورنہ وہ بھی آن لائن ہے اور دنیا کے بے شمار ممالک میں پڑھا جاتا ہے۔وہ بھی اس لئے کہ ان کی جماعت احمدیہ کی وجہ سے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جاتا ہے۔ورنہ سال بھی نہ گزار پاتے۔۔

اس کے بعد مجھے امید نہیں کہ اردو اخبارات ورسائل کوئی شائع کرے۔یہی چند سال ہیں جب تک پہلی نسل والے زندہ ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ رخصت ہوتے جارہے ہیں۔ذرا سوچیئے چند برسوں بعد جب ہماری تیسری چوتھی نسل جوان ہوجائے گی جن کی تعلیم وتربیت انگریزی ماحول کی ہے انہوں نے کہاں اردو بولنی ہے یا لکھنی پڑھنی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اردو زندہ رہے گی اور زندہ ہے وہ خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ہم اپنی زبان اپنی اولاد کو منتقل کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں آج ہمارے بچے انگریزی بولتے ہیں اور والدین کو انگلش بولتے اچھے لگتے ہیں!!

تصنیفاتِ امجد مرزا امجؔد

نمبر	کتاب	سال
1	کانچ کے رشتے	2000ء
2	سونے کی صلیب	2001ء
3	دوریاں	2003ء
4	پھلواری	2004ء
5	اوکھے پینڈے	2005ء
6	یاداں	2005ء
7	تنہائیاں	2005ء
8	جھوٹے لوگ	2006ء
9	دھنک کے رنگ	2007ء
10	ہوائے موسمِ دل	2010ء
11	توبہ	2011ء
12	وچھوڑے	2013ء
13	برطانیہ کے ادبی مشاہیر	2014ء
14	چند قہقہے	2014ء
15	یادِ ماضی	2017ء
16	سوزِ حیات	2017ء
17	کچھ کہنا سخنوروں کا	2018ء
18	بولتے حروف	2019ء
19	بوڑھ دی چھاں	2020ء
20	شعلۂ سخن	2020ء
21	مکان	2021ء
22	سُخنِ گل	2021ء
23	یورپ کے ادبی مشاہیر	2023ء
24	یاداں تیریاں	2023ء
25	چار کلیاں (قطعات)	2023ء

زیرِ ترتیب کتب: میں اور وہ (سوانح عمری) مکان 2 (سنی سنائی مزاحیہ کہانیاں) قہقشاں (لطیفے) بہت ہو چکا (افسانے) پرچھاواں (پنجابی شاعری)

سویرا اکیڈیمی ،لندن کی مطبوعات

نمبر	کتاب	مصنف
1	دوریاں	امجد مرزا امجد
2	پھلواری	امجد مرزا امجد
3	یادیں	امجد مرزا امجد
4	اوکھے پینڈے	امجد مرزا امجد
5	یاداں	امجد مرزا امجد
6	باغاں دے وچکار	منور احمد کنڈے
7	تنہائیاں	امجد مرزا امجد
8	بیدار دل	منور احمد کنڈے
9	خیالِ واصف	آصف اکبرآبادی
10	خوشبوئے فضائے فردوس	نجمہ شاہین
11	جھوٹے لوگ	امجد مرزا امجد
12	طاقِ دل	منور احمد کنڈے
13	پینگ اُلارے	منور احمد کنڈے
14	دھنک کے رنگ	امجد مرزا امجد
15	وچھوڑے	امجد مرزا امجد
16	کانچ کی گڑیا	مسرت ناہید
17	حرفِ منور	منور احمد کنڈے
18	ہوائے موسم دل	امجد مرزا امجد
19	یاداں	راجہ محمد الیاس
20	سمندر پار	راجہ محمد الیاس
21	توبہ	امجد مرزا امجد
22	وچھوڑے	امجد مرزا امجد
23	برطانیہ کے ادبی مشاہیر	امجد مرزا امجد
24	چند قہقہے	امجد مرزا امجد
25	پیاس	کلیم اللہ
26	یادِ ماضی	امجد مرزا امجد
27	سوزِ حیات	امجد مرزا امجد
28	پھول اور کانٹے	ثناءاللہ سیالکوٹی
29	ابھی کچھ لوگ باقی ہیں	مبارک صدیقی
30	مائیں کنارے	فوزیہ مغل
31	تلخ وشیریں	ثناءاللہ سیالکوٹی
32	کچھ کہنا سخنوروں کا	امجد مرزا امجد
33	شامِ سخن	شائق نصیر پوری
34	فوزیہ مغل دانشوروں۔۔	اسلم چشتی
35	دکھاں دا پراگا	نصیر احمد ناصر
36	سورج کا غوا	سرور غزالی
37	امجد مرزا کا تخلیقی منظر نامہ	نذیر فتح پوری
38	اچھے برےلوگوں کے واقعات	ثناءاللہ سیالکوٹی
39	سجری سویر	راجہ محمد الیاس
40	بولتے حروف	امجد مرزا امجد

سویرا اکیڈیمی لندن

سے آج تک ماشاءاللہ 60 کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو مجھے یقین ہے کہ برطانیہ میں ایک ریکارڈ ہے۔

مگر یہ کام میں ختم کرنے لگا ہوں اور ریٹائر ہونا چاہتا ہوں کہ اب مزید کام بری طرح تھکا دیتا ہے۔

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم، لندن
2006 سے ہر ماہ کی پہلی اتوار کو کامیاب مشاعروں کا انعقاد

ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਤੇ ਭਾਰਤ ਦੀ ਪਾਕ ਧਰਤੀ
ਮਿੱਟੀ ਲਾ ਕੇ ਮੱਥੇ ਘੁੰਮਾ ਰਹੀ ਏ
ਸਾਡੇ ਗੁਰੂਆਂ ਤੇ ਪੀਰਾਂ ਦੀ ਇਹ ਧਰਤੀ
ਇਸ ਗੱਲ ਨੂੰ ਕਿੱਦਾਂ ਭੁੱਲਾ ਰਹੀ ਏ

ਜੇਕਰ ਬਣਨ ਮਿੱਤਰ ਤੇ ਵਧਾਈ ਦਿਆਂ
ਸਾਡਾ ਪਿਆਰ ਹੀ ਸਾਡੀ ਸੌਗ਼ਾਤ ਬਣ ਜਾਏ
ਸਹਿਮੀ ਦਿਲਾਂ ਵਿੱਚ ਮਿਲਣ ਦੀ ਤਾਂਘ ਜਾਗੇ
ਚਸ਼ਮਾ ਪਿਆਰ ਦਾ ਆਬ-ਏ-ਹਯਾਤ ਬਣ ਜਾਏ

ਸਾਂਝਾ ਪੰਜਾਬ

ਸਾਂਝਾ ਸੀ ਪੰਜਾਬ ਜਦੋਂ ਪੰਜਾਂ ਦਰਿਆਵਾਂ ਵਾਲਾ
ਸਾਂਝੀਆਂ ਸੀ ਪਿੰਡਾਂ ਦੀਆਂ ਗਲੀਆਂ
ਲੱਗਦੀਆਂ ਰੌਣਕਾਂ ਸੀ ਤੱਕੀਆਂ ਮਜ਼ਾਰ ਉੱਤੇ
ਮਸਤੀ ਵਿੱਚ ਪਾਉਣ ਲੋਕੀ ਜੁੱਲੀਆਂ
ਮੁੜ ਕੇ ਨਾ ਲੱਭਿਆ ਉਹ ਪੰਜਾਬ ਸਾਨੂੰ ਰੰਗਲਾ
ਹੋ ਗਈਆਂ ਸੀ ਗੱਲਾਂ ਕਈ ਅਵੱਲੀਆਂ
ਸਾਂਝਾ ਸੀ ਪੰਜਾਬ ਜਦੋਂ ਪੰਜਾਂ ਦਰਿਆਵਾਂ ਵਾਲਾ
ਸਾਂਝੀਆਂ ਸੀ ਪਿੰਡਾਂ ਦੀਆਂ ਗਲੀਆਂ

ਯਾਦ ਆਵੇ ਮੈਨੂੰ ਉਹ ਪੰਜਾਬ ਦਿਆਂ ਪਾਣੀਆਂ ਦੀ
ਆਸ਼ਿਕਾਂ ਨੇ ਜਿੱਥੇ ਮੌਜਾਂ ਮਾਰੀਆਂ
ਬੋਹੜਾਂ ਅਤੇ ਪਿੱਪਲਾਂ ਦੇ ਥੜ੍ਹੇ ਮੈਨੂੰ ਯਾਦ ਆਉਂਦੇ
ਬਣ ਬਣ ਜਿੱਥੇ ਬਹਿੰਦੇ ਢਾਣੀਆਂ
ਯਾਦ ਆਵੇ ਜਦ ਮੈਨੂੰ ਪੱਛਮੀ ਪੰਜਾਬ ਦੀ
ਮਨ ਵਿੱਚ ਵੱਜ ਜਾਣ ਟੱਲੀਆਂ
ਸਾਂਝਾ ਸੀ ਪੰਜਾਬ ਜਦੋਂ ਪੰਜਾਂ ਦਰਿਆਵਾਂ ਵਾਲਾ
ਸਾਂਝੀਆਂ ਸੀ ਪਿੰਡਾਂ ਦੀਆਂ ਗਲੀਆਂ

ਹਿੰਦੂ ਅਤੇ ਮੁਸਲਿਮ ਸਿੱਖ ਸਾਰੇ ਇਕੱਠੇ ਰਹਿੰਦੇ
ਵੰਡ ਖਾਂਦੇ ਚੂਰੀਆਂ ਨਿਆਜ਼ਾਂ ਨੂੰ

ਪਿਆਰ ਦੀ ਗਲੀ

ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਤੇ ਭਾਰਤ ਜੇ ਬਣਨ ਮਿੱਤਰ
ਦੁਨੀਆ ਕਰੇਗੀ ਲੱਖ ਹਜ਼ਾਰ ਚਰਚੇ
ਦੋਵਾਂ ਦੁਸ਼ਮਣਾਂ ਤੇ ਰੱਬ ਦੀ ਮਿਹਰ ਹੋ ਜਾਏ
ਭਾਵੇਂ ਹੋਣ ਪਏ ਗਲੀ ਬਾਜ਼ਾਰ ਚਰਚੇ

ਆਮ ਲੋਕ ਤਾਂ ਚਾਹੁੰਦੇ ਨੇ ਦੋਸਤੀ ਨੂੰ
ਵਿੱਚ ਵਿੱਚ ਰਹਿਣ ਭਾਵੇਂ ਕਰਦੇ ਖਾਰ ਚਰਚੇ
ਝੋਲੀ ਅੱਡ ਕੇ ਰੱਬ ਤੋਂ ਖੈਰ ਮੰਗਾਂ
ਹੋਣ ਦੋਸਤੀ ਦੇ ਆਰ ਪਾਰ ਚਰਚੇ

ਇਕੱਠੇ ਵੰਡੀਏ ਖੁਸ਼ੀਆਂ ਤੇ ਖੇੜਿਆਂ ਨੂੰ
ਹੁੰਦੇ ਰਹਿਣ ਵਿੱਚ ਸੰਸਾਰ ਚਰਚੇ
ਇੱਕਠੇ ਹੋਕੇ ਇਸ ਦੀ ਦੋਸਤੀ ਲਈ
ਕਰਦੇ ਪਿਆਂ ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ ਚਰਚੇ

ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਤੇ ਭਾਰਤੀ ਸ਼ੇਰ ਉੱਠੋ
ਉੱਠੋ ਆਪਣੀ ਆਪੇ ਤਕਦੀਰ ਬਦਲੋ
ਸੀਨੇ ਵਿੱਚ ਜੋ ਪਿਆਰ ਨਾਲ ਵੱਜਦੀ ਨਹੀਂ
ਖੁੰਢੇ ਹੋ ਗਏ ਉਹ ਨਫਰਤ ਦੇ ਤੀਰ ਬਦਲੋ

ਉੱਲੂ ਆਪਣਾ ਹੀ ਸਿੱਧਾ ਜੋ ਕਰਨ ਜਿਹੜੇ
ਬਦਲ ਦਿਓ ਸਰਕਾਰਾਂ ਵਜ਼ੀਰ ਬਦਲੋ
ਨਫਰਤ ਵੱਧੀ ਹੋ ਦਿਲਾਂ ਦੇ ਵਿੱਚ ਸਾਡੇ
ਉੱਠੋ ਨਫਰਤ ਦੀ ਅੱਜ ਲਕੀਰ ਬਦਲੋ

ਨਾਲ ਪਿਆਰ ਦੇ ਪਿਆਰ ਦੀ ਜੋਤ ਬਾਲੋ
ਪਿਆਰ ਕਦੇ ਵੀ ਵੰਡਿਆਂ ਮੁੱਕਦਾ ਨਹੀਂ
ਸਾਡਾ ਪਿਆਰ ਹੀ ਦਿਲਾਂ ਦੀ ਸਾਂਝ ਬਣ ਜਾਏ
ਸਮਾਂ ਪਿਆਰ ਦਾ ਕਦੀ ਮੁੱਕਦਾ ਨਹੀਂ

ਰੱਬ ਕਰੇ ਫਿਰ ਤੋਂ ਬਣ ਜਾਏ ਦੋਸਤਾਨਾ
ਅੱਜ ਭਾਰਤ ਤੇ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਦਾ ਇਹ
ਹੋਵੇ ਦੋਸਤੀ ਖੰਡ ਤੇ ਖੀਰ ਵਰਗੀ
ਪਹਿਲਾਂ ਇਕੱਠੇ ਸੀ ਹਰ ਕੋਈ ਜਾਣਦਾ ਇਹ

ਨੱਚਦੇ ਰਹਿੰਦੇ ਸੀ ਈਦਾਂ ਵਿਸਾਖੀਆਂ ਤੇ
ਇਰਾਦਾ ਫਿਰ ਅੱਜ ਈਦ ਮਨਾਉਣ ਦਾ ਇਹ
ਭੰਗੜੇ ਪਾਉਂਦੇ ਸੀ ਢੋਲ ਦੀ ਤਾਣ ਉੱਤੇ
ਆਵੇ ਦਿਨ ਫਿਰ ਲੁੱਢੀਆਂ ਪਾਉਣ ਦਾ ਇਹ

ਇਕੱਠੇ ਟੁਰੇ ਆਜ਼ਾਦੀ ਦੇ ਕੋਲ ਆਪਾਂ
ਰਲ ਕੇ ਮਨਾਏ ਜਸ਼ਨ ਆਜ਼ਾਦੀਆਂ ਦੇ
ਕਿਹੜੀ ਗੱਲੋਂ ਲੜਾਈਆਂ ਤੇ ਹੋਣ ਝਗੜੇ
ਬੂਹੇ ਖੋਲ੍ਹੋ ਨਾ ਯਾਦਾਂ ਬਰਬਾਦੀਆਂ ਦੇ

ਬੱਚ ਕੇ ਰਹੋ ਸ਼ੈਤਾਨ ਦੀ ਨਜ਼ਰ ਕੋਲੋਂ
ਟਿੱਕਾ ਦੋਸਤੀ ਨੂੰ ਕਾਲਾ ਲਾ ਰਹੀ ਏ
ਦੋਹਾਂ ਦੋਸਤਾ ਨੂੰ ਡੱਬੀ ਦੇ ਵਿੱਚ ਪਾ ਕੇ
ਚਾਬੀ ਮੌਲਾ ਦੇ ਹੱਥ ਫੜਾ ਰਹੀ ਏ

ਮੈਂ ਪਿਛਲੇ ਸਾਤ ਆਠ ਬਰਸੋਂ ਸੇ "ਸੈਵਨ ਕਿੰਗ" ਕੇ ਗੁਰੂਦੁਆਰੇ ਮੇਂ ਮਾਹਾਨਾ ਅਦਬੀ ਮਹਿਫਿਲ ਜਿਸੇ "ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ" ਕਾ ਨਾਮ ਦੀਆ ਜਾਤਾ ਹੈ "ਅਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ" ਮੇਂ ਬਾਕਾਇਦਗੀ ਕੇ ਸਾਥ ਜਾਤਾ ਹੂੰ ਜਿਸ ਕੇ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਸਾਹਿਬ ਸਦਰ ਹੈਂ। ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਸਾਹਿਬ ਅਪਣੇ ਆਣਜਹਾਨੀ ਭਾਈ ਮੋਹਿੰਦਰ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਕੇ ਸਾਥ ਆਤੇ ਥੇ, ਦੋਨੋਂ ਭਾਈ ਨਿਹਾਇਤ ਅੱਛੇ ਸ਼ਾਇਰ ਹੈਂ। ਇਨਕੀ ਜ਼ਿਆਦਾਤਰ ਤਵੀਲ ਨਜ਼ਮੇਂ ਹੋਤੀ ਹੈਂ ਮਗਰ ਬਹਿਰ ਅਰੂਜ਼ ਕਾ ਖਾਸ ਖਿਆਲ ਰਖਤੇ ਹੈਂ। ਤਮਾਮ ਸ਼ਾਇਰੀ ਪੰਹਾਬੀ ਮੇਂ ਕੀ ਜਾਤੀ ਹੈ। ਅਕਸਰ ਲੋਗ ਇਬਾਦਤ ਸੇ ਫਾਰਿਗ ਹੋ ਕਰ ਗੁਰੂਦੁਆਰੇ ਕੀ ਤਰਫ ਸੇ ਮੁਖਤੱਸ ਕੀਏ ਹੁਏ ਉਸ ਕਮਰੇ ਮੇਂ ਆ ਜਾਤੇ ਹੈਂ ਜਹਾਂ ਹਰ ਮਾਹ ਕੇ ਆਖਿਰੀ ਹਫਤੇ ਏਕ ਬਜੇ ਸੇ ਚਾਰ ਬਜੇ ਤਕ ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ ਯਾਨੀ ਮੁਸ਼ਾਇਰਾ ਹੋਤਾ ਹੈ। ਜਿਸ ਮੇਂ ਚਾਏ ਔਰ ਦੀਗਰ ਲਵਾਜ਼ਿਮਾਤ ਕਾ ਭੀ ਇੰਤਜ਼ਾਮ ਹੋਤਾ ਹੈ ਜਬਕਿ ਲੰਗਰ ਜਿਸ ਮੇਂ ਕਈ ਕਿਸਮ ਕੇ ਖਾਣੇ ਹੋਤੇ ਹੈਂ ਉਸ ਕਾ ਸਿਲਸਿਲਾ ਭੀ ਰਾਤ ਗਏ ਤਕ ਚਲਤਾ ਰਹਿਤਾ ਹੈ ਔਰ ਕੋਈ ਕਿਸੀ ਪਰ ਪਾਬੰਦੀ ਨਹੀਂ ਹੋਤੀ ਜੋ ਭੀ ਜਾਏ ਔਰ ਪੇਟ ਭਰ ਕਰ ਖਾਣਾ ਖਾਏ। ਯੇ ਸਿੱਖ ਬਰਾਦਰੀ ਕਾ ਬਹੁਤ ਬੜਾ ਪੁੰਨ ਹੈ।

ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਸਾਹਿਬ ਭੀ ਮੁਤਰਨਿੰਮ ਸ਼ਾਇਰ ਹੈਂ। ਇਨ ਕੀ ਦੋ ਕਿਤਾਬੇਂ ਆ ਚੁਕੀ ਹੈਂ। "ਸੁਖੀ ਵੱਸਦਾ ਰਹੇ ਪੰਜਾਬ ਸਾਡਾ"(ਹਮੇਸ਼ਾ ਆਬਾਦ ਰਹੇ ਹਮਾਰਾ ਪੰਜਾਬ) ਔਰ "ਕੁੱਖ ਵਿੱਚ ਮਾਰੀ ਗਈ ਧੀ ਦੇ ਸੁਪਨੇ"(ਪੇਟ ਮੇਂ ਮਾਰੀ ਗਈ ਬੇਟੀ ਕੇ ਸਪਨੇ)। ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਇਨ ਕੀ ਨਜ਼ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਰਸਾਲੋਂ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋਤੀ ਰਹਿਤੀ ਹੈਂ। ਵਾਲਥਮ ਫਾਰੈਸਟ ਕੇ ਸਾਬਕਾ ਮੇਅਰ ਭੋਗਲ ਸਾਹਿਬ ਭੀ ਏਕ ਮੁੱਦਤ ਸੇ ਅਪਟਨ ਪਾਰਕ ਕੇ ਇਲਾਕੇ ਮੇਂ ਮੁਸ਼ਾਇਰਾ ਕਰਤੇ ਹੈਂ ਜਿਸ ਮੇਂ ਹਮੇਸ਼ਾ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਾਹਿਬ ਕੋ ਸਦਾਰਤ ਦੀ ਜਾਤੀ ਹੈ। ਆਪ ਉਨ ਤਮਾਮ ਪੰਹਾਬੀ ਸ਼ੋਅਰਾ ਮੇਂ ਸੇ ਜਵਾਨ ਦੋਨੋਂ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਆਤੇ ਹੈਂ ਕਾਬਿਲ ਅਹਿਤਰਾਮ ਓ ਇੱਜ਼ਤ ਔਰ ਬਜ਼ੁਰਗ ਸ਼ਾਇਰੀ ਹੈਸੀਅਤ ਸੇ ਜਾਣੇ ਜਾਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਨਿਹਾਇਤ ਮੁਖਲਿਸ ਦੋਸਤ ਨਵਾਜ਼ ਔਰ ਧੀਮੇ ਲਹਿਜੇ ਕੇ ਇਨਸਾਨ ਹੈਂ ਜੋ ਕਿਸੀ ਮੁਲਕੀ ਤਫਰੀਕ ਕੋ ਨਹੀਂ ਮਾਨਤੇ, ਪੰਜਾਬ ਔਰ ਪੰਜਾਬੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਸੇ ਨਿਹਾਇਤ ਦਿਲੀ ਮੁਹੱਬਤ ਰਖਤੇ ਹੈਂ ਚਾਹੇ ਵੋ ਇਸ ਪਾਰ ਯਾ ਉਸ ਪਾਰ ਕੀ ਹੋ।

ਮੈਂ ਵਾਹਿਦ ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਮੁਸਲਮਾਨ ਹੂੰ ਜੋ ਇਨ ਦੋਨੋਂ ਦਰਵੇਸ਼ ਕੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਜਾਤਾ ਹੂੰ ਜਹਾਂ ਮੁਝੇ ਬਹੁਤ ਮੁਹੱਬਤ ਔਰ ਇੱਜ਼ਤ ਦੀ ਜਾਤੀ ਹੈ ਔਰ ਬਹੁਤ ਸੇ ਅੱਛੇ ਮੁਖਲਿਸ ਦੋਸਤ ਮਿਲੇ ਹੈਂ। ਮੈਂ ਸਹਿਮੀ ਸਾਹਿਬ ਕਾ ਸ਼ੁਕਰਗੁਜ਼ਾਰ ਹੂੰ ਕਿ ਆਪ ਇਸ ਤਾਰੀਖੀ ਕਿਤਾਬ ਮੇਂ ਪੂਰੇ ਤਆਵੁਨ ਕੇ ਸਾਥ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੁਏ ਔਰ ਆਪ ਨੇ ਦੀਗਰ ਪੰਜਾਬੀ ਦੋਸਤੋਂ ਕੇ ਗੁਰਮੁਖੀ ਕਲਾਮ ਕੇ ਤਰਜੁਮੇ ਮੇਂ ਮੇਰੀ ਮਦਦ ਫਰਮਾਈ। ਅੱਲ੍ਹਾ ਪਾਕ ਆਪ ਕੋ ਸਦਾ ਸਲਾਮਤ ਰੱਖੇ। ਆਮੀਨ॥

ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ (ਲੰਦਨ)

Harcharan Singh Sehmi

15, Norfolk Road, Seven King, Alford, IG3 8LQ

Telephone: 07788564278

"ਮੇਰੀ ਆਪਣੀ ਪਹਿਚਾਣ" ਕੇ ਉਨਵਾਨ ਸੇ ਆਪ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ ਕਿ "ਪੰਜਾਬ, ਇੰਡੀਆ ਦੇ ਜ਼ਿਲ੍ਹਾ ਅੰਮ੍ਰਿਤਸਰ ਵਿੱਚ ਇੱਕ ਨਿੱਕਾ ਜਿਹਾ ਪਿੰਡ ਜਿਸਦਾ ਨਾਂ ਅਜੀਬ ਜਿਹਾ "ਖਿਓਵਾਲੀ" ਜਿੱਥੇ ਮੇਰੇ ਨਾਨਕੇ ਨੇ, ਰਿਵਾਜ ਮੁਤਾਬਿਕ ਪਹਿਲਾ ਬੱਚਾ ਨਾਨਕੇ ਘਰ ਪੈਦਾ ਹੋਇਆ ਸੀ ਤੇ ਪਲੇਠੀ ਦਾ ਹੋਣ ਕਰਕੇ ਇਸ ਪਿੰਡ ਵਿੱਚ ਮੇਰਾ ਜਨਮ ਹੋਇਆ। ਮੇਰੇ ਮਾਪਿਆਂ ਨੇ ਮੇਰਾ ਨਾਂ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਰੱਖਿਆ। ਬਾਅਦ ਵਿੱਚ ਮੇਰੀ ਪਰਵਰਿਸ਼ ਆਪਣੇ ਜੱਦੀ ਪੁਸ਼ਤੀ ਪਿੰਡ ਅੰਮ੍ਰਿਤਸਰ ਵਿੱਚ ਹੋਈ, ਨਵੇਂ ਪਿੰਡ ਦੀ ਮਿੱਟੀ ਵਿੱਚ ਖੇਡ ਕੇ ਮੈਂ ਵੱਡਾ ਹੋਇਆ।"

ਮੈਨੂੰ ਨਿੱਕਿਆਂ ਹੋਣ ਤੋਂ ਕਵਿਤਾ ਲਿਖਣ ਤੇ ਸਟੇਜ ਤੇ ਬੋਲਣ ਦਾ ਚਸਕਾ ਮੇਰੇ ਨਾਨਕਿਆਂ ਤੋਂ ਪਿਆ। ਮੇਰੇ ਮਾਮਾ ਗਿਆਨ ਸਿੰਘ ਜੀ ਹਰ ਥਾਂ ਤੇ ਮੈਨੂੰ ਨਾਲ ਲੈ ਕੇ ਪ੍ਰੋਗਰਾਮਾਂ ਚ ਜਾਂਦੇ ਸਨ, ਤੇ ਮੈਨੂੰ ਉਹਨਾਂ ਕੋਲੋਂ ਬਹੁਤ ਕੁੱਝ ਸਿੱਖਣ ਨੂੰ ਮਿਲਿਆ। 15 ਸਾਲ ਦੀ ਉਮਰ ਵਿੱਚ ਮੈਂ ਈਸਟ ਅਫਰੀਕਾ ਨੈਰੋਬੀ, ਕਿਨੀਆ ਚਲਾ ਗਿਆ। ਓਥੇ ਮੇਰਾ ਮੇਲ ਚੰਗੇ ਚੰਗੇ ਲਿਖਾਰੀਆਂ ਨਾਲ ਹੋਇਆ ਤੇ ਉਹਨਾਂ ਕੋਲੋਂ ਵੀ ਮੈਨੂੰ ਬਹੁਤ ਕੁੱਝ ਸਿੱਖਣ ਨੂੰ ਮਿਲਿਆ।

ਨੈਰੋਬੀ ਦੀ ਇੱਕ ਮਸ਼ਹੂਰ ਸਭਾ(ਤੰਜ਼ੀਮ) ਜਿਸਦਾ ਨਾਂ "ਜੈ ਹਿੰਦ ਕਵੀ ਮੰਡਲ" ਸੀ, ਇਸ ਦਾ ਵੀ ਛੋਟੀ ਉਮਰ ਵਾਲਾ ਮੈਂਬਰ ਬਣਾਇਆ ਗਿਆ। ਓਥੇ ਮੈਨੂੰ ਬਹੁਤ ਸਾਰੀਆਂ ਕਵਿਤਾਵਾਂ(ਨਜ਼ਮਾਂ) ਲਿਖਣ ਦਾ ਮੌਕਾ ਮਿਲਿਆ। ਜਿਹਨਾਂ ਵਿੱਚ ਮੈਂ "ਸਹਿਮੀ ਦੀ ਪਹਿਚਾਣ", "ਅਫਰੀਕਾ ਦੀ ਯਾਦ" ਤੇ ਅਫਰੀਕਾ ਵਾਰੇ ਹੋਰ ਵੀ ਕਈ ਕਵਿਤਾਵਾਂ ਲਿਖੀਆਂ।

ਫਿਰ 1965 ਵਿੱਚ ਇੰਗਲੈਂਡ ਆਇਆ ਤੇ ਇੱਥੇ ਆਕੇ ਮਾਂ ਬੋਲੀ ਪੰਜਾਬੀ ਦੀ ਸੇਵਾ ਕੀਤੀ ਤੇ ਦੋ ਕਿਤਾਬਾਂ ਲਿਖ ਕੇ ਮਾਂ ਬੋਲੀ ਪੰਜਾਬੀ ਦੀ ਝੋਲੀ ਵਿੱਚ ਪਾ ਚੁੱਕਿਆਂ ਵਾਂ "ਸੁਖੀ ਵੱਸਦਾ ਰਹੇ ਪੰਜਾਬ ਸਾਡਾ" ਤੇ "ਕੁੱਖ ਵਿੱਚ ਮਾਰੀ ਗਈ ਧੀ ਦੇ ਸੁਪਨੇ"। ਆਖਿਰ ਵਿੱਚ ਮੈਂ ਆਪਣੇ ਅਜ਼ੀਜ਼ ਦੋਸਤ ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਹੋਰਾਂ ਦਾ ਸ਼ੁਕਰਗੁਜ਼ਾਰ ਹਾਂ ਜਿਹਨਾਂ ਦੀ ਮਿਹਰਬਾਨੀ ਨਾਲ ਮੈਂ ਆਪਣੀਆਂ ਕਵਿਤਾਵਾਂ ਉਰਦੂ ਵਿੱਚ ਵੀ ਛਪਵਾ ਰਿਹਾ ਹਾਂ।"

ਯੇ ਤਹਿਰੀਰ ਜਨਾਬ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਸਹਿਬ ਕੀ ਥੀ ਜੋ ਪਹਿਲੇ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਦੀ ਗਈ, ਇਸ ਕੇ ਬਾਅਦ ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਕਮਾਲ ਮੁਹੱਬਤ ਸੇ ਕਿਸੀ ਦੋਸਤ ਸੇ ਜੋ ਉਰਦੂ ਲਿਖ ਸਕਤਾ ਹੈ ਸੇ ਇਸਕਾ ਸ਼ਾਹਮੁਖੀ ਮੇਂ ਤਰਜੁਮਾ ਕਰਵਾ ਕਰ ਦੀਆ।

ਰੋਜ਼ ਦੀ ਅਰਦਾਸ

ਨਿੱਤ ਨਵੇਂ ਦਿਨ ਦਾ ਆਗ਼ਾਜ਼ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ
ਦੁਨੀਆ ਲਈ ਸਾਰੇ ਅਰਦਾਸ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ

ਅੱਥਰੂ ਨਾ ਦੇਵੀਂ ਕਿਸੇ ਅੱਖ ਵਿੱਚ ਦਾਤਾ ਜੀ
ਫੈਸਲੇ ਤੂੰ ਕਰੀਂ ਸਾਡੇ ਹੱਕ ਵਿੱਚ ਦਾਤਾ ਜੀ
ਭਰ ਦੇਵੀਂ ਝੋਲੀਆਂ ਗ਼ਰੀਬਾਂ ਦੀਆਂ ਦਾਤਾ ਜੀ
ਕਿਸੇ ਨੂੰ ਨਾ ਕੰਮ ਵਿੱਚ ਹੋਏ ਕਦੇ ਘਾਟਾ ਦਾਤਾ ਜੀ
ਬਿਨਾ ਮੰਗੇ ਸੁੱਖ ਦੇਵੀਂ ਦੁਨੀਆ ਨੂੰ ਸਾਈਂਆ ਵੇ
ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਚ ਕਿਸੇ ਨੂੰ ਨਾ ਆਉਣ ਕਠਿਨਾਈਆਂ ਵੇ
ਆਸਾਂ ਤੇ ਉਮੀਦਾਂ ਅਸਾਂ ਤੇਰੇ ਉੱਤੇ ਧਰੀਏ
ਨਿੱਤ ਨਵੇਂ ਦਿਨ ਦਾ ਆਗ਼ਾਜ਼ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ
ਦੁਨੀਆ ਲਈ ਸਾਰੇ ਅਰਦਾਸ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ

ਰੱਜ ਖਾਣ ਰੋਟੀ ਸਾਰੇ ਤਨ ਉੱਤੇ ਕੱਪੜਾ
ਤਲਾਈ ਮੰਜਾ ਸੌਣ ਨੂੰ ਸਿਰ ਉੱਤੇ ਛਪਰਾ
ਰੱਬਾ ਤੂੰ ਮੁਰਾਦਾਂ ਕਰੀਂ ਸਭ ਦੀਆਂ ਪੂਰੀਆਂ
ਕਿਸੇ ਨੂੰ ਨਾ ਕਰੀਂ ਰੱਬਾ ਆਪਣੇ ਤੋਂ ਦੂਰ ਤੂੰ
ਸਾਰਿਆਂ ਤੇ ਪਾਵੀਂ ਪਿਆਰ ਆਪਣੇ ਦੀ ਪੂਰ ਤੂੰ
ਤੇਰੀਆਂ ਹੀ ਸਾਹਵਾਂ ਨਾਲ ਸਾਹ ਆਪਾਂ ਭਰੀਏ
ਨਿੱਤ ਨਵੇਂ ਦਿਨ ਦਾ ਆਗ਼ਾਜ਼ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ
ਦੁਨੀਆ ਲਈ ਸਾਰੇ ਅਰਦਾਸ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ

ਕੁੜੀਆਂ ਨੂੰ ਕੁੱਖਾਂ ਵਿੱਚ ਕੋਈ ਵੀ ਨਾ ਮਾਰੇ ਰੱਬਾ
ਆਉਣ ਤਕਦੀਰ ਲੈ ਕੇ ਆਪਣੀ ਸਾਰੇ ਰੱਬਾ
ਗੁਰੂਆਂ ਤੇ ਪੀਰਾਂ ਨੂੰ ਜਨਮ ਦੇਣ ਵਾਲੀਏ
ਯੋਧੇ ਸੂਰਵੀਰਾਂ ਨੂੰ ਜਨਮ ਦੇਣ ਵਾਲੀਏ
ਜਿਹਦੇ ਕੋਲੋਂ ਮੰਗੀ ਸੀ ਉਧਾਰੀ ਛਾਂ ਰੱਬ ਨੇ
ਕਿਉਂ ਕੰਡੇ ਆਪਣੀ ਹੀ ਰਾਹਵਾਂ ਉੱਤੇ ਧਰੀਏ
ਨਿੱਤ ਨਵੇਂ ਦਿਨ ਦਾ ਆਗ਼ਾਜ਼ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ
ਦੁਨੀਆ ਲਈ ਸਾਰੇ ਅਰਦਾਸ ਐਦਾਂ ਕਰੀਏ

ਕਿਉਂ ਆਕੜ ਆਕੜ ਚੱਲਦਾ ਏਂ ਮਨਾਂ
ਹੰਕਾਰ ਦਾ ਹੀ ਪਾਣੀ ਭਰਦਾ ਏਂ ਮਨਾਂ?
ਧੰਨ ਦੀ ਲਾਲਚ ਬਾਹਲੀ ਕਰਦਾ
ਪੈਸੇ ਪੈਸੇ ਤੇ ਮਰਦਾਂ
ਮਨਾਂ ਕਿਉਂ ਕਰਦਾ ਏਂ ਮੇਰੀ ਮੇਰੀ
ਓ ਹੁਣੇ ਜੇ ਫੂਕ ਨਿੱਕਲ ਜਾਏ ਤੇਰੀ
ਪੈਸੇ ਨੂੰ ਦੱਸ ਕੀ ਕਰੇਂਗਾ
ਹਿੱਕ ਤੇ ਰੱਖ ਕੇ ਨਾਲ ਮਰੇਂਗਾ?
ਪੈਸੇ ਦਾ ਕੋਈ ਫਾਇਦਾ ਚੁੱਕ ਲੈ
ਖਰਚ ਕੇ ਪੈਸਾ ਮੌਜਾਂ ਲੁੱਟ ਲੈ
ਜੇਬ ਵੀ ਹਲਕੀ ਕਰਿਆ ਕਰ
ਕਿਸੇ ਗ਼ਰੀਬ ਦੀ ਝੋਲੀ ਭਰਿਆ ਕਰ
ਐਵੇਂ ਮਰੂ ਮਰੂ ਨਾ ਕਰਿਆ ਕਰ
ਦਿਲ ਦਰਿਆ ਵਿੱਚ ਤਰਿਆ ਕਰ
ਹੁਣ ਮਨ ਕਿਨਾਰੇ ਪਹੁੰਚੇ ਯਾਰਾ
ਵੰਡ ਦੇ ਪੈਸਾ ਧੇਲਾ ਸਾਰਾ
ਆਪਣੀ ਹੱਥੀਂ ਵੰਡ ਕੇ ਜਾਈਂ
ਬੱਚਿਆਂ ਵਿੱਚ ਨਾ ਪਾਟਕ ਪਾਈਂ
ਅੰਤ ਸਮਾਂ ਕਦੇ ਵੀ ਆ ਸਕਦਾ
ਬਿਨ ਪੁੱਛਿਆਂ ਵੀ ਲੈ ਕੇ ਜਾ ਸਕਦਾ
ਮੰਦਾ ਮੈਨੂੰ ਆਖੇ ਯਾਰਾ
ਦੌਲਤ ਦਾ ਦੱਸ ਕੀ ਪੁਆੜਾ
ਐਵੇਂ ਡਰਾਉਂਦਾ ਰਹਿੰਦਾ ਏਂ ਮੀਤਾ
ਬੁੱਢੇ ਵੇਲੇ ਧੰਨ ਇਕੱਠਾ ਕੀਤਾ

ਨਾ ਕੁੱਝ ਖਾਧਾ ਨਾ ਕੁੱਝ ਪੀਤਾ
ਦੌਲਤ ਦਾ ਕੋਈ ਮਜ਼ਾ ਨਾ ਲੀਤਾ
ਨਾ ਹੀ ਕਾਰਾਂ ਉੱਤੇ ਚੜ੍ਹਿਆ
ਪੁਰਾਣਾ ਸਾਈਕਲ ਉਹ ਵੀ ਮਰਿਆ
ਬਗ਼ੈਰ ਜੁੱਤੀ ਕੰਡੇ ਮਰਵਾਏ
ਨਾ ਮੈਂ ਮੁੱਲ ਦੇ ਕੱਪੜੇ ਪਾਏ
ਬਨੈਨ ਕੱਛੇ ਵਿੱਚ ਝੱਟ ਲੰਘਾਇਆ
ਧੋ ਕੇ ਮਹੀਨਾ ਮਹੀਨਾ ਪਾਇਆ
ਨਾ ਮੈਂ ਨਵਾਂ ਮਕਾਨ ਬਣਾਇਆ
ਢੱਠੇ ਖੂਹ ਤੇ ਡੇਰਾ ਲਾਇਆ
ਇਕੱਠੀ ਕੀਤੀ ਪਾਈ ਪਾਈ
ਤਿਜੋਰੀ ਵਿੱਚ ਮੈਂ ਜਾ ਟਿਕਾਈ
ਸੁਭਾਅ ਬੋਲਦਾ ਫਿਰਦਾ ਮੇਰਾ
ਬਾਹਰ ਮੈਂ ਜਾ ਕੇ ਲਾਵਾਂ ਡੇਰਾ
ਦਿਲ ਕਰਦਾ ਅਮਰੀਕਾ ਜਾਵਾਂ
ਓਥੇ ਪੈਸੇ ਖਰਚ ਕੇ ਆਵਾਂ
ਫਿਰਨ ਤੁਰਨ ਦਾ ਸਮਾਂ ਨਹੀਂ ਮੇਰਾ
ਰੋਗਾਂ ਨੇ ਹੁਣ ਪਾਇਆ ਘੇਰਾ
ਬਾਹਰ ਨਹੀਂ ਜਾਣਾ ਡਾਕਟਰ ਕਹਿੰਦਾ
ਹਸਪਤਾਲ ਨੂੰ ਜਾਣਾ ਪੈਂਦਾ
ਐਵੇਂ ਧੰਨ ਦੇ ਅੰਬਾਰ ਲਗਾਏ
ਟੱਬਰ ਵਿੱਚ ਪੁਆੜੇ ਪਾਏ
ਪਛਤਾਇਆਂ ਹੁਣ ਨਾ ਬਦਲਣ ਲੇਖ
ਹੁਣ ਤੇ ਚਿੜੀਆ ਚੁਗ ਗਈ ਖੇਤ
ਮੁਸ਼ੱਕਤ ਕੀਤੀ ਉਮਰਾਂ ਸਾਰੀ
ਸਹਿਮੀ ਤਾਂ ਹੀ ਮਿਲੀ ਦੁਸ਼ਵਾਰੀ

ਮੋਹਿੰਦਰ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ (ਆਣਜਾਣੀ)

Mohinder Singh Sehmi

ਮੋਹਿੰਦਰ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਮਾਰੂਫ ਸ਼ਾਇਰ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਕੇ ਭਾਈ ਥੇ। ਨਿਹਾਇਤ ਸ਼ਰੀਫ ਮਿਲਣਸਾਰ ਔਰ ਮੁਸਕੁਰਾਤੇ ਹੁਏ ਮਿਲਤੇ ਔਰ ਹਾਲ ਪੂਛਤੇ। ਕਾਫੀ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਇਨ ਸੇ ਸੈਵਨ ਕਿੰਗ ਗੁਰੂਦੁਆਰੇ ਕੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਜੋ "ਅਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ" ਕੇ ਨਾਮ ਸੇ ਹਰ ਮਾਹ ਕੇ ਆਖਿਰੀ ਹਫਤੇ ਕੇ ਦਿਨ ਹੋਤੇ ਹੈਂ, ਮੁਲਾਕਾਤ ਹੋਤੀ ਰਹੀ। ਇਸ ਦੌਰਾਨ ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਮੇਂ ਸ਼ਮੂਲੀਅਤ ਕੀ ਹਾਮੀ ਭਰੀ, ਮੁਝੇ ਅਪਣਾ ਕਲਾਮ ਜੋ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਹੈ ਦੀਆ। ਇਸ ਕੇ ਬਾਅਦ ਵੋ ਐਸੇ ਬੀਮਾਰ ਹੁਏ ਕਿ ਏਕ ਦਿਨ ਇਨ ਕੇ ਬੜੇ ਭਾਈ ਕੀ ਜਾਨਿਬ ਸੇ ਨਵੰਬਰ 2019 ਕੋ ਮੁਝੇ ਇਨ ਕੀ ਵਫਾਤ ਕਾ ਮੈਸਜ ਮਿਲਾ। ਨਿਹਾਇਤ ਦਿਲੀ ਦੁਖ ਹੁਆ। ਮੈਂ ਇਨ ਕੇ ਕਿਰਿਆ ਕਰਮ ਪਰ ਭੀ ਹੈਨਲੱਟ ਗਿਆ ਜਹਾਂ ਕਾਫੀ ਤਾਦਾਦ ਮੇਂ ਸਿੱਖ ਫੈਮਿਲੀਜ਼ ਮੌਜੂਦ ਥੀਂ ਜਹਾਂ ਇਨ ਕੋ ਨਜ਼ਰ-ਏ-ਆਤਿਸ਼ ਕੀਆ ਗਿਆ।

ਮੋਹਿੰਦਰ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਤਖੱਲੁਸ ਰਖਤੇ ਥੇ, ਇਨ ਕੀ ਏਕ ਕਿਤਾਬ ਬਨਾਮ "ਵਿਲਾਇਤੀ ਪਿਟਾਰੀ ਚੋਂ" ਭੀ ਸ਼ਾਇਆ ਹੁਈ। ਆਪ ਜ਼ਿਆਦਾਤਰ ਮਜ਼ਾਹ ਲਿਖਤੇ ਜੋ ਹਾਲਾਤ-ਏ-ਹਾਜ਼ਿਰਾ ਪਰ ਹੋਤੇ। ਅੰਦਾਜ਼ ਨਿਹਾਇਤ ਧੀਮਾ ਹੋਤਾ। ਆਪ ਨਵਾਨ ਪਿੰਡ ਜ਼ਿਲ੍ਹਾ ਅੰਮ੍ਰਿਤਸਰ ਮੇਂ 5 ਮਈ 1940 ਮੇਂ ਪੈਦਾ ਹੁਏ। ਕੁਛ ਮੁੱਦਤ ਅਫਰੀਕਾ ਭੀ ਰਹੇ। ਲੰਦਨ ਮੇਂ ਭੀ ਕਾਫੀ ਮੁੱਦਤ ਸੇ ਰਿਹਾਇਸ਼ ਪਜ਼ੀਰ ਥੇ। ਇਲੈਕਟ੍ਰਿਸ਼ਨ ਕਾ ਕਾਮ ਕਰਤੇ ਥੇ। 2000 ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਰੀ ਸ਼ੁਰੂ ਕੀ। ਲੰਦਨ ਕੇ "ਅਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ", "ਪੰਜਾਬੀ ਲਿਖਾਰੀ ਫੋਰਮ", "ਅਪਣਾ ਐਲਡਰਲੀ ਸੋਸ਼ਲ ਗਰੁੱਪ", "ਸਤਿਕਾਰ ਗਰੁੱਪ" ਔਰ "ਰਿਸਕ ਗਰੁੱਪ" ਕੇ ਬਾਕਾਇਦਾ ਮੈਂਬਰ ਥੇ ਔਰ ਸ਼ਿਰਕਤ ਕਰਤੇ।

"ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਲ ਇੰਟਰਨੈਸ਼ਨਲ", "ਅਸਲੀ ਪੰਜਾਬੀ", "ਮੀਰਜ਼ਾਦਾ" ਔਰ "ਮਨਜੀਤ ਪੇਪਰ" ਮੇਂ ਬਾਕਾਇਦਾ ਲਿਖਤੇ ਰਹੇ। ਆਪ ਨੇ ਭੀ ਮੁਝੇ ਅਪਣੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਹੀ ਦੀ ਜਿਸ ਕਾ ਤਰਜੁਮਾ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਸਾਹਿਬ ਨੇ ਕੀਆ ਜੋ ਉਰਦੂ ਔਰ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਿਰੀ ਸਫਹਾਤ ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈ।

ਮੋਹਿੰਦਰ ਸਿੰਘ ਸਹਿਮੀ ਜੀ ਨੇ ਬਹੁਤ ਪਿਆਰੀ ਯਾਦੇਂ ਅਪਣੇ ਤਮਾਮ ਦੋਸਤੋਂ ਕੇ ਦਿਲੋਂ ਮੇਂ ਛੋੜੀ ਹੈਂ। ਪੰਜਾਬੀ ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ ਮੇਂ ਇਨ ਕੀ ਕਮੀ ਬਹੁਤ ਮਹਿਸੂਸ ਕੀ ਜਾਤੀ ਹੈ। ਦੁਆ ਹੈ ਕਿ ਰਬ ਇਨ ਕੀ ਰੂਹ ਕੋ ਸ਼ਾਂਤੀ ਔਰ ਸੁਕੂਨ ਦੇ। ਆਮੀਨ॥

ਪੰਜਾਬੀ ਗ਼ਜ਼ਲ

ਨਾ ਮੈਂ ਬਿਜਲੀ ਤੋਂ ਘਬਰਾਵਾਂ ਨਾ ਅੱਗਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ
ਮੇਰੇ ਆਪਣੇ ਬਾਗ਼ ਬਗ਼ੀਚੇ ਦੇ ਫੁੱਲਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਗ਼ੁੱਸੇ ਨਾਲ ਵਡੇਰਾ ਤੱਕੇ, ਮੈਨੂੰ ਚਿੰਤਾ ਹਾਰੀ ਦੀ
ਉਸਦੇ ਪੈਰੀਂ ਢਹਿ ਨਾ ਜਾਵਣ ਬੱਸ ਪੱਗਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਸਾਰੇ ਚੋਂਦੇ ਕੱਚੇ ਕੋਠੇ ਲੱਗਣ ਮੇਰੇ ਆਪਣੇ ਨੇ
ਬਾਲਾਂ ਦੇ ਨਾ ਸਿਰ ਤੇ ਡਿੱਗਣ ਹੁਣ ਛੱਤਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਘਰ ਆਏ ਮਹਿਮਾਨ ਦੀ ਖ਼ਾਤਰ ਭਾਂਡੇ ਮੰਗੇ ਤੰਗੇ ਨੇ
ਸ਼ੀਸ਼ੇ ਦੇ ਨੇ ਟੁੱਟ ਨਾ ਜਾਵਣ ਬੱਸ ਕੱਪਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਮੈਨੂੰ ਕਾਲੇ ਨਾਗ ਵੀ ਡੰਗਣ ਤੇ ਆਪੇ ਮਰ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਜਿਹਨਾ ਨੂੰ ਮੈਂ ਦੁੱਧ ਪਿਲਾਇਆ ਏ ਸੱਪਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਅੱਗ ਮਹਿਲ ਚ ਲੱਗੇ ਆਖਾਂ ਆਹ ਤੇ ਰੱਬ ਦੀ ਮਰਜ਼ੀ ਸੀ
ਅੱਲ੍ਹਾ ਰੱਖੇ! ਨਾਲ ਦੀ ਝੁੱਗੀ ਦੇ ਕੱਖਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਮੂੰਹ ਤੋਂ ਅੱਲ੍ਹਾ ਅੱਲ੍ਹਾ ਸੁਣੀਏ, ਛੁਰੀਆਂ ਕੱਛ ਮੁਨੱਵਰ ਜੀ
ਸਾਧ ਦਾ ਰੂਪ ਬਦਲ ਕੇ ਆਉਂਦੇ ਉਹ ਠੱਗਾਂ ਦਾ ਮੈਨੂੰ ਡਰ

ਪੰਜਾਬੀ ਗ਼ਜ਼ਲ

ਮੈਂ ਅੱਖਰਾਂ ਦਾ ਪੂੰਨੂੰ ਆਂ ਤੇ ਨਜ਼ਮ ਏ ਸੱਸੀ ਮੇਰੀ
ਸ਼ੇਅਰਾਂ ਦੀ ਤਰਕੀਬ ਨੂੰ ਰੱਖੇ ਬੰਨ੍ਹ ਬੰਨ੍ਹ ਰੱਸੀ ਮੇਰੀ

ਜਦ ਤੱਕ ਪੱਕੀਆਂ ਇੱਟਾਂ ਤੇਰੇ ਭੱਠੇ ਤੋਂ ਨਾ ਆਈਆਂ
ਰਾਹਾਂ ਦੇ ਸਭ ਘੱਟੇ ਮਿੱਟੀ ਕੱਚੀ ਬਸਤੀ ਮੇਰੀ

ਮਾਂ ਦੀ ਅਸੀਸ ਦੇ ਨਾਲ ਮੈਂ ਚੱਲਾਂ ਹਰ ਮੰਜ਼ਿਲ ਹਰ ਰਾਹੇ
ਰੱਬ ਬਣਾਈ ਰਹਿਮਤ ਦੀ ਇੱਕ ਕਾਲੀ ਬੱਦਲੀ ਮੇਰੀ

ਹੋਸ਼ ਮੇਰੇ ਨੇ ਮੈਨੂੰ ਪਾਈ ਮਦਹੋਸ਼ੀ ਦੀ ਆਦਤ
ਹੋਸ਼ ਤੋਂ ਉੱਚਾ ਜਾਮ ਨਾ ਕੋਈ, ਪੱਕੀ ਮਸਤੀ ਮੇਰੀ

ਮਹਿਫਲ ਵਿੱਚ ਵੀ ਜਾਕੇ ਮੈਨੂੰ ਯਾਦ ਤੇਰੀ ਜਦ ਆਵੇ
ਹੁਸਨ ਤੇਰੇ ਦੇ ਰੌਲੇ ਪਾਉਂਦੀ ਗੱਲ ਨਾ ਸੁਣਦੀ ਮੇਰੀ

ਲੀੜੇ ਬੁਣ ਦੇ ਮੇਰੇ ਸੁਫਨੇ ਨਵੇਂ ਨਕੋਰ ਨਮੂਨੇ
ਸੋਚ ਦੇ ਧਾਗੇ ਨਾਲ ਹੀ ਹੁੰਦੀ ਸਾਰੀ ਬੁਣਤੀ ਮੇਰੀ

ਦੇਸੋਂ ਦੂਰ ਮੁਨੱਵਰ ਸਾਰੇ ਖਾਵਣ ਪੀਣ ਪੰਜਾਬੀ!
ਕਿੱਥੇ ਬੇਬੇ ਰੋਟੀ ਮੱਖਣ ਸਾਗ ਤੇ ਲੱਸੀ ਮੇਰੀ

ਜੋ ਅਪਣੇ ਅਹਿਦ ਕੀ ਸ਼ੀਰੀਂ ਜ਼ੁਬਾਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ
ਵੋ ਲੋਗ ਰੋਜ਼ ਹੀ ਤਰਜ਼-ਏ-ਬਿਆਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਜੋ ਟੂਟ ਫੂਟ ਚੁਕੇ ਹੈਂ ਨਿਗਾਹ-ਏ-ਹਸਰਤ ਸੇ
ਵੋ ਹੌਸਲੋਂ ਸੇ ਨਯਾ ਆਸਮਾਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਮਿਲਾ ਹੈ ਹੁਕਮ ਕਿ ਵਾਪਿਸ ਜਹਾਂ ਸੇ ਜਾਏਂ ਹਮ
ਚਲੋ ਤੋ ਫਿਰ ਸੇ ਨਈ ਕਸ਼ਤੀਆਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਹਮਾਰੇ ਬਾਅਦ ਨਾ ਤਾਰੀਕੀਓਂ ਮੇਂ ਡੂਬੇ ਰਾਹ
ਹਮ ਅਪਣੇ ਖ਼ੂਨ ਸੇ ਰੌਸ਼ਣ ਨਿਸ਼ਾਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਹਮੇਂ ਤੋ ਸ਼ੌਕ ਹੈ ਹਰ ਇਕ ਮਿਸਾਲ ਸਚ ਕਰਨਾ
ਸੋ ਫਿਰ ਹਬਾਬ ਪੇ ਅਪਣਾ ਮਕਾਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਹਮ ਆਈਨੇ ਕੋ ਯੂੰ ਹੀ ਆਈਨਾ ਨਹੀਂ ਕਹਿਤੇ
ਯਕੀਨ ਕੋ ਭੀ ਮੁਨੱਵਰ ਗੁਮਾਂ ਬਣਾਤੇ ਹੈਂ

ਜਬ ਇਕ ਜ਼ਮਾਨਾ ਮੁਨੱਵਰ ਹੋ ਜਾਨ ਕਾ ਦੁਸ਼ਮਣ
ਹਮਾਰੀ ਕਿਸ ਸੇ ਬਣੇਗੀ ਯਹਾਂ ਬਤਾਏਂ ਕਿਆ

ਸਿਆਹੀਓਂ ਕੇ ਮਿਟਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ
ਅਜ਼ੀਜ਼ੋਂ ਹੋਸ਼ ਮੇਂ ਆਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਜਹਾਂ ਮੇਂ ਜੰਗ ਹੈ ਅੱਲ੍ਹਾ ਸੇ ਮਦਦ ਮਾਂਗੋ
ਦੁਆ ਕੋ ਹਾਥ ਉਠਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਚਿਰਾਗ਼-ਏ-ਦਿਲ ਸੇ ਉਜਾਲੇ ਉਭਾਰਣੇ ਵਾਲੋਂ
ਹਵਾ ਸੇ ਖ਼ੁਦ ਕੋ ਬਚਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਮੀਰ-ਏ-ਸ਼ਹਿਰ ਸਮਝਤਾ ਹੈ ਬੇ ਅਮਲ ਤੁਝ ਕੋ
ਕਮਾਲ ਅਪਣਾ ਦਿਖਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਫਰਾਰ-ਏ-ਗ਼ਮ ਸੇ ਹਕੀਕਤ ਨਹੀਂ ਬਦਲ ਸਕਤੀ
ਅਦੂ ਸੇ ਆਂਖ ਮਿਲਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਭੁਲਾ ਰਹੀ ਹੈ ਮੁਨੱਵਰ ਜੋ ਦੀਨ ਕੋ ਦੁਨੀਆ
ਅਬ ਅਪਣਾ ਫਰਜ਼ ਨਿਭਾਣੇ ਕਾ ਵਕਤ ਹੈ ਆਇਆ

ਫਲਕ ਤਕ ਜਾਤੀ ਹੈਂ ਕਿਉਂ ਕਰ ਦੁਆਏਂ
ਮੁਨੱਵਰ ਮੈਂ ਅਗਰ ਸੱਚਾ ਨਹੀਂ ਹੂੰ

ਆਂਖੋਂ ਮੇਂ ਜੋ ਬਸਾ ਥਾ ਵੋ ਮੰਜ਼ਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ
ਬਸਤੀ ਮੇਂ ਜਾਕੇ ਦੇਖਾ ਤੋ ਵੋ ਘਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਪਹਿਚਾਨ ਖੋ ਚੁਕੀ ਹੈ ਮੇਰੀ ਸ਼ਹਿਰ-ਏ-ਸੰਗ ਮੇਂ
ਖ਼ੁਸ਼ ਪੋਸ਼ ਜਿਸਮ ਤੋ ਹੈ ਮਗਰ ਸਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਆਗੋਸ਼-ਏ-ਹਾਦਸਾਤ ਕਾ ਪਾਲਾ ਹੂਆ ਹੂੰ ਮੈਂ
ਅਬ ਆਫਤ ਓ ਬਲਾ ਕਾ ਮੁਝੇ ਡਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਮੰਜ਼ਿਲ ਨੇ ਯੂੰ ਹੀ ਚੂਮੇ ਹੈਂ ਸ਼ਾਇਦ ਮੇਰੇ ਕਦਮ
ਇਸ ਬਾਰ ਮੇਰੇ ਸਾਥ ਜੋ ਰਹਿਬਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਮੁਝ ਤਿਸ਼ਨਾ ਲਬ ਕੇ ਹਕ ਮੇਂ ਬਣਾ ਹੈ ਵੋ ਅਬ ਸਰਾਬ
ਦਰਿਆ ਨਹੀਂ ਰਹਾ ਵੋ ਸਮੁੰਦਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਗਹਿਣਾ ਚੁਕਾ ਹੈ ਮੇਰੇ ਮੁਕੱਦਰ ਕਾ ਆਫਤਾਬ
ਕਿਸਮਤ ਕਾ ਮੇਰੇ ਮੀਤ ਸਿਕੰਦਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

ਲਗਤਾ ਹੈ ਬੇਚਿਰਾਗ਼ ਕੋਈ ਮਕਬਰਾ ਹੂੰ ਮੈਂ
ਅਬ ਕੋਈ ਅਕਸ ਮੁਝ ਮੇਂ ਮੁਨੱਵਰ ਨਹੀਂ ਰਹਾ

❁

ਗੁਮਾਂ ਹੋ ਜਿਸ ਸੇ ਵੋ ਜਬ ਬੇ ਗੁਮਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ
ਜ਼ਮੀਂ ਬਦਲਤੀ ਹੈ ਔਰ ਆਸਮਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਵੋ ਚਾਹਤਾ ਹੈ ਉਸੇ ਲੋਗ ਮੋਹਤਬਰ ਸਮਝੇਂ
ਜੋ ਬਾਤ ਬਾਤ ਪੇ ਅਪਣੀ ਜ਼ੁਬਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਨਜ਼ਰ ਬਦਲ ਕੇ ਅਗਰਚਾ ਵੋ ਬਣ ਗਿਆ ਦੁਸ਼ਮਨ
ਮਗਰ ਮਿਜ਼ਾਜ ਹਮਾਰਾ ਕਹਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਦਿਲੋਂ ਕੇ ਫਰਕ ਉਠਾਤੇ ਹੈਂ ਦਰਮਿਆਨ ਦੀਵਾਰ
ਮਕੀਂ ਕੇ ਜ਼ਰਫ ਸੇ ਸਾਰਾ ਮਕਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਸਨਮ ਜੋ ਅਪਣਾ ਥਾ ਮਹਿਬੂਬ ਹੋ ਗਿਆ ਉਸਕਾ
ਯਹੀ ਤੋ ਹੋਤਾ ਹੈ ਜਬ ਰਾਜ਼ਦਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਕਭੀ ਨਹੀਂ ਰਹੀ ਨਕਸ਼ੇ ਪੇ ਏਕ ਸੀ ਦੁਨੀਆ
ਬਦਲਤੀ ਰੁਤ ਮੇਂ ਯੇ ਸਾਰਾ ਜਹਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ

ਮੁਝੇ ਜਹਾਂ ਨੇ ਮੁਨੱਵਰ ਯਹੀ ਸਿਖਾਇਆ ਹੈ
ਬਦਲਤੀ ਰਾਹ ਨਹੀਂ, ਕਾਰਵਾਂ ਬਦਲਤਾ ਹੈ!

ਕੀ ਹੌਸਲਾ ਅਫਜ਼ਾਈ ਨਾ ਕੀ ਔਰ ਇਸੇ ਬੰਦ ਕਰਨਾ ਪੜਾ।

ਆਪ ਬਰਤਾਨੀਆ ਕਿਆ ਪੂਰੇ ਯੂਰਪ ਕੇ ਨਜ਼ਮ ਕੇ ਸ਼ਹਿਨਸ਼ਾਹ ਹੈਂ ਖਾਸ ਕਰ ਤੌਸ਼ੀਹੀ ਨਜ਼ਮ ਮੇਂ ਬਲਾ ਕੀ ਮਹਾਰਤ ਰਖਤੇ ਹੈਂ ਔਰ ਅਕਸਰ ਮੁਸੱਨਫੀਨ ਕੀ ਕਿਤਾਬੋਂ ਕੇ ਲਿਯੇ ਤੌਸ਼ੀਹੀ ਨਜ਼ਮ ਤਹਿਰੀਰ ਕਰਤੇ ਹੈਂ, ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਉਰਦੂ ਪੰਜਾਬੀ ਦੋਨੋਂ ਜ਼ੁਬਾਨੋਂ ਮੇਂ ਗ਼ਜ਼ਲ, ਨਜ਼ਮ, ਕਤਆਤ, ਅਸ਼ਆਰ, ਮਾਹੀਏ ਅਪਣੀ ਕਿਤਾਬੋਂ ਮੇਂ ਲਿਖੇ।

ਆਪ ਕੀ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ "ਬਾਗ਼ਾਂ ਦੇ ਵਿੱਚਕਾਰ" 2004 ਮੇਂ ਮੰਜ਼ਰ-ਏ-ਆਮ ਪਰ ਆਈ, ਇਸ ਕੇ ਬਾਅਦ "ਬੇਦਾਰ ਦਿਲ" 2005 ਮੇਂ, "ਪੀਂਘ ਹੁਲਾਰੇ" ਪੰਜਾਬੀ ਸ਼ਾਇਰੀ 2006 ਮੇਂ, "ਤਾਕ ਦਿਲ" ਉਰਦੂ ਸ਼ਾਇਰੀ 2009 ਮੇਂ, "ਅਬਰ-ਏ-ਕਿਬਲਾ" ਉਰਦੂ ਪੰਜਾਬੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਭੀ 2009 ਮੇਂ, "ਹਰਫ-ਏ-ਮੁਨੱਵਰ" 2010 ਮੇਂ, "ਲਖਤ-ਏ-ਦਿਲ" ਭੀ ਇਸੀ ਸਾਲ, "ਬਹਿਰ-ਏ-ਖਾਮੋਸ਼ੀ" 2011 ਮੇਂ, ਫਿਰ ਹੋਮਿਓਪੈਥੀ ਇਲਾਜ ਪਰ "ਔਰਾਕ-ਏ-ਸ਼ਿਫਾ" 2012 ਮੇਂ ਜਬਕਿ ਇਸੀ ਸਾਲ "ਰੋਦੇ ਵਫਾ" ਸ਼ਾਇਰੀ ਔਰ "ਬਰਗ-ਏ-ਸ਼ਿਫਾ" ਹੋਮਿਓਪੈਥੀ ਭੀ ਇਸੀ ਸਾਲ ਯਾਨੀ 2012 ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੁਈ। ਜਿਸ ਕੇ ਬਾਅਦ "ਬਾਮ-ਏ-ਦਿਲ" ਇਸੀ ਸਾਲ ਮੇਂ, "ਦਰ-ਏ-ਮੁਨੱਵਰ" 2016 ਮੇਂ ਔਰ ਚੌਦਵੀਂ ਕਿਤਾਬ ਬਨਾਮ "ਦਿਲ-ਏ-ਬਿਸਮਿਲ" 2018 ਮੇਂ ਔਰ "ਤੋਸ਼ਾ ਦਿਲ" 2019 ਮੇਂ। ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਆਪ ਕੀ ਸੋਲਵੀਂ ਪੰਜਾਬੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕੀ ਕਿਤਾਬ "ਕੱਚੀਆਂ ਕੰਧਾਂ" ਔਰ ਸਤਾਰਵੀਂ ਕਿਤਾਬ "ਸ਼ਬੀਆ ਦਿਲ" ਭੀ ਤਿਆਰ ਹੈ। ਇਨ ਕੇ ਬਾਅਦ ਇਨ ਸਭ ਕੀ ਕੁਲੀਆਤ ਭੀ ਸ਼ਾਇਆ ਕਰਨੇ ਕਾ ਇਰਾਦਾ ਰਖਤੇ ਹੈਂ। ਇੰਸ਼ਾਅੱਲ੍ਹਾ॥

ਆਪ ਪਰ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਕੀ ਮਕਾਲਾ ਨਿਗਾਰ ਖਦੀਜਾ ਸ਼ਰੀਫ ਨੇ ਐਮ ਫਿਲ ਉਰਦੂ ਪਰ ਬਨਾਮ "ਮੁਨੱਵਰ ਅਹਿਮਦ ਕੰਡੇ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕਾ ਤਹਿਕੀਕੀ ਜਾਇਜ਼ਾ" ਪਰ ਮਕਾਲਾ ਲਿਖਾ ਜਬਕਿ ਇੰਡੀਆ ਕੇ ਮਾਰੂਫ ਕਲਮਕਾਰ ਮੋਹਤਰਮ ਨਜ਼ੀਰ ਫਤਿਹਪੁਰੀ ਨੇ "ਅਦਬ ਕੇ ਮਾਹੇ ਮੁਨੱਵਰ" ਲਿਖੀ ਜਿਸ ਮੇਂ ਡਾਕਟਰ ਮੁਨੱਵਰ ਅਹਿਮਦ ਕੰਡੇ ਕੀ ਅਦਬੀ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਔਰ ਉਨ ਕੀ ਤਖਲੀਕਾਤ ਪਰ ਨਿਹਾਇਤ ਮੁਫੱਸਲ ਰੌਸ਼ਣੀ ਡਾਲੀ ਗਈ।

ਡਾਕਟਰ ਮੁਨੱਵਰ ਅਹਿਮਦ ਕੰਡੇ ਕੀ ਅਦਬੀ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਪਰ ਬਹੁਤ ਕੁਛ ਲਿਖਾ ਜਾ ਸਕਤਾ ਹੈ। ਕਿ ਆਪ ਨਿਹਾਇਤ ਮਸਰੂਫ-ਏ-ਅਮਲ ਇਨਸਾਨ ਹੈਂ ਔਰ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਬਰਤਾਨੀਆ ਮੇਂ ਆਲਾ ਤਾਲੀਮ ਹਾਸਿਲ ਕੀ ਔਰ ਅਪਣੀ ਤਮਾਮ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਇਨਸਾਨੀਅਤ ਕੀ ਖਿਦਮਤ ਮੇਂ ਗੁਜ਼ਾਰੀ।

ਮੇਰੇ ਅਜ਼ੀਜ਼ ਤਰੀਨ ਭਾਈ ਨੁਮਾ ਦੋਸਤ ਹੈਂ ਔਰ ਮੁਝੇ ਇਨ ਕੀ ਦੋਸਤੀ ਔਰ ਮੁਹੱਬਤ ਪਰ ਹਮੇਸ਼ਾ ਫਖਰ ਰਹਾ। ਮੇਰੀ ਦਿਲੀ ਦੁਆਏਂ ਇਨ ਕੇ ਸਾਥ ਹੈਂ ਔਰ ਦਿਲ ਕੀ ਗਹਿਰਾਈ ਸੇ ਦੁਆ ਹੈ ਕਿ ਅੱਲ੍ਹਾ ਪਾਕ ਇਨਹੇਂ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਦੇ ਔਰ ਆਪ ਇਸੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਅਦਬ ਕੀ ਖਿਦਮਤ ਮੇਂ ਮਸਰੂਫ ਰਹੇਂ। ਆਮੀਨ॥

ਡਾਕਟਰ ਮੁਨੱਵਰ ਅਹਿਮਦ ਕੰਡੇ (ਟੈਲਫੋਰਡ)

Dr. Munwar Ahmed Kanday

15, Forsythia Closed, Prioslee, Telford, TF2 9TA

Email: herbalcollege@hotmail.com

Tel: 07778267318

ਡਾਕਟਰ ਮੁਨੱਵਰ ਅਹਿਮਦ ਕੰਡੇ ਸਾਹਿਬ ਕਾ ਤਾਲੁੱਕ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਕੇ ਸ਼ਹਿਰ ਪੀਰ ਮਹਿਲ ਸੇ ਹੈ ਕਹਿਣਾ ਮੁਸ਼ਕ ਉਸਤਾਦ ਸ਼ਾਇਰ ਹੈਂ। ਮੇਰੇ ਲੀਏ ਭੀ ਇਜ਼ਾਜ਼ ਹੈ ਕਿ ਵੋ ਮੇਰੇ ਭੀ ਉਸਤਾਦ-ਏ-ਮੋਹਤਰਮ ਹੈਂ ਔਰ ਮੇਰੇ ਇਲਾਵਾ ਔਰ ਭੀ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਸ਼ੋਅਰਾ ਓ ਸ਼ਾਇਰਾਤ ਕੀ ਰਹਿਨੁਮਾਈ ਫਰਮਾਤੇ ਹੈਂ। ਇਨ ਕੇ ਅੰਦਰ ਜਹਾਂ ਖਲੂਸ ਮੁਹੱਬਤ ਪਿਆਰ ਹੈ ਵਹਾਂ ਵੋ ਹਰ ਕਿਸੀ ਕੀ ਇੱਜ਼ਤ ਔਰ ਇਹਤਰਾਮ ਕਾ ਭੀ ਅਜ਼ਹੱਦ ਖਿਆਲ ਕਰਤੇ ਹੈਂ ਔਰ ਕਭੀ ਕਿਸੀ ਸੇ ਯੇ ਜ਼ਿਕਰ ਨਹੀਂ ਕਰਤੇ ਕਿ ਫਲਾਂ ਮੁਝ ਸੇ ਇਸਲਾਹ ਲੇਤਾ ਹੈ, ਯੇ ਇਨ ਕੀ ਆਲਾ ਜ਼ਰਫੀ ਹੈ। ਵਰਨਾ ਯਹਾਂ ਕਈ ਉਸਤਾਦ ਸ਼ੋਅਰਾ ਹੈਂ ਜੋ ਬੜੇ ਫਖਰ ਸੇ ਬਤਾਨੇ ਮੇਂ ਕਤਈ ਕੋਈ ਝਿਜਕ ਮਹਿਸੂਸ ਨਹੀਂ ਕਰਤੇ ਕਿ ਮੈਂ ਫਲਾਂ ਫਲਾਂ ਕੇ ਕਲਾਮ ਕੀ ਇਸਲਾਹ ਕਰਤਾ ਹੂੰ।

ਆਪ ਕੀ ਅਬ ਤਕ ਪੰਦਰਾਂ ਕਿਤਾਬੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋ ਕਰ ਪਜ਼ੀਰਾਈ ਹਾਸਿਲ ਕਰ ਚੁਕੀ ਹੈਂ। ਅਬ ਵੋ ਅਪਣੇ ਕਲਾਮ ਕੀ "ਕੁਲੀਆਤ-ਏ-ਮੁਨੱਵਰ" ਤਰਤੀਬ ਦੇ ਰਹੇ ਹੈਂ ਜੋ ਏਕ ਯਾਦਗਾਰ ਕਿਤਾਬ ਹੋਗੀ। ਆਪ ਏਕ ਤਵੀਲ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਹੋਮਿਓਪੈਥੀ ਕੇ ਪ੍ਰੋਫੈਸਰ ਡਾਕਟਰ ਭੀ ਰਹੇ ਹੈਂ ਔਰ ਆਪ ਕੇ "ਹਰਬਲ ਕਾਲਜ" ਸੇ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਲੋਗੋਂ ਨੇ ਫੈਜ਼ ਉਠਾਇਆ ਔਰ ਕੋਰਸ ਕੀਏ। ਆਪ ਅਬ ਰਿਟਾਇਰਡ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਗੁਜ਼ਾਰ ਰਹੇ ਹੈਂ ਮਗਰ ਲਿਖਣੇ ਕਾ ਸ਼ੌਕ ਬਰਕਰਾਰ ਹੈ। ਬਹੁਤ ਕਮ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਜਾਤੇ ਹੈਂ। ਮਗਰ ਰਾਬਤਾ ਹਰ ਕਿਸੀ ਕੇ ਸਾਥ ਰਖਤੇ ਹੈਂ।

ਮੁਝੇ ਇਜ਼ਾਜ਼ ਹੈ ਕਿ ਵੋ ਮੇਰੀ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ "ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਮਸ਼ਾਹੀਰ" ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੂਏ ਔਰ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਮੇਂ ਭੀ ਵੋ ਇਜ਼ਾਜ਼ੀ ਹੈਸੀਅਤ ਰਖਤੇ ਹੈਂ। ਇਨ ਕਾ ਜ਼ਿਕਰ ਉਰਦੂ ਔਰ ਗੁਰਮੁਖੀ ਕੇ ਹਿੱਸੇ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈ। ਆਪ ਨੇ 2017 ਮੇਂ ਕਿਤਾਬੀ ਸਾਇਜ਼ ਮੇਂ ਏਕ ਜ਼ਖੀਮ ਸਾ ਮਾਹੀ ਰਿਸਾਲਾ "ਕਰਤਾਸ" ਭੀ ਜਾਰੀ ਕਿਯਾ ਜੋ ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਆਲਾ ਤਰੀਨ ਰਸਾਲੋਂ ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਥਾ ਮਗਰ ਅਫਸੋਸ ਕਿ ਹਮਾਰੀ ਕੌਮ ਕੀ ਨਾ ਅਹਿਲੀ ਔਰ ਅਦਬ ਸੇ ਦੂਰੀ ਕੀ ਬਿਨਾਹ ਪਰ ਏਕ ਸਾਲ ਕੇ ਬਾਅਦ ਬੰਦ ਕਰਨਾ ਪੜਾ ਜੋ ਅਦਬ ਮੇਂ ਨਾਕਾਬਿਲ ਤਲਾਫੀ ਨੁਕਸਾਨ ਹੈ। ਯੇ ਅਦਬੀ ਮੁਜੱਲਾ ਅਪਣੇ ਤੌਰ ਪਰ ਅਦਬ ਕਾ ਖਜ਼ਾਨਾ ਥਾ ਔਰ ਇਸ ਕੇ ਲੀਏ ਆਪ ਨੇ ਰਾਤ ਦਿਨ ਬਹੁਤ ਮਿਹਨਤ ਕੀ। ਮਗਰ ਦੁੱਖ ਕੀ ਬਾਤ ਹੈ ਕਿ ਆਜ ਕੇ ਦੌਰ ਮੇਂ ਲੋਗੋਂ ਮੇਂ ਪੜ੍ਹਨੇ ਕਾ ਰੁਝਾਣ ਔਰ ਖਾਸ ਕਰ ਖਰੀਦ ਕਰ ਪੜ੍ਹਨੇ ਕਾ ਰੁਝਾਣ ਕਤਈ ਨਹੀਂ ਰਹਾ। ਜਿਸ ਕੀ ਵਜ੍ਹਾ ਸੇ ਚਾਰ ਪਰਚੇ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਏ ਔਰ ਉਨ ਕੇ ਤਮਾਮ ਇਖਰਾਜਾਤ ਆਪ ਨੇ ਆਪਣੀ ਜੇਬ ਸੇ ਅਦਾ ਕਿਯੇ। ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਕਈ ਮਮਾਲਿਕ ਮੇਂ ਪੋਸਟ ਭੀ ਕਿਯੇ ਮਗਰ ਲੋਗੋਂ ਕੀ ਬੇਹਿਸੀ ਨੇ ਏਕ ਬਿਹਤਰੀਨ ਅਦਬੀ ਰਿਸਾਲਾ

ਪਿਆਰ ਕਰ ਜਾ

ਵੱਧਣਾ ਫਲਨਾ ਚਾਹਵੇਂ ਤੇ ਪਿਆਰ ਕਰ ਜਾ
ਘਾਟਾ ਜਿਹਦੇ ਚ ਨਹੀਂ ਉਹ ਵਪਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਬੇੜਾ ਡੋਬ ਕੇ ਕਿਸੇ ਦਾ ਲੱਭਣਾ ਕੀ
ਕਿਸੇ ਡੁੱਬ ਦੇ ਨੂੰ ਪਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਜੰਗ ਵੈਰ ਵਿਰੁੱਧ ਚ ਰੱਖਿਆ ਕੀ
ਜ਼ਰਾ ਗ਼ੌਰ ਸੋਚ ਤੇ ਵਿਚਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਤੇਰੇ ਮਰਨ ਤੋਂ ਬਾਅਦ ਕੋਈ ਯਾਦ ਰੱਖੇ
ਕੋਈ ਚੰਗਾ ਕੰਮ ਕੋਈ ਚੰਗੀ ਕਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਅਮਨ ਸ਼ਾਂਤੀ ਪਿਆਰ ਦਾ ਕੋਈ ਕੰਮ ਕਰ ਐਸਾ
ਬਲਦੀ ਅੱਗ ਨੂੰ ਤੂੰ ਠੰਡੀ ਠਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਬੜਾ ਸੌਖਾ ਹੈ ਕਿਸੇ ਦੀ ਜਾਨ ਲੈਣੀ
ਹੋ ਸਕੇ ਤਾਂ ਜਾਨ ਨਿਸਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਨਾਲ ਵੈਰੀਆਂ ਸਦਾ ਹੀ ਵੈਰ ਕੀਤਾ
ਕਦੀ ਦੁਸ਼ਮਣਾਂ ਨੂੰ ਵੀ ਪਿਆਰ ਕਰ ਜਾ
ਕੰਡੇ ਬੀਜਣੇ ਰਾਹਵਾਂ ਚ ਬੜੇ ਸੌਖੇ
ਸੁੱਕੇ ਚਮਨ ਨੂੰ ਕਦੀ ਗੁਲਜ਼ਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਦੇ ਜਾ ਨੇਕੀ ਕੋਈ ਇਸ ਜਹਾਨ ਨੂੰ ਤੂੰ
ਅੱਗੋਂ ਲੈਣ ਲਈ ਕੋਈ ਉਧਾਰ ਕਰ ਜਾ
ਜੋ ਵੀ ਬੀਜਣਾ ਓਹੋ ਹੀ ਵੱਡਣਾ ਹੈ ਆਖਰ
ਇਸ ਗੱਲ ਤੇ ਭੋਗਲ ਇਤਬਾਰ ਕਰ ਜਾ

ਇਨਸਾਨੀਅਤ ਵੱਸਦੀ ਵਿੱਚ ਪਿਆਰ ਦੇ

ਅੱਜ ਦੀ ਮਹਿਫਲ ਵਿੱਚ ਸਭ ਦਾ ਸਵਾਗਤ ਹੈ ਦੋਸਤੋ
ਖੁਸ਼ ਰਹੋ ਆਬਾਦ ਰਹੋ ਹੈ ਮੇਰੀ ਇਹ ਦੁਆ ਦੋਸਤੋ
ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਇਨਸਾਨ ਵੱਸਦੇ ਵਿੱਚ ਇਸ ਸੰਸਾਰ ਦੇ
ਕੁੱਝ ਜਾਣਦੇ ਇਨਸਾਨੀਅਤ ਵੱਸਦੀ ਵਿੱਚ ਪਿਆਰ ਦੇ
ਪਿਆਰ ਤੋਂ ਵੱਧ ਦਾਨ ਨਹੀਂ ਹੈ ਕੋਈ
ਇਹ ਦਾਨ ਸਭ ਕਰੋ ਇਸ ਤੋਂ ਵੱਧ ਖੁਸ਼ੀ ਨਹੀਂ ਕੋਈ
ਜੇ ਪਿਆਰ ਸਭ ਨਾਲ ਕਰੋ ਇਸ ਤੋਂ ਵੱਧ ਖੁਸ਼ੀ ਨਹੀਂ ਕੋਈ
ਦਾਨ ਕੁਦਰਤ ਹੈ ਕਰ ਰਹੀ ਰਾਜਾ ਹੋਏ ਜਾਂ ਰੰਕ ਕੋਈ
ਚੰਨ ਸੂਰਜ ਵੰਡਣ ਰੌਸ਼ਨੀ ਮਹਿਲ ਹੋਏ ਜਾਂ ਝੌਂਪੜੀ ਕੋਈ
ਮਿਹਰ ਕੁਦਰਤ ਦੀ ਤੋਂ ਜੇ ਬੰਦੇ ਕੁੱਝ ਸਿੱਖ ਲੈਣ
ਰੰਗ ਮਜ਼ਹਬ ਦੇ ਝਗੜੇ ਛੱਡ ਮਿਲ ਕੇ ਰਹਿਣ
ਦੁਨੀਆ ਦੇ ਵਿੱਚ ਹੈਣ ਕਈ ਧਰਮਾਂ ਦੇ ਲੋਕ
ਚੰਗਾ ਹੈ ਸਭ ਦੇ ਵਾਸਤੇ ਜੇ ਮਿਲ ਕੇ ਰਹਿਣ
ਇਨਸਾਨੀਅਤ ਦਾ ਤਕਾਜ਼ਾ ਪਿਆਰ ਦਿਓ ਤੇ ਪਿਆਰ ਲਵੋ
ਛੱਡ ਕੇ ਨਫਰਤ ਦਾ ਰਾਹ ਪਿਆਰ ਦੇ ਰਾਹ ਤੇ ਚੱਲ ਪਵੋ
ਪੀਰਾਂ ਪੈਗ਼ੰਬਰਾਂ ਗੁਰੂਆਂ ਸਭ ਨੇ ਹੋਕੇ ਦਿੱਤੇ ਪਿਆਰ ਦੇ
ਸਭ ਦਾ ਫਰਮਾਨ ਇਨਸਾਨੀਅਤ ਵੱਸਦੀ ਵਿੱਚ ਪਿਆਰ ਦੇ

ਤਰਸੇਮ ਸਿੰਘ ਭੋਗਲ (ਲੰਦਨ)

Tarsem Singh Bhogal

Email: tarsem.bhogal@sky.com

Tel: +447877003652

ਤਰਸੇਮ ਸਿੰਘ ਭੋਗਲ ਸਾਹਿਬ ਵਾਲਥਮ ਫਾਰੈਸਟ ਕੇ ਤਵੀਲ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਕੌਂਸਲਰ ਰਹੇ ਔਰ 1998 ਮੇਂ ਮੇਅਰ ਭੀ ਰਹੇ। ਆਪ ਕਾ ਅਦਬ ਸੇ ਗਹਿਰਾ ਤਾਲੁੱਕ ਥਾ, ਲਿਹਾਜ਼ਾ 1992 ਮੇਂ "ਪੰਜਾਬ ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ" ਕੇ ਨਾਮ ਸੇ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਕਰਾਏ। ਮੇਅਰ ਹੋਣੇ ਕੇ ਦਰਮਿਆਨ ਭੀ ਆਪ ਨੇ ਅਪਣੇ ਚੈਂਬਰ ਮੇਂ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਕਾ ਇਨਾਕਾਦ ਕਿਯਾ। ਆਪ ਰੜਕਾ ਕਲਾਂ, ਪੰਜਾਬ, ਇੰਡੀਆ ਮੇਂ ਪੈਦਾ ਹੂਏ। ਔਰ ਆਲਾ ਤਾਲੀਮ ਹਾਸਿਲ ਕੀ, 1956 ਮੇਂ ਆਪ ਅਪਣੇ ਵਾਲਿਦ ਕੇ ਪਾਸ ਕੀਨੀਆ ਚਲੇ ਗਏ ਜਬਕਿ ਆਪ ਕੀ ਉਮਰ 19 ਸਾਲ ਥੀ। ਜਹਾਂ ਆਪ ਨੇ ਸਟੈਂਡਰਡ ਬੈਂਕ ਮੇਂ ਕਾਮ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯਾ ਔਰ ਅਪਣੀ ਮਿਹਨਤ ਓ ਕਾਬਿਲੀਅਤ ਸੇ ਅਸਿਸਟੈਂਟ ਮੈਨੇਜਰ ਕਾ ਅਹੁਦਾ ਸੰਭਾਲਾ, ਸਾਥ ਹੀ ਮੁਕਾਮੀ ਮੁਲਾਜ਼ਮੀਨ ਕੋ ਬੈਂਕ ਕੀ ਟ੍ਰੇਨਿੰਗ ਦੇਣੀ ਸ਼ੁਰੂ ਕੀ ਔਰ ਏਕ ਤਵੀਲ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਆਪ ਵਹਾਂ ਰਹੇ। 1975 ਮੇਂ ਆਪ ਇੰਡੀਆ ਵਾਪਸ ਗਏ ਔਰ ਵਹਾਂ ਭੀ ਬੈਂਕ ਕੇ ਸ਼ੋਅਬੇ ਸੇ ਤਾਲੁੱਕ ਰਖਾ ਔਰ ਏਕ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਟ੍ਰੇਨਿੰਗ ਅਫਸਰ ਰਹੇ।

1979 ਮੇਂ ਆਪ ਇੰਗਲੈਂਡ ਆਏ ਔਰ ਫਿਰ ਯਹੀਂ ਕੇ ਹੋਕਰ ਰਹਿ ਗਏ। ਯਹਾਂ ਭੀ ਆਪ ਕੀ ਕਾਬਿਲੀਅਤ ਨੇ ਬਹੁਤ ਜੌਹਰ ਦਿਖਾਏ। ਏਕ ਤਵੀਲ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਬੈਂਕ ਮੇਂ ਕਾਮ ਕਿਯਾ। ਫਿਰ ਅਪਣਾ ਬਿਜ਼ਨਸ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯਾ। 1984 ਮੇਂ ਆਪ ਨੇ ਲੇਬਰ ਪਾਰਟੀ ਜਾਈਨ ਕੀ ਔਰ ਬਹੁਤ ਜਲਦ ਹੀ ਇਸ ਕੇ ਨਿਹਾਇਤ ਅਹਿਮ ਰੁਕਨ ਬਣ ਗਏ। ਇਸ ਦੌਰਾਨ ਆਪ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਸਮਾਜੀ ਕਾਮੋਂ ਮੇਂ ਮਸਰੂਫ ਰਹੇ ਔਰ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਤੰਜ਼ੀਮੋਂ ਕੇ ਚੇਅਰਮੈਨ ਜੈਸੇ ਅਹੁਦੋਂ ਪਰ ਫਾਇਜ਼ ਰਹੇ। ਵਾਲਥਮ ਫਾਰੈਸਟ ਬਾਰੂ ਕੇ ਕੌਂਸਲਰ ਭੀ ਥੇ ਔਰ 1998 ਮੇਂ ਆਪ ਦੂਸਰੇ ਸਿੱਖ ਮੇਅਰ ਥੇ। ਇਸ ਦੌਰਾਨ ਆਪ ਸਫੇਦ ਪਗੜੀ ਮੇਂ ਅਪਣੇ ਸਿੱਖ ਹੋਣੇ ਪਰ ਬੜੇ ਫਖਰ ਸੇ ਅਪਣੇ ਫਰਾਇਜ਼ ਪੂਰੇ ਕਰਤੇ ਰਹੇ। ਸਾਥ ਹੀ ਅਦਬ ਕੀ ਖਿਦਮਤ ਮੇਂ ਭੀ ਮਸਰੂਫ ਰਹੇ। ਆਪ ਕੀ ਏਕ ਇੰਗਲਿਸ਼ ਮੇਂ ਕਿਤਾਬ "ਇੰਟਰਨੈਸ਼ਨਲ ਟ੍ਰੇਡ ਫਾਇਨੈਂਸ" ਭੀ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਈ।

"ਪੰਜਾਬੀ ਲਿਖਾਰੀ ਫੋਰਮ ਕੇ ਤਹਿਤ ਭੀ ਆਪ ਨੇ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਕਾਮਯਾਬ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਕੀਏ ਜਿਨ ਮੇਂ ਮੁਝੇ ਭੀ ਜਾਣੇ ਕਾ ਇਤਫਾਕ ਹੂਆ। ਫਿਰ ਏਕ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਉਪਟਨ ਪਾਰਕ ਕੇ ਇਲਾਕੇ ਮੇਂ ਭੀ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਕਾ ਸਿਲਸਿਲਾ ਰਹਾ। ਭੋਗਲ ਸਿੰਘ ਨਿਹਾਇਤ ਮੁਖਲਿਸ ਧੀਮੇ ਲਹਿਜੇ ਵਾਲੇ ਮਿਲਣਸਾਰ ਇਨਸਾਨ ਦੋਸਤ ਹੈਂ। ਜਿਨ ਕੀ ਤਵੀਲ ਸਮਾਜੀ ਓ ਅਦਬੀ ਖਿਦਮਾਤ ਕੋ ਹਮੇਸ਼ਾ ਯਾਦ ਰਖਾ ਜਾਏਗਾ।

ਗ਼ਜ਼ਲ

ਤੈਨੂੰ ਇੱਕ ਨਜ਼ਰ ਵੇਖਣ ਲਈ ਅਜੇ ਤੱਕ ਯਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਜਵਾਨੀ ਢਲ ਜਾਏ ਚਾਹੇ ਕੋਈ ਵੀ ਗ਼ਮ ਨਹੀਂ
ਉਮਰ ਭਰ ਉਡੀਕ ਤੇਰੀ ਕਰਾਂਗੇ ਯਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਨਾ ਆਜ਼ਮਾ ਸਬਰ ਮੇਰਾ ਐ ਮੇਰੇ ਦੋਸਤਾ ਤੂੰ
ਅਜਲ ਤੱਕ ਕਰਨ ਲਈ ਤੇਰਾ ਇੰਤਜ਼ਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਹੁਣ ਤੇ ਆ ਵੀ ਜਾ ਤੂੰ ਦੇਰ ਬਹੁਤ ਹੋ ਚੁੱਕੀ
ਤੇਰੇ ਲਈ ਰੱਬ ਤੋਂ ਸਾਹ ਮੰਗ ਉਧਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਮੌਤ ਵੀ ਜੇ ਆਈ ਤੇ ਉਸ ਨੂੰ ਕਹਿ ਦਿਆਂਗੇ
ਠਹਿਰ ਜਾ ਕਰਨ ਲਈ ਕਿਸੇ ਦਾ ਦੀਦਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਤਰਸੇ ਦੀਦਿਆਂ ਦੀ ਪਿਆਸ ਬੁੱਝ ਜਾਏ ਭੰਡਾਲ
ਇਸੇ ਉਮੀਦ ਤੇ ਅਸੀਂ ਬਾਹਾਂ ਪਸਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਇੱਕ ਇਸ਼ਾਰੇ ਤੇ ਸੱਜਣ ਸਭ ਕੁੱਝ ਹਾਰ ਬੈਠੇ ਆਂ

ਕਿਹਨੂੰ ਯਾਰ ਬਣਾਈਏ

ਦੱਸੋ ਕਿਹਨੂੰ ਯਾਰ ਬਣਾਈਏ
ਸੱਚਾ ਲੱਭਦਾ ਯਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਦਿਲ ਦੇ ਬਦਲੇ ਦਿਲ ਜੋ ਦੇਵੇ
ਐਸਾ ਕੋਈ ਦਿਲਦਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਪਿਓ ਪੁੱਤਰ ਦੇ ਹੋਵਣ ਝਗੜੇ
ਬੱਚਿਆਂ ਤੇ ਅਧਿਕਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਬਿਨਾ ਮਿਲਾਵਟ ਚੀਜ਼ ਕੋਈ ਜਿੱਥੇ
ਐਸਾ ਕੋਈ ਬਾਜ਼ਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਇੱਕ ਦੂਜੇ ਲਈ ਮਰਦੇ ਸੀ ਜਦ
ਰਿਹਾ ਉਹ ਸੰਸਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਇੱਕ ਛੱਤ ਥੱਲੇ ਰਹਿ ਸਕਣ ਜੋ
ਬਹੁਤੇ ਹੁਣ ਪਰਿਵਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਲੋਕੀ ਮੰਦਰ ਮਸਜਿਦ ਢਾਵਣ
ਰੱਬ ਦਾ ਹੁਣ ਸਤਿਕਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਦਿਲ ਭੰਡਾਲ ਦਾ ਜਿੱਤਣ ਲਈ
ਕੋਈ ਹੁਣ ਤਿਆਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਪਲ ਦੋ ਪਲ ਮਿਲੇ ਸੁਕੂਨ ਜਿੱਥੇ
ਐਸਾ ਕੋਈ ਦਵਾਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਜੇ ਦਿਲ ਸਾਫ ਨਹੀਂ ਤੇ ਫਿਰ
ਰੱਬ ਅੰਦਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ
ਤੇ ਰੱਬ ਬਾਹਰ ਵੀ ਹੈ ਨਹੀਂ

ਮਹਿਫਲ ਵਿੱਚ ਤੇਰੀ

ਮਹਿਫਲ ਵਿੱਚ ਤੇਰੀ ਵੇ ਸੱਜਣਾ
ਨਿੱਤ ਜਾਮ ਟਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਫੁੱਲ ਤਾਂ ਕੀ ਹੈ ਸ਼ੈਅ ਸੱਜਣਾ
ਇੱਥੇ ਦਿਲ ਠੁਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ

ਝੂਠੀਆਂ ਰਸਮਾਂ ਝੂਠੇ ਵਾਅਦੇ
ਝੂਠੀ ਸ਼ੋਹਰਤ ਵਾਲਿਆਂ ਦੇ
ਝੂਠੀ ਇਸ ਦੁਨੀਆ ਅੰਦਰ
ਸੱਚ ਲੁਕਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਫੁੱਲ ਤਾਂ ਕੀ ਹੈ ਸ਼ੈਅ ਸੱਜਣਾ
ਇੱਥੇ ਦਿਲ ਠੁਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ

ਤਰ੍ਹਾਂ ਤਰ੍ਹਾਂ ਦੇ ਲੋਕ ਨੇ ਇੱਥੇ
ਕਿਸ ਕਿਸ ਦੀ ਮੈਂ ਪਹਿਚਾਣ ਕਰਾਂ
ਅਸਲੀ ਚਿਹਰਿਆਂ ਉੱਤੇ ਨਕਲੀ
ਚਿਹਰੇ ਸਜਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਫੁੱਲ ਤਾਂ ਕੀ ਹੈ ਸ਼ੈਅ ਸੱਜਣਾ
ਇੱਥੇ ਦਿਲ ਠੁਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ

ਕਿਸੇ ਨੂੰ ਪੀ ਕੇ ਚੜ੍ਹ ਗਈ ਵੇਖੋ
ਕਿਸੇ ਨੂੰ ਨਸ਼ਾ ਹੈ ਦੌਲਤ ਦਾ
ਆਪਣਿਆਂ ਵਿੱਚ ਹੀ ਕਦੇ ਕਦੇ
ਬੇਗ਼ਾਨੇ ਪਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਫੁੱਲ ਤਾਂ ਕੀ ਹੈ ਸ਼ੈਅ ਸੱਜਣਾ
ਇੱਥੇ ਦਿਲ ਠੁਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ

ਚੁੱਪ ਕਰ ਸਹਿ ਜਾਵਾਂ ਮੈਂ
ਜੇ ਹੈ ਇਹ ਤੇਰੀ ਮਰਜ਼ੀ
ਕੀ ਕੀ ਭੰਡਾਲ ਤੇ ਤੱਕ ਲੈ ਤੂੰ
ਇਲਜ਼ਾਮ ਲਗਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ
ਫੁੱਲ ਤਾਂ ਕੀ ਹੈ ਸ਼ੈਅ ਸੱਜਣਾ
ਇੱਥੇ ਦਿਲ ਠੁਕਰਾਏ ਜਾਂਦੇ ਨੇ

ਸੀ ਐਸ ਭੰਡਾਲ (ਲੰਦਨ)

C.S. Bhandal

42, Pettit's Lane, Romford

Tel: 07947860172
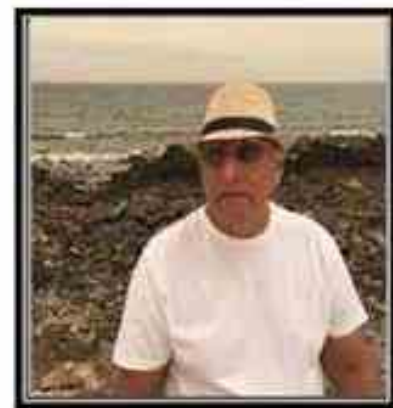
ਸੀ ਐਸ ਭੰਡਾਲ ਸਾਹਿਬ ਕੀ ਪੈਦਾਇਸ਼ ਇੰਡੀਆ ਮੇਂ 25 ਮਈ 1943 ਮੇਂ ਹੂਈ। ਮਿਡਲ ਤਕ ਤਾਲੀਮ ਹਾਸਿਲ ਕੀ। ਇੱਕੀਸ ਸਾਲ ਕੀ ਉਮਰ ਮੇਂ ਸ਼ੇਅਰ ਕਹਿਣੇ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯੇ। ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ। ਇਨ ਕੀ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ "ਮਹਿਫਿਲ" ਕੇ ਨਾਮ ਸੇ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਈ। ਗ਼ਜ਼ਲ ਬਹੁਤ ਅੱਛੀ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ, ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਗੀਤ ਔਰ ਨਜ਼ਮ ਭੀ।

ਮੇਰੀ ਮੁਲਾਕਾਤ ਇਨ ਸੇ "ਲਿਖਾਰੀ ਪੰਜਾਬੀ ਫੋਰਮ" ਔਰ "ਐਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ" ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ(ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ) ਮੇਂ ਹੂਈ।

ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਭੀ ਅਪਣਾ ਕਲਾਮ ਮੁਝੇ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਹੀ ਦੀਆ, ਜਿਸ ਕਾ ਤਰਜੁਮਾ ਕਿਯਾ ਗਿਆ ਔਰ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਿਰ ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈ। ਭੰਡਾਲ ਸਾਹਿਬ ਨਿਹਾਇਤ ਦਰਾਜ਼ ਕੱਦ, ਖਿਲੀ ਰੰਗਤ ਕੇ ਹਸਮੁੱਖ ਮਿਲਣਸਾਰ ਸ਼ਖਸ ਹੈਂ। ਔਰ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਅਪਣੇ ਕਲਾਮ ਸੇ ਖ਼ੂਬ ਦਾਦ ਵਸੂਲ ਪਾਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਨੇ ਗ਼ਜ਼ਲ ਨਜ਼ਮ ਭੀ ਬਹੁਤ ਅੱਛੀ ਲਿਖੀ। ਤਰੰਨੁਮ ਸੇ ਭੀ ਪੜ੍ਹਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਸੇ ਹਰ ਮਾਹ "ਐਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਭਾ" ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਸੇਵਨ ਕੰਗ ਕੇ ਗੁਰੂਦੁਆਰੇ ਮੇਂ ਮੁਲਾਕਾਤ ਹੋਤੀ ਹੈ।

ਆਪ ਕਾ ਸ਼ੇਅਰੀ ਅਸਲੂਬ ਸਬ ਸੇ ਮੁਨਫਰੀਦ ਔਰ ਨਿਰਾਲਾ ਹੈ। ਕਿਉਂਕਿ ਇਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਮੇਂ ਜੋ ਰੰਗ-ਏ-ਜੁਨੂੰ ਹੈ ਵੋ ਦੂਸਰੇ ਸ਼ੋਅਰਾ ਕੇ ਰੰਗ-ਏ-ਸੁਖਨ ਸੇ ਮੁਖਤਲਿਫ ਹੈ। ਇਸ਼ਕ ਔਰ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਦੋਨੋਂ ਸੇ ਇਨਹੇਂ ਲਗਾਓ ਜੁਨੂਨ ਕੀ ਹਦ ਤਕ ਹੈ। ਕਿਸੀ ਕਾਮ ਸੇ ਲਗਨ ਜੁਨੂਨ ਕੀ ਹਦ ਤਕ ਨਾ ਹੋ ਤਬ ਤਕ ਇਨਸਾਨ ਕੋ ਕਾਮਯਾਬੀ ਹਾਸਿਲ ਨਹੀਂ ਹੋਤੀ। ਕਾਰ-ਏ-ਜੁਨੂੰ ਮੇਂ ਕਾਮਯਾਬੀ ਔਰ ਕਾਮਰਾਨੀ ਜ਼ੌਕ-ਏ-ਜੁਨੂੰ ਕੀ ਬਦੌਲਤ ਮਿਲਤੀ ਹੈ। ਲਿਹਾਜ਼ਾ ਇਨ ਕਾ ਯਹੀ ਜ਼ੌਕ-ਏ-ਜੁਨੂੰ ਹੈ ਜੋ ਇਨਹੇਂ ਦੂਸਰੋਂ ਸੇ ਮੁਮਤਾਜ਼ ਕਰਤਾ ਹੈ ਔਰ ਇਨ ਕੇ ਅੰਦਰ ਸਿਤਾਰੋਂ ਸੇ ਆਗੇ ਜਾਣੇ ਕੀ ਆਰਜ਼ੂ ਮਚਲਤੀ ਨਜ਼ਰ ਆਤੀ ਹੈ।

ਅਗਲੇ ਸਫਹਾਤ ਮੇਂ ਇਨ ਕਾ ਖ਼ੂਬਸੂਰਤ ਕਲਾਮ ਸ਼ਾਮਿਲ-ਏ-ਇਸ਼ਾਇਤ ਹੈ। ਉਮੀਦ ਹੈ ਆਪ ਪੜ੍ਹੇਂਗੇ ਔਰ ਮਿਹਜ਼ੂਜ਼ ਹੋਂਗੇ। ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਿਰ ਮੇਂ ਤਮਾਮ ਸਿੱਖ ਭਾਈਓਂ ਕਾ ਕਲਾਮ ਉਨ ਕੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਕਿਯਾ ਹੈ। ਜਿਸ ਸੇ ਉਮੀਦ ਹੈ ਕਿ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੀ ਨੁਈਅਤ ਆਮ ਕੁਤਬ ਸੇ ਬੜ੍ਹ ਗਈ ਹੈ ਕਿ ਇਸ ਸੇ ਪਹਿਲੇ ਲੰਦਨ ਮੇਂ ਐਸਾ ਕਾਮ ਨਹੀਂ ਕਿਯਾ ਗਿਆ।

ਧੀ ਦੀ ਪੁਕਾਰ

ਭਰੂਣ ਹੱਤਿਆ ਨਾ ਕਰੀਂ ਮੈਂ ਵੀ ਆਂ ਇਨਸਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਮੈਨੂੰ ਤੂੰ ਮਾਰ ਕੇ ਕੁੱਖ ਨੂੰ ਬਣਾਈ ਨਾ ਸ਼ਮਸ਼ਾਨ ਨੀ ਮਾਂ

ਪੁੱਤਰਾਂ ਦੀ ਸੁੱਖਣਾ ਸੁੱਖਦੀ ਏਂ ਪੁੱਤਰ ਕਿੱਥੋਂ ਆਉਣਗੇ
ਜੇ ਧੀਆਂ ਨੂੰ ਮਾਪੇ ਕੁੱਖਾਂ ਵਿੱਚ ਮਰਵਾਉਣਗੇ
ਵੀਰੇ ਦੇ ਤੂੰ ਸ਼ਗਨ ਮਨਾਈਂ ਮੈਂ ਵੀ ਖੁਸ਼ੀ ਮਨਾਵਾਂਗੀ
ਮੇਰੇ ਵਾਸਤੇ ਕੁੱਝ ਨਾ ਕਰੀਂ ਸਬਰ ਦਾ ਘੁੱਟ ਭਰ ਜਾਵਾਂਗੀ
ਮੇਰੇ ਇੱਕ ਤਰਲੇ ਦਾ ਕੁੱਝ ਤਾਂ ਕਰ ਖਿਆਲ ਨੀ ਮਾਂ
ਭਰੂਣ ਹੱਤਿਆ ਨਾ ਕਰੀਂ ਮੈਂ ਵੀ ਆਂ ਇਨਸਾਨ ਨੀ ਮਾਂ

ਛੇੜਖਾਨੀ ਕਰਨ ਵਾਲਿਆਂ ਨੂੰ ਕੁੱਝ ਤਾਂ ਸਬਕ ਸਿਖਾਈਂ ਮਾਂ
ਔਨਰ ਕਿਲਿੰਗ ਕਰਨ ਵਾਲਿਆਂ ਨੂੰ ਚੰਗੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਸਮਝਾਈਂ ਮਾਂ
ਧੀਆਂ ਦੀ ਖਿਹ ਖਰਾਬੀ ਹੁੰਦੀ ਵੇਖ ਕਿਸ ਤਰ੍ਹਾਂ ਜਰਦੀ ਏਂ ਮਾਂ
ਉਹ ਵੀ ਕਿਸੇ ਦੀ ਧੀ ਹੁੰਦੀ ਜਿਹੜੀ ਦਾਜ ਦੀ ਬਲੀ ਚੜ੍ਹਦੀ ਏ ਮਾਂ
ਜਿਹੜੀ ਗੱਲ ਕਰੇਂਗੀ ਮੈਨੂੰ ਹੋਵੇਗੀ ਪ੍ਰਵਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਭਰੂਣ ਹੱਤਿਆ ਨਾ ਕਰੀਂ ਮੈਂ ਵੀ ਆਂ ਇਨਸਾਨ ਨੀ ਮਾਂ

ਧੀ ਭੈਣ ਪਤਨੀ ਤੇ ਮਾਂ ਬਣਕੇ ਹਰ ਜ਼ਿੰਮੇਦਾਰੀ ਨਿਭਾਵਾਂਗੀ
ਪੇਕੇ ਅਤੇ ਸਹੁਰੇ ਘਰ ਦੀ ਇੱਜ਼ਤ ਮੈਂ ਵਧਾਵਾਂਗੀ
ਪੁੱਤਰ ਭਾਵੇਂ ਜਾਇਦਾਦ ਵੰਡ ਲੈਣ ਮੈਂ ਤੇਰਾ ਦੁੱਖ ਵੰਡਾਵਾਂਗੀ
ਮੈਂ ਤੈਥੋਂ ਕੁੱਝ ਨਹੀਂ ਮੰਗਣਾ ਜੋ ਦੇਵੇਂ ਪਾਵਾਂਗੀ
ਘਰ ਤੇਰੇ ਦੀ ਬਣਵਾਵਾਂਗੀ ਸ਼ਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਭਰੂਣ ਹੱਤਿਆ ਨਾ ਕਰੀਂ ਮੈਂ ਵੀ ਆਂ ਇਨਸਾਨ ਨੀ ਮਾਂ

ਸੁੰਦਰਤਾ ਦਾ ਗਹਿਣਾ ਆਂ ਤੇ ਮਮਤਾ ਦਾ ਭੰਡਾਰ ਆਂ ਮਾਂ
ਧੀਆਂ ਦੇ ਬਗ਼ੈਰ ਚੱਲਦਾ ਨਹੀਂ ਕਾਰੋਬਾਰ ਨੀ ਮਾਂ
ਮੈਂ ਵੀ ਚਾਹੁੰਦੀ ਆਂ ਘਰ ਵਿੱਚ ਹੋਵੇ ਮੇਰਾ ਵੀ ਸਤਿਕਾਰ ਨੀ ਮਾਂ
ਧੀਆਂ ਨੂੰ ਕਮਜ਼ੋਰ ਨਾ ਸਮਝੀਂ ਧੀਆਂ ਨੇ ਭਲਵਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਮੈਂ ਵੀ ਇਸ ਸੰਸਾਰ ਵਿੱਚ ਆਉਣ ਦੀ ਆਂ ਚਾਹਵਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਭਰੂਣ ਹੱਤਿਆ ਨਾ ਕਰੀਂ ਮੈਂ ਵੀ ਆਂ ਇਨਸਾਨ ਨੀ ਮਾਂ
ਮੈਨੂੰ ਤੂੰ ਮਾਰ ਕੇ ਕੁੱਖ ਨੂੰ ਬਣਾਈ ਨਾ ਸ਼ਮਸ਼ਾਨ ਨੀ ਮਾਂ

ਆਪ ਕੋ ਅਦਬੀ ਖਿਦਮਤ ਮੇਂ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਐਵਾਰਡ ਸੇ ਭੀ ਨਵਾਜ਼ਾ ਗਿਆ। "ਪਿਆਰਾ ਸਿੰਘ ਦਾਤਾ ਯਾਦਗਾਰ ਐਵਾਰਡ" 2010 ਮੇਂ, "ਮੀਰਜ਼ਾਦਾ ਮੈਗਜ਼ੀਨ ਐਵਾਰਡ" 2016 ਮੇਂ ਦੀਆ ਗਿਆ।

ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਆਪ ਕੀ ਤਖਲੀਕਾਤ ਮੁਖਤਲਿਫ ਰਸਾਲੋਂ ਅਖਬਾਰਾਤ ਮੇਂ ਭੀ ਮੁਸਲਸਲ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋਤੀ ਰਹਿਤੀ ਹੈਂ। ਜਿਨ ਮੇਂ "ਮਾਨ ਜੀਤ ਵੀਕਲੀ", "ਮੀਰਜ਼ਾਦਾ", "ਸ਼ਬਦ ਤ੍ਰਿੰਵਣ", "ਪੰਜਾਬ ਟਾਈਮਜ਼", "ਦੇਸ ਪ੍ਰਦੇਸ" ਔਰ "ਅਜੀਤ ਜਲੰਧਰ" ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈਂ।

ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਆਪ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਅਪਣਾ ਕਲਾਮ ਸੁਣਾ ਕਰ ਖੂਬ ਦਾਦ ਵਸੂਲ ਕਰਤੇ ਹੈਂ ਜਿਨ ਮੇਂ "ਪੰਜਾਬੀ ਫੋਰਮ", "ਅਲਫੋਰਡ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ", "ਸਨਮਾਨ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ ਯੂਕੇ" ਔਰ "ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ ਵਲੋਰ ਹਿਪਟਨ" ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈਂ।

ਜਨਾਬ ਭਗਵਾਨ ਸਿੰਘ ਟਾਗਰ ਸਾਹਿਬ ਕੀ ਨਿਹਾਇਤ ਤਵੀਲ ਅਦਬੀ ਖਿਦਮਾਤ ਹੈਂ ਪੰਜਾਬੀ, ਹਿੰਦੀ ਔਰ ਅੰਗ੍ਰੇਜ਼ੀ ਮੇਂ। ਔਰ ਮੁਝੇ ਦਿਲੀ ਖੁਸ਼ੀ ਹੈ ਕਿ ਇਨ ਸੇ ਦੋਸਤੀ ਕੀ ਇਬਤਿਦਾ ਭੀ ਪੰਜਾਬੀ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਹੁਈ ਔਰ ਆਪ ਨੇ ਇਸ ਯਾਦਗਾਰ ਕਿਤਾਬ ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੋ ਕਰ ਮੁਝੇ ਇਜ਼ਾਜ਼ ਦੀਆ। ਇਨ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਮਜ਼ਮੂਨ ਔਰ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਰੀ ਸਫਹਾਤ ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਕੀ ਗਈ ਹੈ ਤਾਕਿ ਗੁਰਮੁਖੀ ਪੜ੍ਹਨੇ ਵਾਲੇ ਦੋਸਤ ਮੁਸਤਫੀਦ ਹੋ ਸਕੇਂ।

ਮੈਂ ਦਿਲੀ ਮੁਬਾਰਕਬਾਦ ਦੇਤਾ ਹੂੰ ਜਨਾਬ ਭਗਵਾਨ ਸਿੰਘ ਸਾਹਿਬ ਕੋ ਔਰ ਦੁਆ ਕਰਤਾ ਹੂੰ ਕਿ ਇਨਕੀ ਕਲਮ ਇਸੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਅਦਬ ਕੀ ਖਿਦਮਤ ਕਰਤੀ ਰਹੇ ਔਰ ਵੋ ਇਸੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਲਗਨ ਮੁਹੱਬਤ ਔਰ ਪਿਆਰ ਸੇ ਲਿਖਤੇ ਰਹੇਂ। ਮਜ਼ਾਹ ਲਿਖਣਾ ਇਤਨਾ ਆਸਾਨ ਨਹੀਂ, ਦੂਸਰੋਂ ਕੇ ਚਿਹਰੋਂ ਪਰ ਮੁਸਕੁਰਾਹਟ ਲਾਣੇ ਕੇ ਲਿਯੇ ਕਲਮਕਾਰ ਕੋ ਉਨ ਕੇ ਸਾਰੇ ਦੁਖ ਦਰਦ ਖੁਦ ਸਮੇਟਨੇ ਪੜਤੇ ਹੈਂ। ਔਰ ਯੇ ਖੂਬੀ ਜਨਾਬ ਭਗਵਾਨ ਸਿੰਘ ਮੇਂ ਮੌਜੂਦ ਹੈ ਜੋ ਕਿਸੀ ਇਬਾਦਤ ਸੇ ਕਮ ਨਹੀਂ। ਖੁਦਾ ਇਨ ਕੀ ਇਸ ਖੂਬੀ ਮੇਂ ਮਜ਼ੀਦ ਬਰਕਤ ਦੇ। ਆਮੀਨ॥

ਮੁਝੇ ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਅਪਣੀ ਸਿਰਫ ਦੋ ਹੀ ਨਜ਼ਮੇਂ ਭੇਜੀ ਥੀਂ ਜੋ ਅਗਲੇ ਸਫਹਾਤ ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੈਂ।

ਭਗਵਾਨ ਸਿੰਘ ਟਾਗਰ (ਲੰਦਨ)

Bhagwan Singh Tagar

Email: bhagwantagar@googlemail.com

Tel: 07786163506
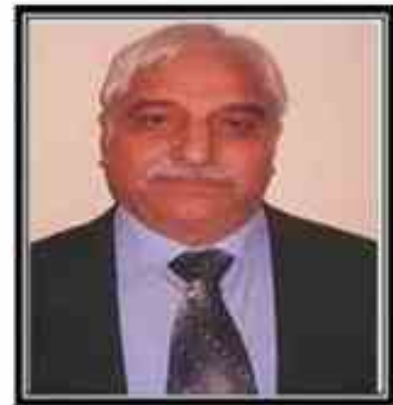
ਭਗਵਾਨ ਸਿੰਘ ਟਾਗਰ ਸਾਹਿਬ ਸੇ ਮੁਲਾਕਾਤ ਸੇਵਨ ਕੰਗ ਗੁਰੂਦੁਆਰੇ ਕੇ ਕਵੀ ਦਰਬਾਰ(ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ) "ਇਲਫੋਰਡ ਪੰਜਾਬੀ ਸਾਹਿਤ ਸਭਾ" ਮੇਂ ਹੋਤੀ ਹੈ ਜਹਾਂ ਆਪ ਅਪਣੇ ਕਲਾਮ ਸੇ ਪਹਿਲੇ ਨਿਹਾਇਤ ਖ਼ੂਬਸੂਰਤ ਲਤੀਫੇ ਸੁਣਾ ਕਰ ਮਹਿਫਿਲ ਕੋ ਗਰਮਾਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਮਜ਼ਾਹੀਆ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕਰਤੇ ਹੈਂ। ਨਾਵਲ ਔਰ ਨਜ਼ਮ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ 1945 ਮੇਂ ਸ੍ਰੀ ਗੰਗਾਨਗਰ, ਰਾਜਸਥਾਨ ਮੇਂ ਪੈਦਾ ਹੂਏ। ਖਾਲਸਾ ਸਕੂਲ ਮੇਂ ਤਾਲੀਮ ਪਾਈ। ਆਠਵੀਂ ਜਮਾਤ ਸੇ ਹੀ ਲਿਖਣਾ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯਾ। ਇਲੈਕਟ੍ਰਿਕ ਇੰਜਿਨੀਅਰਿੰਗ ਮੇਂ ਡਿਪਲੋਮਾ ਹਾਸਿਲ ਕਿਯਾ। ਮਾਰਵਾੜੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਮੇਂ ਤਾਲੀਮ ਕੇ ਦੌਰਾਨ ਹੀ ਕਾਮੇਡੀ ਸਟੇਜ ਡਰਾਮੋਂ ਮੇਂ ਲਿਖਤੇ ਔਰ ਅਦਾਕਾਰੀ ਮੇਂ ਭੀ ਹਿੱਸਾ ਲੇਤੇ ਰਹੇ। ਕਾਮੇਡੀ ਮੇਂ ਆਪ ਦੋ ਲੋਗੋਂ ਸੇ ਬਹੁਤ ਮੁਤਾਸਿਰ ਥੇ, ਇਕ ਜੋ ਆਪ ਕੇ ਵਾਲਿਦ ਕਾ ਨੌਕਰ ਥਾ ਔਰ ਦੂਸਰਾ ਮਸ਼ਹੂਰ ਸ਼ਾਇਰ ਕਾਕਾ ਹਥਰਾਸ। ਇਸੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਨਾਵਲ ਨਿਗਾਰੀ ਮੇਂ ਆਪ ਪ੍ਰੋਫੈਸਰ ਗੁਰਦਿਆਲ ਸਿੰਘ ਔਰ ਸਰਦਾਰ ਬੂਟਾ ਸਿੰਘ ਸ਼ਾਦ ਸੇ ਮੁਤਾਸਿਰ ਹੈਂ। ਕਿਤਾਬੇਂ ਪੜ੍ਹਨੇ ਕਾ ਸ਼ੌਕ ਸ਼ੁਰੂ ਸੇ ਹੀ ਥਾ, ਜ਼ਿਆਦਾ ਦਿਲਚਸਪੀ ਮਜ਼ਾਹ ਮੇਂ ਥੀ।

1970 ਮੇਂ ਆਪ ਬਰਤਾਨੀਆ ਆਏ, ਇਸੀ ਸਾਲ ਆਪ ਨੇ ਸ਼ਾਦੀ ਕੀ ਔਰ ਆਜ ਦੋ ਬੇਟੇ ਔਰ ਤੀਨ ਪੋਤੇ ਹੈਂ। ਇੰਗਲੈਂਡ ਮੇਂ ਚਾਲੀਸ ਸਾਲ ਕਾਮ ਕਰਕੇ ਆਜ ਰੀਟਾਇਰਡ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਗੁਜ਼ਾਰ ਰਹੇ ਹੈਂ। ਲਿਖਣੇ ਕਾ ਸ਼ੌਕ ਬਰਕਰਾਰ ਹੈ।

ਪਹਿਲਾ ਨਾਵਲ "ਦਰਬਦਰ" ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ 1990 ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਆ। ਦੂਸਰੀ ਕਹਾਣੀਓਂ ਕੀ ਕਿਤਾਬ "ਹਿੰਮਤ" ਭੀ ਇਸੀ ਸਾਲ ਸ਼ਾਇਆ ਹੁਈ ਜਬਕਿ ਤੀਸਰੀ ਕਿਤਾਬ ਜੋ ਹਿੰਦੀ ਮੇਂ ਡਰਾਮਾ ਥਾ "ਮਹਿਫਿਲ-ਏ-ਮੁਸ਼ਾਇਰਾ" 1991 ਮੇਂ ਔਰ 1994 ਮੇਂ ਨਾਵਲ ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ "ਭਟਕਾਨ", ਹਿੰਦੀ ਮੇਂ ਮਜ਼ਾਹੀਆ "ਅਖਿਲ ਭਾਰਤੀਆ ਸਿਮੀਲਾਨ" 2000 ਮੇਂ ਔਰ ਪੰਜਾਬੀ ਨਾਵਲ "ਸਭ ਦੁਖਿਆਰੇ" 2003 ਮੇਂ, ਫਿਰ 2006 ਮੇਂ ਹਿੰਦੀ ਕਾਮੇਡੀ "ਗਾਇਕ ਸ਼੍ਰੀ ਬੇਸੁਰਾ ਜੀ ਸੇ ਸਾਕ ਸ਼ਤਵਾਰ", ਹਿੰਦੀ ਕਾਮੇਡੀ ਡਰਾਮਾ "ਦੇਵੀ ਦੇਵਤਾਨ ਕਾ ਧਰਤੀ ਪਰ ਆਗਮਨ" 2008 ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਆ। ਫਿਰ 2009 ਮੇਂ ਪੰਜਾਬੀ ਕਾਮੇਡੀ "ਗਧੇ ਨਾਲ ਮੁਲਾਕਾਤ", ਪੰਜਾਬੀ ਕਹਾਣੀਆਂ "ਫਲੈਟ ਤੋਂ ਫਲੈਟ ਤੱਕ" 2011 ਮੇਂ ਔਰ ਪੰਜਾਬੀ ਕਾਮੇਡੀ "ਬੁਖਾਰੀ ਯੂਨੀਅਨ" ਫਿਰ 2016 ਮੇਂ ਪੰਜਾਬੀ ਨਾਵਲ "ਜਵਾਲਾਮੁਖੀ" ਔਰ ਅੰਗ੍ਰੇਜ਼ੀ ਥ੍ਰਿਲਰ ਨਾਵਲ "ਫ੍ਰੈਂਡ ਕਿਸ਼ਨ ਆਫ ਈਵਲ" ਜੋ ਅਮਰੀਕਾ ਸੇ ਸ਼ਾਇਆ ਹੂਆ, ਇਸ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਆਪ ਕੀ ਦੋ ਮਜ਼ੀਦ ਅੰਗ੍ਰੇਜ਼ੀ ਮੇਂ ਕਿਤਾਬੇਂ ਔਰ ਏਕ ਪੰਜਾਬੀ ਕਾਮੇਡੀ "ਜ਼ੇਰ-ਏ-ਤਰਤੀਬ" ਹੈਂ।

ਇੱਕ ਦੂਜੇ ਦੇ ਬੈਠ ਸਿਰਹਾਣੇ ਕਿੰਨੀਆਂ ਰਾਤਾਂ ਕੱਟੀਆਂ
ਇੱਕ ਦੂਜੇ ਦੇ ਜ਼ਖਮਾਂ ਉੱਤੇ ਕਿੰਨੀਆਂ ਬੰਨ੍ਹੀਆਂ ਪੱਟੀਆਂ

ਕਿੰਨੇ ਅਸੀਂ ਹੰਢਾਏ ਨਗ਼ਮੇ ਗਾ ਗਾ ਗੀਤ ਸੁਣਾਏ
ਗਲੀ ਗਲੀ ਜਾ ਹੋਕੇ ਦਿੱਤੇ ਸੁਣੀਆਂ ਮਿੱਠੀਆਂ ਖੱਟੀਆਂ

ਟਕੇ ਟਕੇ ਦੇ ਬੰਦਿਆਂ ਕੋਲੋਂ ਕਿੰਨੇ ਲਏ ਉਲਾਹਮੇ
ਜਣੇ ਖਣੇ ਦੀ ਕਰੀ ਖੁਸ਼ਾਮਦ ਨਾਲੇ ਭਰੀਆਂ ਚੱਟੀਆਂ

ਲੰਮੀਆਂ ਲੰਮੀਆਂ ਹੇਕਾਂ ਲਾ ਕੇ ਹੀਰਾਂ ਮਿਰਜ਼ੇ ਗਾਏ
ਚੋਰੀ ਛੁਪੇ ਮਿਲਣੇ ਦੀ ਖਾਤਿਰ ਲਾਈਆਂ ਅੱਟੀਆਂ ਸੱਟੀਆਂ

ਵਾਰਿਸ ਸ਼ਾਹ ਤੇ ਯਾਰ ਮੁਹੰਮਦ ਉਹ ਵੀ ਪੜ੍ਹ ਪੜ੍ਹ ਵੇਖੇ
ਯਾਰਾਂ ਨੂੰ ਨਜ਼ਰਾਨੇ ਵੰਡੇ ਮੁਫਤ ਲੁਟਾਈਆਂ ਹੱਟੀਆਂ

ਬਣ ਬਣ ਤੀਰ ਨਿਸ਼ਾਨੇ ਲਾਏ ਵਿੰਨ੍ਹੀਆਂ ਦਿਲ ਦੀਆਂ ਅੱਖਾਂ
ਗ਼ਮ ਦੇ ਦੀਵੇ ਬਾਲਣ ਖਾਤਿਰ ਪਲਕਾਂ ਵੱਟੀਆਂ ਵੱਟੀਆਂ

ਸਹਿ ਲੈਣੇ ਸੀ ਲੱਖ ਤਸੀਹੇ ਜਿੰਦ ਨਿਮਾਣੀ ਉੱਤੇ
ਜੇ ਨਾ ਲੱਗੀਆਂ ਹੁੰਦੀਆਂ ਓਥੇ ਤੇਰੇ ਨਾਂ ਦੀਆਂ ਫੱਟੀਆਂ

ਹੁਣ ਤੇ ਆ ਕੇ ਮਿਲ ਜਾ ਸੱਜਣਾ ਰਾਤ ਹੈ ਮੁੱਕਣ ਵਾਲੀ
ਕੱਟ ਨਹੀਂ ਹੋਣੀ ਰਾਤ ਇਹ ਓਦਾਂ ਜਿੱਦਾਂ ਬਾਕੀ ਕੱਟੀਆਂ

ਇਸ ਝਾਂਜਰ ਦੇ ਜੋਗੀ ਬਣਕੇ ਬੂਹੇ ਅਲਖ ਜਗਾਵਾਂ
ਇਸ ਨਗ਼ਮੇ ਦੀ ਸੀਨੇ ਅੰਦਰ ਅੱਗ ਇਸ਼ਕ ਦੀ ਲਾਵਾਂ

ਇੱਕ ਦੂਜੇ ਦੇ ਬੈਠ ਸਿਰਹਾਣੇ ਕਿੰਨੇ ਨਗ਼ਮੇ ਰੋਏ
ਬੁੱਕ ਬੁੱਕ ਹੰਝੂ ਕਿਰਨ ਤੇ ਵੀ ਟੱਲੀਆਂ ਨਾ ਬੁਲਾਵਾਂ

ਜਿਸਮ ਮੇਰੇ ਤੇ ਜ਼ਖਮ ਜੇ ਹੁੰਦਾ ਧੁੱਪੇ ਬੈਠ ਸੁਖਾਂਵਦੀ
ਤ੍ਰਿਪ ਤ੍ਰਿਪ ਚੋਂਦਾ ਜ਼ਖਮ ਦਿਲ ਦਾ ਕਿੱਥੇ ਸੁੱਕਣਾ ਪਾਵਾਂ

ਚੰਦਰੇ ਉਸ ਜ਼ਮਾਨੇ ਕੋਲੋਂ ਇੱਕ ਅੱਖਰ ਨਾ ਸਰਿਆ
ਕਿੰਨੀਆਂ ਦੱਸੋ ਹੋਰ ਮੈਂ ਟੱਲੀਆਂ ਮੰਦਰੀਂ ਜਾ ਖੜਕਾਵਾਂ

ਵਾਰ ਵਾਰ ਅਫਸਾਨਾ ਇੱਕੋ ਬਦਲ ਬਦਲ ਕੇ ਗਾਇਆ
ਪਰ ਬੰਦੇ ਨੂੰ ਕਦਰ ਬੰਦੇ ਦੀ ਕਰਨੀ ਕਿਵੇਂ ਸਿਖਾਵਾਂ

ਕੋਨਾ ਕੋਨਾ ਇਸ ਵਿਸ਼ਵ ਦਾ ਅੱਜ ਜ਼ਹਿਰੀਲਾ ਹੋਇਆ
ਕਿਸ ਛੂਮੰਤਰ ਨਾਲ ਜ਼ਹਿਰ ਦਾ ਘੁੱਟ ਭਰ ਪੀ ਜਾਵਾਂ

ਬੜਾ ਕਿਹਾ ਮੈਂ ਜਿੰਦ ਵੇਚਕੇ ਮੁੱਲ ਲੈ ਲਵਾਂ ਢੋਲਾ
ਹੁਣ ਮੈਂ ਆਖਾਂ ਜਿੰਦ ਵੇਚਕੇ ਦੁਨੀਆ ਨਵੀਂ ਬਸਾਵਾਂ

ਨਾ ਕੋਈ ਰੋਏ ਨਗ਼ਮਾ ਜਿੱਥੇ ਨਾ ਹੀ ਝਾਂਜਰ ਵਿਲਕੇ
ਨਾ ਕੋਈ ਤਿੜਕੇ ਵੰਗ ਕਿਸੇ ਦੀ ਨਾ ਹੀ ਟੁੱਟਣ ਬਾਹਵਾਂ

ਨਾ ਕੋਈ ਹੋਵੇ ਹਉਆ ਜਿੱਥੇ ਨਾ ਹੀ ਮਾਣੋ ਬਿੱਲੀ
ਫਿਰ ਨਾ ਕੋਈ ਵੀ ਲੱਭਦਾ ਜਿੱਥੇ ਵਹਿਸ਼ਤ ਦਾ ਸਿਰਨਾਵਾਂ

ਕਰਦੇ ਕਰਦੇ ਪਿਆਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ
ਹੁਣ ਕੀ ਕਰਨਾ ਪਿਆਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਬੜੀ ਦੇਰ ਤੋਂ ਲੱਗੀਆਂ ਲੱਗੀਆਂ ਰਹਿਣਗੀਆਂ
ਇਹ ਕਹਿਣਾ ਬੇਕਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਅੱਖੀਆਂ ਦੀ ਮੁਸਕਾਨ ਜੋ ਰੁੱਠੀ ਮੰਨੇ ਨਾ
ਕੀ ਕਰੀਏ ਇਸਰਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਗਲੀ ਯਾਰ ਦੀ ਰਹਿੰਦੇ ਲੱਗੇ ਪਹਿਰੇ ਨੇ
ਸਾਨੂੰ ਬਣਿਆਂ ਪਹਿਰੇਦਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਇਸ਼ਕੇ ਦਾ ਇੱਕ ਸ਼ੇਅਰ ਲਬਾਂ ਤੇ ਆਇਆ ਸੀ
ਹੋਇਆ ਨਾ ਇਜ਼ਹਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਤਪਦੇ ਥਲ ਦੀ ਰੇਤ ਸੀਨਾ ਲਹੌਂਦੀ ਏ
ਸਾਨੂੰ ਜਲਦਿਆਂ ਵਿੱਚ ਬਹਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਜਿਸ ਰਾਂਝਨ ਨੇ ਚੁੰਮੇ ਸਾਡੇ ਅੱਥਰੂ ਸੀ
ਤੱਕਿਆਂ ਉਹਦੀ ਨੁਹਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਟੁੱਟ ਜਾਂਦਾ ਸੀ ਸ਼ੀਸ਼ਾ ਜਦ ਮੈਂ ਤੱਕਦੀ ਸਾਂ
ਹੁਣ ਕੀ ਕਰਾਂ ਸ਼ਿੰਗਾਰ ਜ਼ਮਾਨਾ ਬੀਤ ਗਿਆ

ਤੇਰੇ ਵਜੂਦ ਨਾਲੋਂ ਤੇਰੀ ਤਸਵੀਰ ਚੰਗੀ ਏ
ਖਾਮੋਸ਼ ਰਹੇ ਤਾਂ ਹਰ ਤਕਰੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਧੁੱਪਾਂ ਤੇ ਮੌਸਮ ਬਦਲਣ ਦੇ ਆਦੀ ਨੇ
ਬਦਲ ਜਾਣ ਵਾਲੀ ਹਰ ਤਦਬੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਮੁਹੱਬਤ ਦਾ ਹਰ ਲਕਸ਼ ਇੱਕ ਪੈਗ਼ਾਮ ਹੁੰਦਾ ਏ
ਤਲਖ ਹੀ ਸਹੀ ਇਹਦੀ ਤਾਸੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਖ਼ੁਆਬ ਤੇ ਅਕਸਰ ਖ਼ੁਆਬ ਹੀ ਹੁੰਦੇ ਨੇ
ਕਈ ਖੁਆਬਾਂ ਦੀ ਮਗਰ ਤਾਬੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਇਹ ਸੱਚ ਹੈ ਕਿ ਸੁਪਨੇ ਪੇਟ ਨਹੀਂ ਭਰਦੇ
ਕੌਣ ਕਹਿੰਦਾ ਏ ਇਹਨਾਂ ਦੀ ਤਾਮੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਚੀਰ ਸਕੋ ਤਾਂ ਖੁਆਬਾਂ ਦੀ ਦੀਵਾਰ ਚੀਰੋ
ਦੀਵਾਰ-ਏ-ਖੁਆਬ ਨੂੰ ਚੀਰਦੀ ਸ਼ਮਸ਼ੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਬੋਲਣ ਨੂੰ ਤਾਂ ਲਫਜ਼ ਵੀ ਬੋਲ ਸਕਦੇ ਨੇ
ਇਹ ਫਿਰ ਹਰ ਲਫਜ਼ ਦੀ ਕਦੋਂ ਤਕਦੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਉਂਜ ਤਾਂ ਹਰ ਸਿਲਸਿਲੇ ਦੀ ਇੱਕ ਦਾਸਤਾਨ ਹੁੰਦੀ ਏ
ਪਰ ਸਿਲਸਿਲਾ ਉਹ ਜਿਹਦੀ ਅਖੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਸਾਂਭ ਕੇ ਰੱਖੋ ਦੋਸਤੋ ਅਤੀਕ ਦਾ ਲਿਬਾਸ
ਇਸ ਲਿਬਾਸ ਦੀ ਇੱਕ ਇੱਕ ਲੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਸਮੇਂ ਦੀ ਧੂੜ ਵੀ ਉਹਨੂੰ ਮਿਟਾ ਸਕੇਗੀ ਕਿਆ?
ਜਿਸ ਤਹਿਰੀਰ ਦੀ ਹੀ ਲਕੀਰ ਚੰਗੀ ਏ

ਦਿਲ ਦੇ ਆਖੇ ਲੱਗ ਕੇ ਗ਼ਲਤੀ ਕੀਤੀ ਏ
ਬੜੀ ਮੁੱਦਤ ਦੇ ਬਾਅਦ ਘੁੱਟ ਕੁ ਪੀਤੀ ਏ

ਮੰਗ ਲੈਣੀ ਸੀ ਮੁਆਫੀ ਇਸ ਗੁਸਤਾਖੀ ਦੀ
ਮੈਖਾਨੇ ਦੀ ਜੇਬ ਲਿਹਾਜ਼ਾ ਸੀਤੀ ਏ

ਸਦੀਆਂ ਲੰਬੀ ਰਾਤ ਉਹ ਵੀ ਖੁਸ਼ਕ ਜਿਹੀ
ਪੁੱਛੋ ਨਾ ਹਜ਼ਰਾਤ ਕਿ ਕੈਸੀ ਬੀਤੀ ਏ

ਲੀਰੋ ਲੀਰ ਲਿਬਾਸ ਅੱਜ ਅਖਲਾਕਾਂ ਦਾ
ਲੋਕੀ ਕਹਿਣ ਜਨਾਬ ਅਜੇ ਅਣਸੀਤੀ ਏ

ਸ਼ੀਸ਼ੇ ਦਾ ਕੋਈ ਟੁਕੜਾ ਪੱਥਰ ਚੀਰ ਸਕੇ
ਹੈ ਜੇ ਕੋਈ ਹਕੀਕਤ ਚੁੱਪ ਚੁਪੀਤੀ ਏ

ਪਾਣੀਆਂ ਵਿੱਚ ਤਰੇੜਾਂ ਅਕਸਰ ਸੁਣੀਆਂ ਸੀ
ਲਫਜ਼ਾਂ ਵਿੱਚ ਤਰੇੜ ਇਹ ਕੈਸੀ ਨੀਤੀ ਏ

ਖੋਟੇ ਖੋਟੇ ਸਿੱਕੇ ਚੱਲਣ ਲੱਗ ਪਏ ਨੇ
ਖਰਿਆਂ ਦੇ ਹੱਥ ਆਉਣੀ ਕਦੋਂ ਕੁ ਮੀਤੀ ਏ

ਬਲਬੀਰ ਸਿੰਘ ਪਰਵਾਨਾ (ਲੰਦਨ)

Balbir Singh Parwana

18 Harold Road, Upton Park, London E130SQ

Tel: 02084717358 / 07774470171

ਬਲਬੀਰ ਸਿੰਘ ਪਰਵਾਨਾ ਸਾਹਿਬ ਸੇ ਭੀ ਅਕਸਰ ਮੁਲਾਕਾਤ ਭੋਗਲ ਸਿੰਘ ਸਾਹਿਬ ਕੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਹੋਤੀ ਹੈ ਜੋ ਪੰਜਾਬੀ ਲਿਖਾਰੀ ਫੋਰਮ ਕੇ ਤਹਿਤ ਅਪਟਨ ਪਾਰਕ ਕੇ ਇਲਾਕੇ ਮੇਂ ਹੋਤਾ ਹੈ। ਆਪ ਨਿਹਾਇਤ ਖੁਸ਼ ਲਿਬਾਸ ਸਲਿਮ ਸਮਾਰਟ ਸ਼ਖਸ ਹੈਂ। ਏਕ ਮੁੱਦਤ ਤਕ ਅਫਰੀਕਾ ਰਹੇ, ਵਹਾਂ ਸੇ 1973 ਮੇਂ ਲੰਦਨ ਹਿਜਰਤ ਕੀ ਔਰ ਕਾਫੀ ਮੁੱਦਤ ਤਕ "ਰਾਇਲ ਮੇਲ" ਮੇਂ ਕਾਮ ਕਰਤੇ ਰਹੇ। 2 ਅਪ੍ਰੈਲ 1935 ਮੇਂ ਜ਼ਿਲ੍ਹਾ ਜਲੰਧਰ ਕੇ "ਪਟਰਾ" ਇਲਾਕੇ ਮੇਂ ਪੈਦਾ ਹੁਏ। ਬੀ ਏ ਆਨਰਜ਼ ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ ਕੀ (ਗਿਆਨੀ)। 1954 ਮੇਂ ਲਿਖਣਾ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯਾ। ਇਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ "ਪੰਜਾਬੀ ਜਨਤਾ" ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋਤੀ ਰਹੀ।

ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ 1956 ਮੇਂ "ਸ਼ਹੀਦਾਂ ਦੇ ਸਰਤਾਜ", ਦੂਸਰੀ 1996 ਮੇਂ "ਸ੍ਰਿਸ਼ਟੀ ਦਾ ਚਾਨਣ", ਤੀਸਰੀ 1997 ਮੇਂ "ਜ਼ਖਮਾਂ ਦੀ ਫੁਲਕਾਰੀ", ਚੌਥੀ ਕਿਾਤਬ 1998 ਮੇਂ "ਇੱਕ ਪਲ ਇੱਕ ਯੁੱਗ" ਔਰ ਪਾਂਚਵੀਂ ਕਿਤਾਬ 1999 ਮੇਂ "ਕਿਰਤਾਂ ਦਾ ਉਪਾਸ਼ਕ" ਸ਼ਾਇਆ ਹੁਈ।

ਆਪ ਗ਼ਜ਼ਲ ਕੇ ਬਹੁਤ ਖੂਬਸੂਰਤ ਸ਼ਾਇਰ ਹੈਂ ਹਾਲਾਂਕਿ ਇਸ ਪਾਰ ਕੇ ਪੰਜਾਬੀ ਸ਼ੌਅਰਾ ਗ਼ਜ਼ਲ ਬਹੁਤ ਕਮ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ। ਅਕਸਰ ਇਨ ਕੀ ਨਜ਼ਮੇਂ ਸੁਣਨੇ ਕੋ ਮਿਲਤੀ ਹੈਂ ਮਗਰ ਚੰਦ ਏਕ ਐਸੇ ਸ਼ੌਅਰਾ ਹੈਂ ਜਿਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਆਲਾ ੳ ਅਰਫਾ ਹੈ ਔਰ ਤਮਾਮ ਪਾਬੰਦੀਓਂ ਕੇ ਸਾਥ, ਜਿਨ ਮੇਂ ਬਲਬੀਰ ਸਿੰਘ ਪਰਵਾਨਾ ਸਾਹਿਬ ਔਰ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸੈਣੀ ਸਰ-ਏ-ਫਹਿਰਿਸਤ ਹੈਂ। ਮੋਹਤਰਮ ਬਲਬੀਰ ਸਿੰਘ ਪਰਵਾਨਾ ਉਰਦੂ ਔਰ ਫ਼ਾਰਸੀ ਮੇਂ ਭੀ ਕੁਦਰਤ ਰਖਤੇ ਹੈਂ ਇਸੀ ਲਿਏ ਆਪ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਮੇਂ ਉਰਦੂ ਔਰ ਫਾਰਸੀ ਕੇ ਅਲਫਾਜ਼ ਕਸਰਤ ਸੇ ਇਸਤੇਮਾਲ ਹੋਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਮੁੱਦਤ ਸੇ ਗੇਸੂ-ਏ-ਗਜ਼ਲ ਸੰਵਾਰਨੇ ਮੇਂ ਮਸਰੂਫ ਹੈਂ। ਇਨ ਕੀ ਤਲਖੀਕਾਤ ਮੁਲਕ ਕੇ ਬੇਸ਼ਤਰ ਅਖਬਾਰਾਤ ਔਰ ਰਸਾਇਲ ਮੇਂ ਛਪਤੀ ਰਹਿਤੀ ਹੈਂ, ਇਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਦੌਰ-ਏ-ਹਾਜ਼ਰ ਕੇ ਧੜਕਤੇ ਹੁਏ ਦਿਲ ਕੀ ਏਕ ਐਸੀ ਆਵਾਜ਼ ਹੈ ਜੋ ਕਾਰਈਨ ਕੀ ਸਮਾਅਤੋਂ ਕੋ ਝੰਝੋੜ ਕੇ ਰਖ ਦੇਤੀ ਹੈ। ਅਗਲੇ ਸਫਹਾਤ ਮੇਂ ਆਪ ਖੁਦ ਮਹਿਸੂਸ ਕਰੇਂਗੇ ਕਿ ਜਨਾਬ ਪਰਵਾਨਾ ਸਾਹਿਬ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਮੇਂ ਉਨਕਾ ਧੜਕਤਾ ਦਿਲ ਔਰ ਆਂਖੋਂ ਕੀ ਨਮੀ ਕਿਆ ਕਹਿਤੀ ਹੈ!

ਅਕੀਦਤੋਂ ਕੇ ਸਿਤਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ
ਮੁਹੱਬਤੋਂ ਕੇ ਸਹਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਸੰਭਲ ਕੇ ਰਖਣਾ ਸਰ-ਏ-ਗੁਲਿਸਤਾਂ ਕਦਮ ਅਪਣਾ
ਬਹਾਰ ਸਾਜ਼ ਨਜ਼ਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਜੋ ਦੁਸ਼ਮਨੋਂ ਕੇ ਹਿਸਾਰੋਂ ਸੇ ਬਚ ਨਿਕਲਤੇ ਹੈਂ
ਉਨਹੇਂ ਖਲੂਸ ਕੇ ਧਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਨਾ ਇੰਤਜ਼ਾਰ ਕਰੋ ਮੋਜਜ਼ੋਂ ਕਾ ਅਹਿਲ-ਏ-ਨਜ਼ਰ
ਮੁਕੱਦਰੋਂ ਕੇ ਸਿਤਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਜਿਨਹੇਂ ਚੁਣਾ ਹੈ ਹਮੀਂ ਨੇ ਹੀ ਅਪਣੇ ਵੋਟੋਂ ਸੇ
ਵੋ ਹੁਕਮਰਾਨ ਹਮਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਸ਼ਿਕਾਇਤ ਅਪਣੋਂ ਸੇ ਹਮਕੋ ਨਾ ਹੈ ਗ਼ੈਰੋਂ ਸੇ
ਹਮੇਂ ਤੋ ਸਾਰੇ ਕੇ ਸਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਜਿਨਹੇਂ ਖੁਦਾ ਪੇ ਭਰੋਸਾ ਨਾ ਹੋ ਉਨਹੇਂ ਅਮਜਦ
ਯੇ ਨਾਖੁਦਾ ਭੀ ਹਮਾਰੇ ਫਰੇਬ ਦੇਤੇ ਹੈਂ

ਦਿਲ ਦੀ ਦੁਨੀਆ ਆਪਣੀ ਬਸਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ
ਯਾਦ ਤੇਰੀ ਨਾਲ ਸਜਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ

ਬਹਿ ਕੇ ਰਾਤੀਂ ਆਪਣੀ ਉਦਾਸੀ ਦੇ
ਦੀਵੇ ਸੁਬਹ ਤੀਕ ਜਲਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ

ਲੋਕੀ ਕਹਿੰਦੇ ਨੇ ਮੈਨੂੰ ਸ਼ੁਦਾਈ ਤੇਰਾ
ਹਾਲ ਆਪਣਾ ਜੇ ਇੰਜ ਦਾ ਬਣਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ

ਡੁੱਬ ਕੇ ਸ਼ੋਹ ਦਰਿਆ ਤੇਰੀ ਯਾਦ ਦੇ ਵਿੱਚ
ਅੱਥਰੂ ਲਹੂ ਦੇ ਮੈਂ ਬਹਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ

ਅਮਜਦ ਮਾਨ ਏ ਉਸ ਨੂੰ ਵਡਿਆਈ ਦਾ
ਨਾਜ਼ ਨਖਰੇ ਮੈਂ ਉਸ ਦੇ ਉਠਾਈ ਰੱਖਣਾ ਵਾਂ

ਚੌ ਮਿਸਰਾ

ਜਦ ਤੋਂ ਮਿਲਿਆਂ ਤੇਰੇ ਨਾਲ ਸੋਹਣਿਆ ਸ਼ੇਅਰ ਸੁਰ ਨਾਲ ਅਸਾਂ ਹੁਣ ਗਾਉਣ ਲੱਗੇ ਆਂ
ਮਸ਼ਹੂਰ ਸੀ ਸ਼ਾਡੀ ਮੁਰਦਾ ਦਿਲੀ ਅਸਾਂ ਗੱਲ ਗੱਲ ਤੇ ਹੁਣ ਮੁਸਕੁਰਾਉਣ ਲੱਗੇ ਆਂ
ਚੰਗੇ ਲੱਗਦੇ ਨਾ ਸਨ ਲੋਕੀ ਸਾਨੂੰ ਉਹਨਾਂ ਬੁਲਾਕੇ ਕੋਲ ਬਿਠਾਉਣ ਲੱਗੇ ਆਂ
ਅਮਜਦ ਜਦ ਤੋਂ ਹੋਇਆ ਪਿਆਰ ਸਾਨੂੰ ਅਸੀਂ ਹਰ ਪਾਸੇ ਆਉਣ ਜਾਣ ਲੱਗੇ ਆਂ

ਕਸ਼ਮੀਰ ਮੇਰੇ ਨਾਮ!

ਹਮੇਸ਼ਾਂ ਸੇ ਯੇ ਘਰ ਮੇਰਾ, ਤੁਮਹਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ
ਮੇਰੀ ਜੰਨਤ ਪੇ ਕਾਬਜ਼ ਹੋ, ਗਵਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਲਿਖਾ ਹੈ ਕਾਤਿਬ-ਏ-ਤਕਦੀਰ ਨੇ ਕਸ਼ਮੀਰ ਮੇਰੇ ਨਾਮ
ਕਭੀ ਗਰਦਿਸ਼ ਮੇਂ ਕਿਸਮਤ ਕਾ ਸਿਤਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਮੁਹੰਮਦ ਕੀ ਹੈਂ ਉੱਮਤ ਹਮ, ਯਹੀ ਈਮਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ
ਕਭੀ ਅੱਲ੍ਹਾ ਬਾਤਿਲ ਕਾ ਸਹਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਰਿਦਾ ਛੀਨੇ, ਕਲੀ ਮਸਲੇ, ਉਜਾੜੇ ਗੋਦ ਮਾਓਂ ਕੀ
ਮੇਰੇ ਮੌਲਾ ਕੋ ਤੁਮ ਜੈਸਾ ਤੋ ਪਿਆਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਖੁਦਾ-ਏ-ਪਾਕ ਕੇ ਬੰਦੇ ਉਸੀ ਪੇ ਹੈ ਯਕੀਂ ਅਪਣਾ
ਹਮਾਰਾ ਕੁਫਰ-ਓ-ਬਾਤਿਲ ਸੇ ਗੁਜ਼ਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਯਹੀ ਤਾਰੀਖ ਸੇ ਸਾਬਤ ਮੇਰੀ ਜਾਗੀਰ ਹੈ ਅਮਜਦ
ਤੋ ਫਿਰ ਕਿਉਂਕਰ ਮੇਰਾ ਇਸ ਪਰ ਅਜਾਰਾ ਹੋ ਨਹੀਂ ਸਕਤਾ

ਨਗ਼ਮਾ

ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਸਾਡਾ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਏ
ਸਾਰੇ ਜੱਗ ਵਿੱਚ ਚਮਕੇ ਉਸਦਾ ਸੋਹਣਾ ਚੰਨ ਤੇ ਤਾਰਾ ਏ
ਸਾਰੀ ਦੁਨੀਆ ਤੋਂ ਵੱਖਰੀ ਮੇਰੇ ਸੋਹਣੇ ਦੇਸ਼ ਦੀ ਸ਼ਾਨ ਹੋਏ
ਜਿਉਂਦਾ ਰਹੇ ਓ ਦੇਸ਼ ਮੇਰੇ ਦਾ ਬੁੱਢਾ ਭਾਵੇਂ ਜਵਾਨ ਹੋਏ
ਇੱਕ ਇੱਕ ਬੰਦਾ ਪਾਕ ਵਤਨ ਦਾ ਲੱਖਾਂ ਉੱਤੋਂ ਭਾਰਾ ਏ
ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਸਾਡਾ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਏ
ਪਹਾੜ ਸਮੁੰਦਰ ਬਾਗ਼ ਤੇ ਨਹਿਰਾਂ ਦਰਿਆ ਮੇਰੇ ਦੇਸਾਂ ਦੇ
ਲੋਕੀ ਇੱਕ ਜਾਂ ਬਣ ਜਾਂਦੇ ਨੇ ਵੱਖਰੇ ਵੱਖਰੇ ਭੇਸਾਂ ਦੇ
ਵੇਖ ਕੇ ਪੈਂਦੀ ਠੰਡ ਅੱਖਾਂ ਨੂੰ ਇੰਜ ਦਾ ਸ਼ੋਖ ਨਜ਼ਾਰਾ ਏ
ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਸਾਡਾ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਏ
ਸੋਹਣੀ ਧਰਤੀ ਮੇਰੇ ਵਤਨ ਦੀ ਅਮਜਦ ਜਾਨ ਤੋਂ ਪਿਆਰੀ ਏ
ਜਿੱਥੇ ਵੀ ਹੋਵਾਂ ਪਾਕ ਵਤਨ ਲਈ ਮੇਰੀ ਜਾਨ ਵੀ ਵਾਰੀ ਏ
ਮੇਰੇ ਲਈ ਤੇ ਸਾਰੇ ਜਹਾਨ ਤੋਂ ਮੇਰਾ ਦੇਸ ਨਿਆਰਾ ਏ
ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਸਾਡਾ ਪਾਕਿਸਤਾਨ ਪਿਆਰਾ ਏ

ਜ਼ਰਬ ਅਹਿਸਾਸ ਕੇ ਸੀਨੇ ਪੇ ਲਗਾਈ ਕਿਸ ਨੇ
ਫਿਰ ਤਕੱਦੁਸ ਕੀ ਯੇ ਦੀਵਾਰ ਗਿਰਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਆਬ ਕੋ ਬਖ਼ਸ਼ ਦੀਆ ਰੰਗ-ਏ-ਹਿਨਾਈ ਕਿਸ ਨੇ
ਪਿਆਸ ਦਰਿਆ ਕੀ ਯੇ ਲਹੂ ਸੇ ਬੁਝਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਕਰਬ ਕੇ ਸ਼ੋਅਲੇ ਅਭੀ ਸਰਦ ਨਾ ਹੋਨੇ ਪਾਏ
ਆਗ ਫਿਰ ਦਸ਼ਤ-ਏ-ਜੁਨੂੰ ਮੇਂ ਯੇ ਲਗਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਇੱਕ ਮੁੱਦਤ ਸੇ ਥੀ ਇਨਸਾਫ ਕੀ ਦਹਿਲੀਜ਼ ਉਦਾਸ
ਆਜ ਯੇ ਅਦਲ ਕੀ ਜ਼ੰਜੀਰ ਹਿਲਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਅਪਣੇ ਹੀ ਹਾਥ ਸੇ ਸ਼ਾਹਰਗ ਚਲਾਕਰ ਨਸ਼ਤਰ
ਜ਼ੁਲਮ ਕੇ ਹਾਥੋਂ ਸੇ ਪਾਈ ਹੈ ਰਿਹਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਰਾਜ਼-ਏ-ਦਿਲ ਹਮਨੇ ਜ਼ਮਾਨੇ ਸੇ ਛੁਪਾਇਆ ਥਾ ਮਗਰ
ਮਿਹਰਬਾਂ ਕੌਣ ਹੈ, ਕੀ ਅਕਦਾ ਕੁਸ਼ਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

ਉਂਗਲੀਆਂ ਕਿਸ ਕੀ ਕਲਮ ਹੋਂ ਅਮਜਦ! ਦੇਖੋ
ਖ਼ੂਨ ਸੇ ਯੇ ਮੇਰੀ ਤਸਵੀਰ ਬਣਾਈ ਕਿਸ ਨੇ

❁

ਗ਼ਮਜ਼ਦੋਂ ਕਾ ਵੋ ਮਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ
ਮੂੰਹ ਮੇਂ ਸ਼ੀਰੀਂ ਜ਼ੁਬਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਲਾਖ ਬਰਸਾਓ ਜ਼ੁਲਮ ਕੇ ਪੱਥਰ
ਹਮ ਖ਼ੁਦਾ ਮਿਹਰਬਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਸਿਰਫ ਗ਼ਮ ਸੇ ਤੁਮਹਾਰੇ ਹੈ ਨਿਸਬਤ
ਮੁਖ਼ਤਸਰ ਖਾਨਦਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਪਸਤ ਹੋਤੀ ਹੈ ਜ਼ਹਿਨੀਅਤ ਉਨ ਕੀ
ਵੋ ਜੋ ਊਂਚਾ ਮਕਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਹੈਂ ਜੋ ਅਹਿਸਾਸ-ਏ-ਕਮਤਰੀ ਕਾ ਸ਼ਿਕਾਰ
ਕਿਸ ਕਦਰ ਆਨ ਬਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਚਾਂਦ ਸੂਰਜ ਨਾ ਦੇਂ ਹਮੇਂ ਤਾਨ੍ਹਾ
ਹਮ ਭੀ ਇਕ ਆਸਮਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਹਮ ਭੀ ਕਿਤਨੇ ਹੈਂ ਸਾਦਾ ਦਿਲ ਅਮਜਦ!
ਉਨ ਸੇ ਕਿਆ ਕਿਆ ਗੁਮਾਨ ਰਖਤੇ ਹੈਂ

ਫਾਰੈਸਟ ਨੇ ਇਨਹੇਂ "ਸੇਵਕ ਐਵਾਰਡ" ਸੇ ਨਵਾਜ਼ਾ, ਇਸ ਇਲਾਕੇ ਕੀ ਸੱਤਰ ਹਜ਼ਾਰ ਕੀ ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਆਬਾਦੀ ਮੇਂ ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਤੀਸਰੇ ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਥੇ ਜਿਨਹੇਂ ਕੌਂਸਿਲ ਕਾ ਯੇ ਸਬ ਸੇ ਬੜਾ ਐਵਾਰਡ ਮਿਲਾ। ਵਾਲਥਮ ਸਟੋ ਈਸਟ ਲੰਦਨ ਕੇ ਟਾਊਨ ਹਾਲ ਮੇਂ ਆਵੇਜ਼ਾਂ ਬਹੁਤ ਬੜੇ ਬੋਰਡ ਪਰ ਸੇਵਕ ਐਵਾਰਡ ਕੀ ਲਿਸਟ ਮੇਂ ਇਨ ਕਾ ਨਾਮ ਪੀਤਲ ਕੇ ਅਲਫਾਜ਼ ਮੇਂ ਜੜਾ ਹੂਆ ਹੈ।

ਆਪ ਨਿਹਾਇਤ ਦੋਸਤ ਨਵਾਜ਼ ਹਸਮੁੱਖ ਬਲਕਿ ਲਤੀਫਾ ਗੋ ਖੁਸ਼ਗਵਾਰ ਸ਼ਖਸੀਅਤ ਕੇ ਹਾਮਲ ਹੈਂ। ਆਪ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਨਜ਼ਾਮਤ ਕੇ ਦੌਰਾਨ ਇਨ ਕੀ ਗੁਫਤਗੂ ਪਰ ਹਮੇਸ਼ਾ ਕਹਿਕਹੋਂ ਕੀ ਬਾਜ਼ ਗਸ਼ਤ ਸੁਣਾਈ ਦੇਤੀ ਹੈ, ਸ਼ਾਇਦ ਯਹੀ ਵਜ੍ਹਾ ਹੈ ਕਿ ਏਕ ਲੰਦਨ ਕੇ ਬਾਕੀ ਤਮਾਮ ਅਦਬੀ ਤੰਜ਼ੀਮੋਂ ਸੇ ਜ਼ਿਆਦਾ ਇਨਕੇ ਯਹਾਂ ਲੋਗ ਜਮਾ ਹੋਤੇ ਹੈਂ, ਕਈ ਲੋਗ ਤੋ ਇਨਕੀ ਖੁਸ਼ਗਵਾਰ ਬਾਤੇਂ ਸੁਣਨੇ ਕੇ ਲਿਯੇ ਆਤੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਪਹਿਲੇ ਕਲਮਕਾਰ ਹੈਂ ਜਿਨਹੋਂ ਨੇ ਬਰਤਾਨੀਆ ਮੇਂ ਦੋ ਕਿਤਾਬੇਂ ਚੀਦਾ ਚੀਦਾ ਲਤੀਫੋਂ ਕੀ ਔਰ "ਮੁਸਕਾਨ" ਸੁਣੀ ਸੁਣਾਈ ਹੂਈ ਮਜ਼ਾਹੀਆ ਕਹਾਣੀਓਂ ਕੀ ਭੀ ਸ਼ਾਇਆ ਕੀ ਜੋ ਬਹੁਤ ਪਸੰਦ ਕੀ ਗਈਂ, ਆਪ ਨੇ ਹਰ ਮੌਜ਼ੂਅ ਪਰ ਲਿਖਾ ਹੈ ਔਰ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਲਿਖਾ ਹੈ। ਉਮਰ ਕੀ ਅੱਸਵੀਂ ਸੀੜ੍ਹੀ ਪਰ ਕਦਮ ਰੱਖੇ ਹੂਏ ਭੀ ਰੋਜ਼ਾਨਾ ਆਠ ਘੰਟੇ ਅਪਣੇ ਅਦਬੀ ਕਾਮੋਂ ਮੇਂ ਮਸਰੂਫ ਰਹਿਣੇ ਵਾਲੇ ਅਮਜਦ ਮਿਰਜਾ ਸਬ ਕਾ ਖਿਆਲ ਰਖਤੇ ਹੈਂ ਔਰ ਵਾਟਸਐਪ ਪਰ ਹਜ਼ਾਰੋਂ ਸੇ ਰਾਬਤਾ ਰਖੇ ਹੂਏ ਹੈਂ। ਵੋ ਕਭੀ ਕਭੀ ਮਜ਼ਾਕ ਸੇ ਕਹਿਤੇ ਹੈਂ ਕਿ ਇਨਸਾਨੋਂ ਕੇ ਇਸ ਛੱਤੇ ਮੇਂ ਮੈਂ ਏਕ ਵਰਕਰ ਮੱਖੀ ਹੂੰ ਜਿਸ ਕਾ ਕਾਮ ਹਰ ਫੂਲ ਸੇ ਸ਼ਹਿਦ ਕਸ਼ੀਦ ਕਰਨਾ ਵੋ ਭੀ ਦੂਸਰੋਂ ਕੇ ਲਿਯੇ! ਲਿਹਾਜ਼ਾ ਕਾਮ ਹੀ ਮੇਰਾ ਫਰਜ਼ ਹੈ ਔਰ ਕਾਮ ਹੀ ਮੇਰੀ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਔਰ ਕਾਮ ਹੀ ਮੁਝੇ ਜਲਾਲ ਬਖਸ਼ਤਾ ਹੈ।

ਮੁਝੇ ਯੇ ਲਿਖਤੇ ਹੂਏ ਫਖਰ ਮਹਿਸੂਸ ਹੋਤਾ ਹੈ ਕਿ ਅਮਜਦ ਭਾਈ ਸੇ ਮੇਰੀ ਜਾਣ ਪਹਿਚਾਣ ਚੰਦ ਘੰਟੋਂ ਮੇਂ ਹੀ ਬੜੇ ਮਜ਼ਬੂਤ ਭਾਈਚਾਰੇ ਮੇਂ ਬਦਲ ਗਈ ਥੀ, ਆਪ ਮੇਂ ਯਹੀ ਖੂਬੀ ਹੈ ਕਿ ਕਿਸੀ ਅਜਨਬੀ ਕੋ ਭੀ ਚੰਦ ਮਿੰਟ ਸੇ ਜ਼ਿਆਦਾ ਅਜਨਬੀਅਤ ਮਹਿਸੂਸ ਨਹੀਂ ਹੋਣੇ ਦੇਤੇ ਔਰ ਅਪਣੀ ਬਾਤੋਂ ਕੀ ਚਾਸ਼ਨੀ ਮੇਂ ਉਸੇ ਹਮੇਸ਼ਾ ਕੇ ਲਿਯੇ ਅਪਣਾ ਗਿਰਵੀਦਾ ਬਣਾ ਲੇਤੇ ਹੈਂ।

ਇਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਇਨ ਕੇ ਅਫਸਾਨੇ ਹਮਾਰੇ ਚਾਰੋਂ ਅਤਰਾਫ ਫੈਲੇ ਹੂਏ ਲੋਗੋਂ, ਮਾਹੌਲ ਔਰ ਰਹਿਣ ਸਹਿਣ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਹੀ ਹੋਤੇ ਹੈਂ। ਇਨਹੇਂ ਅਪਣੇ ਮੁਲਕ ਸੇ ਇਸ਼ਕ ਹੈ, ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਇਸ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਭੀ ਬਹੁਤ ਲਿਖਾ। ਮੁਸਲਮਾਨ ਜਹਾਂ ਭੀ ਹੈਂ, ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਹਮੇਸ਼ਾ ਉਨ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਭੀ ਲਿਖਾ। "ਸ਼ੌਲਾ-ਏ-ਸੁਖਨ" ਮੇਂ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਗ਼ਜ਼ਲੇਂ ਨਜ਼ਮੇਂ ਕਸ਼ਮੀਰ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਲਿਖੀ ਹੈਂ ਜੋ ਸ਼ਾਇਦ ਹੀ ਕਿਸੀ ਯੂਰਪੀ ਸ਼ਾਇਰ ਨੇ ਇਤਨਾ ਕਲਾਮ ਲਿਖਾ ਹੋ। ਇਨ ਕੇ ਅਫਸਾਨੋਂ ਮੇਂ ਆਪ ਕੋ ਅਪਣੀ ਕਹਾਣੀ ਨਜ਼ਰ ਆਤੀ ਹੈ। ਵੋ ਜੋ ਕੁਛ ਭੀ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ ਸੱਚ ਕੀ ਬੁਨਿਆਦ ਪਰ ਲਿਖਤੇ ਹੈਂ। ਮੇਰੀ ਦਿਲੀ ਦੁਆ ਹੈ ਕਿ ਅੱਲ੍ਹਾ ਪਾਕ ਇਨ ਕੋ ਸਿਹਤ ਤੰਦਰੁਸਤੀ ਦੇ ਔਰ ਇਨ ਕੀ ਕਲਮ ਮੇਂ ਬਰਕਤ। ਆਮੀਨ।

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ (ਲੰਦਨ)

Amjad Mirza Amjad

Email: mirzaamjad@hotmail.co.uk

Tel: 07939830093

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਮਾਰੂਫ ਸ਼ਾਇਰ, ਅਫਸਾਨਾ ਨਿਗਾਰ, ਇਨਸ਼ਾਈਆ ਨਿਗਾਰ, ਕੰਪੋਜ਼ਰ, ਡਿਜ਼ਾਈਨਰ, ਪਬਲਿਸ਼ਰ, ਟੀ ਵੀ ਪੇਸ਼ਕਾਰ ਔਰ ਇਕ ਅਦਬੀ ਤਨਜ਼ੀਮ 2006 ਸੇ "ਵਾਲਥਮ ਫਾਰੇਸਟ ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਕਮਿਊਨਿਟੀ ਫੋਰਮ ਲੰਦਨ" ਕੇ ਨਾਮ ਸੇ ਚਲਾ ਰਹੇ ਹੈਂ ਜਿਸ ਕੇ ਤਹਿਤ ਹਰ ਮਾਹ ਕੀ ਪਹਿਲੀ ਐਤਵਾਰ ਕੋ ਕਈ ਬਰਸੋਂ ਸੇ ਮੁਸਲਸਲ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਔਰ ਕਿਤਾਬੋਂ ਕੀ ਤਕਰੀਬ-ਏ-ਰੂਨੁਮਾਈ ਔਰ ਮੌਸੀਕੀ ਕੇ ਪ੍ਰੋਗਰਾਮ ਹੋਤੇ ਹੈਂ। ਅਣਥੱਕ ਮੁਸਲਸਲ ਮਿਹਨਤ ਕੇ ਆਦੀ ਹੈਂ, ਅਪਣੇ ਪਬਲਿਸ਼ਿੰਗ ਅਦਾਰੇ ਸੇ ਅਬ ਤਕ 58 ਕਿਤਾਬੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਕਰ ਚੁਕੇ ਹੈਂ। ਆਪ ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਪਹਿਲੇ ਪਬਲਿਸ਼ਰ ਉਰਦੂ ਪੰਜਾਬੀ ਕੇ ਕੰਪੋਜ਼ਰ ਹੈਂ।

ਇਨ ਕੀ ਅਪਣੀ ਅਬ ਤਕ ਬਾਈਸ ਕਿਤਾਬੇਂ ਮਨੱਸਾ-ਏ-ਸ਼ਹੂਦ ਪਰ ਆ ਚੁਕੀ ਹੈਂ। "ਯੂਰਪ ਦੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ" ਸੇ ਪਹਿਲੇ ਇਨਹੋਂ ਨੇ 2014 ਮੇਂ "ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ" ਸ਼ਾਇਆ ਕੀ ਥੀ ਜਿਸ ਮੇਂ ਇਸ ਦੌਰ ਕੇ ਮਾਰੂਫ 95 ਸ਼ੋਅਰਾ ਕਾ ਤਜ਼ਕਰਾ ਔਰ ਕਲਾਮ ਥਾ। ਯੇ ਕਿਤਾਬ ਕਈ ਮੁਮਾਲਿਕ ਮੇਂ ਲਾਇਬਰੇਰੀਓਂ ਔਰ ਯੂਨੀਵਰਸਿਟੀਓਂ ਮੇਂ ਭੀ ਭੇਜੀ ਗਈ। ਅਬ ਤਕ ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਕਿਸੀ ਕਲਮਕਾਰ ਨੇ ਭੀ ਇਸ ਮੌਜ਼ੂਅ ਪਰ ਕੋਈ ਕਿਤਾਬ ਨਹੀਂ ਲਿਖੀ। ਅਬ ਯੂਰਪ ਕੇ ਅਹਿਬਾਬ ਕੀ ਫਰਮਾਇਸ਼ ਪਰ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਸ਼ੁਰੂ ਕਿਯਾ ਗਿਆ ਹੈ ਜਿਸ ਮੇਂ ਲੰਦਨ ਕੀ ਸਿੱਖ ਸ਼ੋਅਰਾ ਬਰਾਦਰੀ ਕੋ ਭੀ ਸ਼ਾਮਿਲ ਕਿਯਾ ਗਿਆ ਜਿਨ ਕਾ ਕਲਾਮ ਉਰਦੂ ਕੇ ਹਿੱਸੇ ਮੇਂ ਔਰ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਿਰ ਮੇਂ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਭੀ ਹੈ। ਇਸ ਲਿਹਾਜ਼ ਸੇ ਯੇ ਕਿਤਾਬ ਅਪਣਾ ਏਕ ਖਾਸ ਮੁਕਾਮ ਰੱਖਤੀ ਹੈ।

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਔਰ "ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ" ਪਰ ਫਤਿਹਪੁਰ, ਰਾਜਸਥਾਨ, ਇੰਡੀਆ ਕੇ ਮਾਰੂਫ ਲਿਖਾਰੀ ਨਜ਼ੀਰ ਫਤਿਹਪੁਰੀ ਨੇ ਭੀ ਏਕ ਕਿਤਾਬ "ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ ਕਾ ਅਦਬੀ ਮੰਜ਼ਰ ਨਾਮਾ" ਲਿਖੀ ਜਿਸ ਮੇਂ ਉਨਹੋਂ ਨੇ ਇਨ ਕੇ ਅਦਬੀ ਕਾਮ ਕੋ ਸਰਾਹਾ।

ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੀ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਤੰਜ਼ੀਮੋਂ ਮੇਂ ਔਰ ਅਖਬਾਰਾਤ ਨੇ ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਕੋ ਇਨਕੀ ਪੱਚੀਸ ਸਾਲਾ ਅਦਬੀ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਪਰ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਐਵਾਰਡ ਸੇ ਭੀ ਨਵਾਜ਼ਾ। ਇਨਹੋਂ ਨੇ ਪਾਂਚ ਸਾਲ ਤਕ ਬਰਤਾਨੀਆ ਔਰ ਯੂਰਪ ਕਾ ਪਹਿਲਾ ਪੰਜਾਬੀ ਰਿਸਾਲਾ "ਸਵੇਰਾ" ਔਰ ਉਰਦੂ ਮਜ਼ਾਹੀਆ ਰਿਸਾਲਾ "ਮੁਸਕਾਨ" ਭੀ ਜਾਰੀ ਰੱਖਾ, ਯਾਦ ਰਹੇ ਕਿ ਇਸਕੇ ਪਹਿਲੇ ਨਾ ਬਾਅਦ ਕਿਸੀ ਨੇ ਭੀ ਪੰਜਾਬੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਮੇਂ ਕੋਈ ਅਖਬਾਰ ਰਿਸਾਲਾ ਨਹੀਂ ਨਿਕਾਲਾ। ਜਿਸ ਪਰ ਲੰਦਨ ਕੀ ਮਸ਼ਹੂਰ ਬਾਰੂ(ਜ਼ਿਲ੍ਹਾ) ਵਾਲਥਮ

ਜੋ ਵੀ ਹੋਵੇ ਜੀਵਨ ਦੇ ਵਿੱਚ ਪਾ ਲਓ ਆਦਤ ਮੁਸਕੁਰਾਉਣ ਦੀ
ਲੋਕਾਂ ਕੋਲੋਂ ਆਪਣੇ ਦਿਲ ਦੇ ਜ਼ਖਮਾਂ ਨੂੰ ਛਿਪਾਉਣ ਦੀ

ਜਿੰਨਾ ਵੀ ਹੁਣ ਤੰਗ ਕਰੀਂ ਭਾਂਵੇਂ ਤੂੰ ਸਤਾਵੀਂ
ਮੈਨੂੰ ਵੀ ਹੁਣ ਆਦਤ ਪੈ ਗਈ ਹੈ ਮੁਸਕੁਰਾਉਣ ਦੀ

ਮੈਂ ਧੀ ਵੀ ਆਂ ਭੈਣ ਵੀ ਤੇ ਮਾਂ ਵੀ ਆਂ
ਬਣ ਗਈ ਹੈ ਆਦਤ ਜਿਹੀ ਹੁਣ ਫੱਟ ਖਾਉਣ ਦੀ

ਆਪਣੇ ਦੇਸ ਦੀ ਮਿੱਟੀ ਛੋੜ ਪਰਦੇਸਾਂ ਨੂੰ
ਅੱਜ ਕਿੰਜ ਦੀ ਪੈ ਗਈ ਰਸਮ ਰੋਜ਼ੀ ਕਮਾਉਣ ਦੀ

ਚੁਣਿਆ ਸੀ ਜਿਸ ਲੀਡਰ ਨੂੰ ਦੇਸ ਦੀ ਰਕਸ਼ਾ ਲਈ
ਉਸ ਨੂੰ ਪੈ ਗਈ ਆਦਤ ਦੇਸ ਨੂੰ ਖਾਉਣ ਦੀ

ਕਿੰਜ ਕਹੇ ਸਤਿਨਾਮ ਮਾਂ ਦੇ ਵੱਗਦੇ ਹੰਝੂਆਂ ਨੂੰ
ਕੋਈ ਆਸ ਨਹੀਂ ਰਹੀ ਵਾਪਸ ਘਰ ਆਉਣ ਦੀ

ਖੌਰ੍ਹੇ ਕਿਉਂ ਨਹੀਂ ਚੰਗੀ ਲੱਗਦੀ ਹੁਣ ਗੱਲ ਮੇਰੀ
ਇਸ ਉਮਰੇ ਤੂੰ ਗ਼ੁੱਸਾ ਨਾ ਇਤਨਾ ਕਰਿਆ ਕਰ

ਮੈਂ ਜੇ ਕਹਿ ਜਾਵਾਂ ਕੁੱਝ ਗ਼ੁੱਸੇ ਨਾਲ ਕਦੀ
ਸਹਿਜੇ ਨਾਲ ਤੂੰ ਵੀ ਗੱਲ ਮੇਰੀ ਨੂੰ ਜਰਿਆ ਕਰ

ਧੀ ਆਂ ਮੈਂ ਪੰਜਾਬ ਦੀ ਰਹਿੰਦੀ ਆਂ ਵਿਲਾਇਤ ਦੇ ਵਿੱਚ
ਇਹ ਗੱਲ ਨਾ ਭੁੱਲ ਜਾਈਂ, ਹੱਥ ਹੌਲਾ ਜਿਹਾ ਧਰਿਆ ਕਰ

ਜੇ ਮੈਂ ਔਖੀ ਹੋ ਕੇ ਸਾਰੇ ਦਿਨ ਦੀ ਥੱਕੀ ਟੁੱਟੀ
ਕਰੀਂ ਨਾ ਗ਼ੁੱਸਾ ਕਹਿ ਜਾਵਾਂ ਪਰ੍ਹੇ ਹੋ ਕੇ ਮਰਿਆ ਕਰ

ਮੈਂ ਤੇ ਜਿਊਣ ਮਰਨ ਦੀ ਖਾਧੀ ਕਸਮ ਏ ਤੇਰੇ ਨਾਲ
ਕੁੱਝ ਦੇਰ ਲਈ ਅੜਿਆ ਤੂੰ ਵੀ ਮੇਰੇ ਨਾਲ ਟੁਰਿਆ ਕਰ

ਨਾਲ ਮੇਰੇ ਅੱਜ ਦੋ ਸੀਂਹ ਪੁੱਤਰ ਖਲੋਤੇ ਨੇ
ਜ਼ਰਾ ਸੋਚ ਸਮਝਕੇ ਗੱਲ ਨੂੰ ਬੀਬਾ ਕਰਿਆ ਕਰ

ਤੇਰੀ ਦੁਆਵਾਂ ਦੀ ਹੈ ਲੋੜ ਮਾਏ

ਤੇਰੀ ਯਾਦਾਂ ਦੇ ਨਾਲ ਹੀ ਮੈਂ ਰਹਿੰਦੀ ਆਂ
ਜਿੰਦ ਜਾਨ ਹੈਂ ਮੇਰੀ ਇਹ ਕਹਿੰਦੀ ਆਂ
ਨਾਲ ਸੀਨੇ ਲਾ ਤੂੰ ਮੈਂਨੂੰ ਪਾਲਿਆ ਸੀ
ਆਪੂੰ ਗਿੱਲੀ, ਮੈਂਨੂੰ ਸੁੱਕੀ ਤੇ ਸਵਾਲਿਆ ਸੀ
ਸਾਰੀ ਹਯਾਤੀ ਤੂੰ ਜ਼ੁਲਮ ਜੇ ਸਹਿੰਦੀ ਰਹੀ
ਇੱਕ ਸ਼ਬਦ ਵੀ ਮੂੰਹੋਂ ਨਾ ਕਹਿੰਦੀ ਰਹੀ
ਸਾਰੇ ਕੁੰਬੇ ਤੇ ਛੱਤ ਤੂੰ ਉਸਾਰ ਦਿੱਤਾ
ਹਰ ਸਾਹ ਆਪਣੇ ਸੁੱਖ ਦਾ ਤੂੰ ਵਾਰ ਦਿੱਤਾ
ਜਿਹਨੇ ਦੁੱਖ ਦਿੱਤੇ ਤੈਨੂੰ ਉਮਰ ਸਾਰੀ
ਤੂੰ ਉਸ ਨੂੰ ਵੀ ਕਿੰਨਾ ਪਿਆਰ ਦਿੱਤਾ
ਹਜ਼ਾਰਾਂ ਮੀਲ ਦੂਰ ਮੈਂ ਹੋ ਗਈ ਆਂ
ਤੈਨੂੰ ਮਿਲਣ ਤੋਂ ਮਜਬੂਰ ਅੱਜ ਹੋ ਗਈ ਆਂ
ਤੂੰ ਰੋ ਪਏਂ ਜਦ ਮੇਰਾ ਫੋਨ ਜਾਵੇ
ਮੈਂਨੂੰ ਫੋਨ ਚੋਂ ਤੇਰੀ ਖੁਸ਼ਬੂ ਆਵੇ
ਇਸ ਖੁਸ਼ਬੂ ਪਾਰੇ ਮੈਂ ਜੀ ਲਵਾਂਗੀ
ਸਬਰ ਦਾ ਪਿਆਲਾ ਮੈਂ ਪੀ ਲਵਾਂਗੀ
ਮੈਂਨੂੰ ਕਿਸੀ ਸ਼ੈਅ ਦੀ ਨਹੀਂ ਥੋੜ੍ਹ ਮਾਏ
ਬੱਸ ਤੇਰੀ ਦੁਆਵਾਂ ਦੀ ਹੈ ਲੋੜ ਮਾਏ
ਮੈਂ ਕੁੱਝ ਨਹੀਂ ਮੰਗਦੀ ਆਂ ਹੋਰ ਮਾਏ
ਬੱਸ ਤੇਰੀ ਦੁਆਵਾਂ ਦੀ ਹੈ ਲੋੜ ਮਾਏ

ਭਾਈ ਦੀ ਯਾਦ ਵਿੱਚ

ਸਾਡੇ ਸਿਰ ਦਾ ਸਾਇਆ ਸੈਂ
ਤੂੰ ਮੇਰਾ ਮਾਂ ਜਾਇਆ ਸੈਂ
ਵੀਰ ਮੇਰੇ ਦੋਵੇਂ ਪਿਆਰੇ ਸਨ
ਮਾਂ ਦੇ ਰਾਜ ਦੁਲਾਰੇ ਸਨ
ਅੱਜ ਮੇਰਾ ਇੱਕ ਵੀਰ ਰਹਿ ਗਿਆ ਏ
ਖੌਰ੍ਹੇ ਕਿਵੇਂ ਦਰਦ ਨੂੰ ਸਹਿ ਗਿਆ ਏ
ਸਭਨਾਂ ਤੋਂ ਅੱਜ ਦੂਰ ਆਂ ਮੈਂ
ਪਰਦੇਸ ਚ ਬੈਠੀ ਮਜਬੂਰ ਆਂ ਮੈਂ
ਬਹਿ ਇਕੱਲਿਆਂ ਅੱਜ ਕੁਰਲਾਉਂਦੀ ਆਂ
ਤੇਰੀ ਯਾਦ ਚ ਅੱਥਰੂ ਵਗਾਉਂਦੀ ਆਂ
ਹੱਥ ਚੁੱਕ ਕੇ ਦੁਆਵਾਂ ਕਰਦੀ ਆਂ
ਤੇਰੇ ਦੁੱਖ ਵਿੱਚ ਆਹਵਾਂ ਭਰਦੀ ਆਂ
ਤੇਰਾ ਦੁੱਖ ਕਦੀ ਨਾ ਜਾਵੇਗਾ
ਕਿਵੇਂ ਸਬਰ ਮੈਂਨੂੰ ਫੇਰ ਆਵੇਗਾ
ਸੁਰਗ ਦੀ ਰਾਹ ਦਾ ਤੂੰ ਰਾਹੀ ਸੈਂ
ਮੇਰਾ ਡਾਢਾ ਸੋਹਣਾ ਭਾਈ ਸੈਂ

ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਜਿਵੇਂ ਵੀ ਮੇਰੀ ਬਸਰ ਹੋ ਗਈ
ਅੱਖ ਲੱਗੀ ਵੀ ਨਾ ਸੀ ਜੇ ਸਹਿਰ ਹੋ ਗਈ

ਇੱਕ ਪਲ ਵੀ ਨਾ ਮਿਲਿਆ ਸੁਕੂਨ ਦਾ ਮੈਨੂੰ
ਰਾਤ ਕੰਡਿਆਂ ਤੇ ਜਿਵੇਂ ਬਸਰ ਹੋ ਗਈ

ਸੰਗ ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਦੇ ਅਸੀਂ ਇੰਜ ਟੁਰਦੇ ਰਹੇ
ਅਸੀਂ ਉੱਥੇ ਹੀ ਰਹੇ ਉਹ ਖੌਰ੍ਹੇ ਕਿੱਧਰ ਹੋ ਗਈ

ਜਦ ਤੂੰ ਤੱਕਿਆ ਮੁੜਕੇ ਵਿੱਛੜਦਿਆਂ ਹੋਇਆਂ
ਜਦ ਵੀ ਯਾਦ ਆਇਓਂ ਅੱਖ ਤਰ ਹੋ ਗਈ

ਅਸੀਂ ਚੋਰੀ ਚੋਰੀ ਕੀਤਾ ਸੀ ਪਿਆਰ ਤੈਨੂੰ
ਖੌਰ੍ਹੇ ਕਿੰਜ ਜ਼ਮਾਨੇ ਨੂੰ ਖਬਰ ਹੋ ਗਈ

ਰਾਤ ਲੰਘਦੀ ਗਈ ਆਸ ਬੁੱਝਦੀ ਗਈ
ਇਸੀ ਆਸ ਦੇ ਵਿੱਚ ਸਹਿਰ ਹੋ ਗਈ

ਜਦ ਤੇਰੇ ਜਿਹਾ ਮਿਲਿਆ ਸਤਿਨਾਮ ਨੂੰ
ਜ਼ਿੰਦਗੀ ਮੇਰੀ ਫੇਰ ਜੇ ਅਮਰ ਹੋ ਗਈ

ਦਿਲ ਦੇ ਬੰਧਨ ਜਦ ਨਿਭਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ
ਫੇਰ ਹੱਕ ਵੀ ਤੇ ਜਤਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਜਦ ਨਾ ਦੇਵੇ ਕੁੱਝ ਜ਼ਮਾਨਾ ਕਿਸੀ ਨੂੰ
ਫੇਰ ਆਪਣੇ ਹੱਥ ਵਧਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਮੰਨ ਲਈਏ ਜਦ ਕਿਸੀ ਨੂੰ ਆਪਣਾ
ਫੇਰ ਫਰਜ਼ ਵੀ ਨਿਭਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਰੁੱਸ ਜਾਂਵਦੇ ਜਦ ਪਿਆਰ ਕਰਨ ਵਾਲੇ
ਫੇਰ ਨੱਚ ਕੇ ਯਾਰ ਮਨਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਜਦ ਰਹੇ ਨਾ ਸਿਰ ਤੇ ਸਾਈਂ ਆਪਣਾ
ਫੱਟ ਦਿਲਾਂ ਦੇ ਫੇਰ ਛਿਪਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਲਿਖ ਕੇ ਗੀਤ ਸਤਿਨਾਮ ਉਸ ਦੀ ਖਾਤਿਰ
ਸਾਹਮਣੇ ਬਹਿ ਕੇ ਫੇਰ ਸੁਣਾਉਣੇ ਪੈਂਦੇ ਨੇ

ਅਜੀਤ ਸਤਿਨਾਮ ਕੌਰ (ਲੰਦਨ)

Ajeet Satnam Kaur

37, Broseley Gardens, Romford, RM3 9BB

Tel: 07961858876

ਅਜੀਤ ਸਤਿਨਾਮ ਕੌਰ ਨਿਹਾਇਤ ਖ਼ੂਬਸੂਰਤ, ਖ਼ੁਸ਼ ਸ਼ਕਲ, ਖ਼ੁਸ਼ ਲਿਬਾਸ ਔਰ ਖ਼ੁਸ਼ ਅਖ਼ਲਾਕ ਖ਼ਾਤੂਨ ਹੈਂ। ਮੁਝੇ ਫ਼ਖ਼ਰ ਹੈ ਕਿ ਮੇਰੀ ਨਿਹਾਇਤ ਮੁਖ਼ਲਿਸ ਦੋਸਤ ਹੈਂ। ਹਮ ਨੇ ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ, ਟੀ ਵੀ ਪ੍ਰੋਗਰਾਮ ਇਕੱਠੇ ਕਿਏ। ਆਪ ਏਕ ਬਾਰ ਸ਼ੌਕਤ ਨਵਾਜ਼(ਮਰਹੂਮ) ਕੀ ਦਾਅਵਤ ਪਰ ਮੇਰੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਤਸ਼ਰੀਫ਼ ਲਾਈਂ ਔਰ ਅਪਣੇ ਕਲਾਮ ਸੇ ਨਵਾਜ਼ਾ ਜਿਸੇ ਬਹੁਤ ਪਸੰਦ ਕਿਯਾ ਗਿਆ, ਕਲਾਮ ਕੇ ਸਾਥ ਆਪਕਾ ਅੰਦਾਜ਼-ਏ-ਬਿਆਨ ਭੀ ਆਲਾ ਥਾ ਜਿਸ ਪਰ ਆਪਕੋ ਬਹੁਤ ਦਾਦ ਮਿਲੀ। ਫਿਰ ਆਪ ਸੇ "ਸੈਵਨ ਕਿੰਗ" ਔਰ ਅਪਟਨ ਪਾਰਕ ਕੇ ਸਿੱਖ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਮੁਲਾਕਾਤ ਰਹੀ ਔਰ ਯੂੰ ਏਕ ਮੁਖ਼ਲਿਸ ਔਰ ਪਾਕੀਜ਼ਾ ਦੋਸਤੀ ਕੀ ਇਬਤਿਦਾ ਹੁਈ। ਆਪ ਮੇਰੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਭੀ ਬਾਕਾਇਦਗੀ ਸੇ ਤਸ਼ਰੀਫ਼ ਲਾਤੀ ਰਹੀਂ। ਆਪ ਪੰਜਾਬੀ ਮੇਂ ਲਿਖਤੀ ਹੈਂ।

ਆਪ ਇੰਡੀਆ ਕੇ ਮਸ਼ਹੂਰ ਸ਼ਹਿਰ ਆਗਰਾ ਸੇ ਤਾਲੁੱਕ ਰਖਤੀ ਹੈਂ। ਆਲਾ ਤਾਲੀਮ ਯਾਫ਼ਤਾ ਹੈਂ। ਆਪਕੇ ਦੋ ਬਹੁਤ ਹੀ ਪਿਆਰੇ ਬੇਟੇ ਹੈਂ। ਲੰਦਨ ਮੇਂ ਆਪ ਨੇ ਬਹੁਤ ਮਿਹਨਤ ਕੀ ਔਰ ਅਪਣੇ ਦੋਨੋਂ ਬੱਚੋਂ ਕੋ ਪਾਲਾ, ਉਨਹੇਂ ਅੱਛੀ ਤਾਲੀਮ ਦਿਲਾਈ ਔਰ ਆਜ ਵੋ ਦੋਨੋਂ ਬਹੁਤ ਅੱਛੀ ਨੌਕਰੀਓਂ ਪਰ ਫ਼ਾਇਜ਼ ਹੈਂ।

ਸਤਿਨਾਮ ਕੋ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਫ਼ਿਲਮ ਕਾ ਭੀ ਸ਼ੌਕ ਹੈ। ਆਪ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕੇ ਇਲਾਵਾ ਨਿਹਾਇਤ ਖ਼ੂਬਸੂਰਤ ਕਹਾਣੀਕਾਰ ਭੀ ਹੈਂ। ਲਿਹਾਜ਼ਾ ਆਪਕੀ ਏਕ ਕਹਾਣੀ ਕੋ ਫ਼ਿਲਮ ਡਾਇਰੇਕਟਰ ਨੇ ਪਸੰਦ ਕਿਯਾ ਔਰ ਉਸ ਪਰ ਏਕ ਪੰਜਾਬੀ ਟੀ ਵੀ ਫ਼ਿਲਮ ਬਣਾਈ ਜੋ ਬਹੁਤ ਪਸੰਦ ਕੀ ਗਈ। ਆਪਕਾ ਬੇਟਾ ਨਿਹਾਇਤ ਖ਼ੁਸ਼ ਸ਼ਕਲ ਔਰ ਹੀਰੋ ਟਾਈਪ ਹੈ ਲਿਹਾਜ਼ਾ ਆਪ ਇੰਡੀਆ ਗਈਂ ਔਰ ਬਤੌਰ ਹੀਰੋ ਬੇਟੇ ਕੀ ਫ਼ਿਲਮ ਬਣਾਈ ਜਿਸ ਕੀ ਡਾਇਰੇਕਸ਼ਨ ਭੀ ਆਪ ਨੇ ਕੀ। ਯੇ ਫ਼ਿਲਮ ਭੀ ਬਹੁਤ ਪਸੰਦ ਕੀ ਗਈ।

ਆਪਕੀ ਕਹਾਣੀਆਂ, ਸ਼ਾਇਰੀ ਔਰ ਕਾਲਮ ਲੰਦਨ ਔਰ ਇੰਡੀਆ ਕੇ ਕਈ ਗੁਰਮੁਖੀ ਅਖ਼ਬਾਰਾਤ ਓ ਰਸਾਇਲ ਮੇਂ ਬਾਕਾਇਦਗੀ ਸੇ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋਤੇ ਹੈਂ। ਗੋ ਅਭੀ ਤਕ ਆਪਕੀ ਕੋਈ ਕਿਤਾਬ ਸ਼ਾਇਆ ਨਹੀਂ ਹੁਈ ਮਗਰ ਆਪ ਮੁਸਲਸਲ ਲਿਖ ਰਹੀਂ ਹੈਂ। ਆਪ ਨੇ ਦੌਰ-ਏ-ਹਾਜ਼ਿਰ ਕੇ ਕੁਰਬ ਕੋ ਅਪਣੇ ਅੰਦਰ ਸਮੋ ਕਰ ਅਪਣੇ ਤਜੁਰਬਾਤ ਕੋ ਸ਼ਾਇਰੀ ਔਰ ਨਸ਼ਰੀ ਸਾਂਚੇ ਮੇਂ ਡਾਲਾ ਹੈ ਜੋ ਉਨਕਾ ਇਮਤਿਆਜ਼ੀ ਨਿਸ਼ਾਨ ਹੈ।

ਕਿਯਾ, ਉਨ ਕਾ ਭੀ ਦਿਲ ਕੀ ਗਹਿਰਾਈ ਸੇ ਸ਼ੁਕਰਗੁਜ਼ਾਰ ਹੂੰ। ਫਿਰ ਤਮਾਮ ਸ਼ੌਅਰਾ ਪਰ ਮਜ਼ਮੂਨ ਲਿਖੇ, ਫਿਰ ਉਨ ਕਾ ਤਰਜੁਮਾ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਮੁਸ਼ਕਿਲ ਹੋ ਗਿਆ। ਅਬ ਇਨ ਕੀ ਕੰਪੋਜ਼ਿੰਗ ਕਾ ਮਸਲਾ ਆ ਗਿਆ। ਇਸ ਮੇਂ ਭੀ ਕਾਫੀ ਵਕਤ ਲਗ ਗਿਆ ਕਿਉਂਕਿ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਆਖਿਰ ਮੇਂ ਇਨ ਸ਼ੌਅਰਾ ਹਜ਼ਰਾਤ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ, ਇਨ ਪਰ ਮਜ਼ਾਮੀਨ ਭੀ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਕਰਨੇ ਥੇ।

ਬਹਰਹਾਲ ਅੱਲ੍ਹਾ ਕਾ ਫਜ਼ਲ ਰਹਾ ਕਿ ਅਜ਼ੀਜ਼ਾ ਇਕਰਾ ਨਬੀਲ ਕੇ ਤੌਸਤ ਸੇ ਇੰਡਿਆ, ਪਟਿਆਲਾ ਕੇ ਏਕ ਨਿਹਾਇਤ ਮੁਖਲਿਸ ਨੌਜਵਾਨ ਸ਼ਿਵਰਾਜ ਸਿੰਘ ਨੇ ਗੁਰਮੁਖੀ ਕੀ ਕੰਪੋਜ਼ਿੰਗ ਮੁਕੰਮਲ ਕਰਦੀ। ਔਰ ਆਜ ਯੇ ਕਿਤਾਬ ਦੋ ਜ਼ੁਬਾਨੋਂ ਮੇਂ ਉਰਦੂ ਔਰ ਗੁਰਮੁਖੀ ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋ ਕਰ ਆਪ ਕੇ ਹਾਥੋਂ ਮੇਂ ਹੈ। ਮਗਰ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਮੁਕੰਮਲ ਕਰਨੇ ਮੇਂ ਕਾਫੀ ਵਕਤ ਲਗ ਗਿਆ। ਜਿਸ ਕੀ ਵਜ੍ਹਾ ਸੇ ਮੈਂ ਉਨ ਤਮਾਮ ਅਹਿਬਾਬ ਸੇ ਮਾਜ਼ਰਤ ਖਵਾਹ ਹੂੰ ਜਿਨਹੋਂ ਨੇ ਮੇਰੀ ਪਹਿਲੀ ਆਵਾਜ਼ ਪਰ ਲਬੈਕ ਕਹਾ ਔਰ ਮੇਰਾ ਸਾਥ ਦੀਆ। ਆਪ ਸਬਕਾ ਦਿਲ ਕੀ ਗਹਿਰਾਈਓਂ ਸੇ ਸ਼ੁਕਰਗੁਜ਼ਾਰ ਹੂੰ।

ਇੰਸ਼ਾਅੱਲ੍ਹਾ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਭੀ ਮੈਂ ਲੰਦਨ ਔਰ ਯੂਰਪ ਕੇ ਇਨ ਮੁਮਾਲਿਕ ਕੇ ਲਾਇਬਰੇਰੀਓਂ ਮੇਂ ਜ਼ਰੂਰ ਭਿਜਵਾਊਂਗਾ ਜਹਾਂ ਜਹਾਂ ਮੇਰੇ ਰਵਾਬਤ ਹੈਂ। ਆਪ ਸੇ ਭੀ ਦਰਖਾਸਤ ਹੈ ਕਿ ਆਪ ਅਪਣੀ ਜਾਨਿਬ ਸੇ ਭੀ ਏਕ ਦੋ ਕਿਤਾਬੇਂ ਖਰੀਦ ਕਰ ਲਾਇਬਰੇਰੀ ਔਰ ਯੂਨੀਵਰਸਿਟੀਓਂ ਮੇਂ ਭੇਜੇਂ। ਤਾਂਕਿ ਯੂਰਪ ਕੇ ਇਨ ਮਸ਼ਾਹੀਰ ਕੀ ਜਾਨ ਪਹਿਚਾਨ ਦੂਰ ਦੂਰ ਤਕ ਹੋ ਸਕੇ ਜੋ ਅਸਲ ਮੇਂ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਲਿਖਣੇ ਕਾ ਮਕਸਦ ਹੈ। ਆਜ ਹਮ ਯੇ ਬਾਤ ਬਹੁਤ ਫਖਰ ਸੇ ਕਹਿ ਸਕਤੇ ਹੈਂ ਕਿ ਦਿਆਰ-ਏ-ਗ਼ੈਰ ਮੇਂ ਹਮ ਨੇ ਅਪਣੇ ਦੀਗਰ ਫਰਾਇਜ਼ ਪੂਰੇ ਕਰਨੇ ਕੇ ਸਾਥ ਸਾਥ ਅਪਣੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਔਰ ਅਦਬ ਕੀ ਤਰੱਕੀ ਔਰ ਤਰਜੀਹ ਕੇ ਲਿਏ ਭੀ ਕੋਈ ਕਸਰ ਨਾ ਉਠਾ ਰੱਖੀ ਔਰ ਪੂਰੀ ਕੋਸ਼ਿਸ਼ ਸੇ ਇਸ ਫਰੀਜ਼ੇ ਕੋ ਭੀ ਅਹਿਸਨ ਤਰੀਕੇ ਸੇ ਪਾਇਆ ਔਰ ਤਕਮੀਲ ਤਕ ਪਹੁੰਚਾਇਆ। ਅਲਬੱਤਾ ਯੇ ਦੁਖ ਔਰ ਕਮੀ ਕਾ ਅਹਿਸਾਸ ਜ਼ਰੂਰ ਹੈ ਕਿ ਅਪਣੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਓ ਅਦਬ ਕੋ ਹਮ ਅਪਣੀ ਨਸਲ ਤਕ ਪਹੁੰਚਾਨੇ ਮੇਂ ਕਾਮਯਾਬ ਨਾ ਹੂਏ, ਆਜ ਹਮਾਰੀ ਤੀਸਰੀ ਨਸਲ ਇਨ ਮੁਮਾਲਿਕ ਮੇਂ ਜਵਾਨ ਹੋ ਚੁਕੀ ਹੈ ਮਗਰ ਵੋ ਉਰਦੂ ਪੰਜਾਬੀ ਯਾ ਹਮਾਰੀ ਮਾਦਰੀ ਜ਼ੁਬਾਨੋਂ ਸੇ ਬਹੁਤ ਦੂਰ ਹੈ। ਯੇ ਕਮੀ ਸਾਰੀ ਉਮਰ ਹਮੇਂ ਅਪਣੀ ਕੋਤਾਹੀ ਨਾਕਾਮੀ ਕਾ ਅਹਿਸਾਸ ਦਿਲਾਤੀ ਰਹੇਗੀ।

ਆਜ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਸੱਤਾਈਸ ਮਾਰੂਫ ਸ਼ੌਅਰਾ ਓ ਸ਼ਾਇਰਾਤ ਇਸ ਦੁਨੀਆ ਸੇ ਰੁਖਸਤ ਹੋ ਚੁਕੇ ਹੈਂ, ਜੋ ਰਹਿ ਗਏ ਹੈਂ ਵੋ ਬੀਮਾਰ ਔਰ ਘਰੋਂ ਤਕ ਮਹਿਦੂਦ ਹੋ ਗਏ। ਏਕ ਜ਼ਮਾਨਾ ਥਾ ਜਬ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਹਾਲ ਭਰੇ ਹੂਏ ਹੋਤੇ.. ਆਜ ਮੁਸ਼ਕਿਲ ਸੇ ਬੀਸ ਪੱਚੀਸ ਲੋਗ ਹੋਤੇ ਹੈਂ ਜੋ ਬਤਦਰੀਜ ਕਮ ਹੂਏ ਚਲੇ ਜਾਤੇ ਹੈਂ। ਯੇ ਮੈਂ ਅਪਣੇ ਪੱਚੀਸ ਸਾਲਾ ਤਜੁਰਬੇ ਸੇ ਕਹਿ ਰਹਾ ਹੂੰ, ਸਾਬਕਾ ਪੰਦਰਾਂ ਬਰਸੋਂ ਸੇ ਮੈਂ ਹਰ ਮਾਹ ਕੀ ਪਹਿਲੀ ਐਤਵਾਰ ਕੋ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਕਾ ਇਨਾਕਾਦ ਕਰਤਾ ਹੂੰ। ਕਹਾਂ ਡੇਢ ਦੋ ਸੌ ਕੀ ਤਾਦਾਦ ਹੋਤੀ ਥੀ ਔਰ ਆਜ ਬੀਸ ਲੋਗ ਭੀ ਆ ਜਾਏਂ ਤੋ ਗ਼ਨੀਮਤ, ਸੋਚਤਾ ਹੂੰ ਕਲ ਹਮ ਨਾ ਹੋਂਗੇ ਤੋ ਹਮਾਰੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਹਮਾਰੇ ਅਦਬ ਕਾ ਕਿਆ ਹੋਗਾ। ਦਿਲ ਦੁਖ ਰਹਾ ਹੈ, ਆਂਖੇਂ ਨਮ ਹੋ ਰਹੀ ਹੈਂ.. ਸ਼ਾਇਦ ਔਰ ਕੁਛ ਨਾ ਲਿਖ ਸਕੂੰ। ਇਜਾਜ਼ਤ! ਬਹੁਤ ਸੀ ਦੁਆਓਂ ਕੇ ਸਾਥ, ਆਪ ਕਾ ਅਪਣਾ..
ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ, ਲੰਦਨ

ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੋਣਾ ਜ਼ਰੂਰੀ ਨਾ ਸਮਝਾ.. ਕਿ ਕਿਆ ਹੋਗਾ.. ਐਸੀ ਕਿਆ ਕਿਤਾਬ ਹੋਗੀ ਜਿਸ ਕੇ ਲਿਏ ਯੇ ਬਾਰ ਬਾਰ ਯਾਦ ਦਹਾਨੀ ਕਰਾ ਰਹਾ ਹੈ। ਮਗਰ ਜਬ ਕਿਤਾਬ ਸ਼ਾਇਆ ਹੁਈ ਔਰ ਉਸਨੇ ਅਪਣੇ ਆਪ ਕੋ ਏਕ ਤਾਰੀਖੀ ਕਿਤਾਬ ਮਨਵਾਇਆ.. ਜੋ ਡਾਇਰੇਕਟਰੀ ਕੇ ਤੌਰ ਪਰ ਭੀ ਮਾਨੀ ਗਈ ਤੋ ਉਨਹੋਂ ਅਹਿਸਾਸ ਹੂਆ ਔਰ ਕਈ ਮਿਹਰਬਾਨ ਸ਼ਾਮਿਲ ਹੂਏ.. ਮੈਂ ਸ਼ੁਕਰਗੁਜ਼ਾਰ ਹੂੰ ਉਨਕਾ।

ਸੋਇਮ.. ਯੇ ਵਜ੍ਹਾ ਭੀ ਥੀ ਕਿ ਕਈ ਸਾਲ ਤਕ ਕਿਸੀ ਦੋਸਤ ਨੇ ਭੀ ਇਸ ਕਿਸਮ ਕੀ ਕਿਤਾਬ ਲਿਖਨੇ ਕੀ ਕੋਸ਼ਿਸ਼ ਨਾ ਕੀ ਹਾਲਾਂਕਿ ਕਿ ਯੇ ਬਹੁਤ ਜ਼ਰੂਰੀ ਹੈ ਕਿ ਹਰ ਅਦੀਬ ਸ਼ਾਇਰ ਅਪਣੇ ਕਲਾਮ ਕੋ ਕਿਤਾਬੀ ਸ਼ਕਲ ਨਹੀਂ ਦੇ ਪਾਤਾ.. ਤੋ ਕਮ ਅਜ਼ ਕਮ ਉਸਕਾ ਨਾਮ ਕਾਮ ਕੁਛ ਤੋ ਤਾਰੀਖ ਕਾ ਹਿੱਸਾ ਬਣੇ ਔਰ ਕਿਤਾਬੀ ਸ਼ਕਲ ਮੇਂ ਮੌਜੂਦ ਰਹੇ। ਮਗਰ ਇਸ ਬਾਰ ਯੇ ਤਜੁਰਬਾ ਬਹੁਤ ਸਖਤ ਥਾ। ਸ਼ਾਇਦ ਵੋ ਲੋਗ ਨਹੀਂ ਰਹੇ ਆਜ ਜਿਨਹੋਂ ਕਿਸੀ ਦੂਸਰੇ ਕੇ ਕਾਮ ਕਾ ਅਹਿਸਾਸ ਥਾ ਯਾ ਅਦਬ ਸੇ ਸੱਚੀ ਲਗਨ ਪਿਆਰ ਥਾ। ਮੈਂ ਨਾਮ ਲੇਣੇ ਲਗ ਜਾਊਂ ਤੋ ਦਸ ਸਾਲ ਕਬਲ ਕੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਮੁਝੇ ਫਿਰ ਕੋਰਟ ਕਚਹਿਰੀ ਕੇ ਚੱਕਰ ਲਗਾਨੇ ਪੜ ਜਾਏਂਗੇ! ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਲਿਏ ਕਈ ਸ਼ੋਅਰਾ ਕੋ ਬਾਰ ਬਾਰ ਲਿਖਾ ਵਾਟਸਐਪ ਕਿਏ, ਫਾਰਮ ਭੇਜੇ। ਕਿਸੀ ਸੇ ਮਾਲੀ ਇਮਦਾਦ ਕੀ ਮਾਂਗ ਭੀ ਨਾ ਕੀ। ਮਗਰ ਹੈਰਾਨ ਹੂੰ ਕਿ ਖੁਦ ਕੋ ਸ਼ਾਇਰ ਅਦੀਬ ਕਹਿਨੇ ਵਾਲੇ, ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਤਸਵੀਰੋਂ ਖਿਚਵਾਨੇ ਵਾਲੇ ਕਈ ਐਸੇ ਮਿਹਰਬਾਨ ਹੈਂ ਕਿ ਉਨਹੋਂ ਨੇ ਜਵਾਬ ਤਕ ਦੇਣੇ ਕੀ ਜ਼ਹਿਮਤ ਨਾ ਕੀ।

"ਅਰੇ ਭਾਈ! ਮੈਂ ਆਪ ਕੀ ਤਾਰੀਫ ਮੇਂ ਦੋ ਸਫਹਾਤ ਕਾ ਮਜ਼ਮੂਨ ਲਿਖ ਰਹਾ ਹੂੰ, ਆਪ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਅਪਣੀ ਕਿਤਾਬ ਮੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਕਰ ਰਹਾ ਹੂੰ ਮਾਅ ਆਪਕੀ ਤਸਵੀਰ ਕੇ ਔਰ ਕੁਛ ਮਾਲੀ ਇਮਦਾਦ ਭੀ ਨਹੀਂ ਮਾਂਗ ਰਹਾ.. ਫਿਰ ਭੀ! ਚਲੇਂ ਜਹਾਂ ਹੈਂ ਖੁਸ਼ ਰਹੇਂ!"

ਮੈਂ ਉਨ ਤਮਾਮ ਮਿਹਰਬਾਨ ਦੋਸਤੋਂ ਸੇ ਮਾਜ਼ਰਤ ਖਵਾਹ ਹੂੰ ਜਿਨਹੋਂ ਨੇ ਪਹਿਲੀ ਦਰਖਾਸਤ ਪਰ ਲਬੈਕ ਕਹਾ ਔਰ ਅਪਣੇ ਅਦਬੀ ਔਰ ਮਾਲੀ ਤਆਵੁਨ ਸੇ ਨਵਾਜ਼ਾ.. ਕਿ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਮੁਕੰਮਿਲ ਕਰਨੇ ਮੇਂ ਤੀਨ ਸਾਲ ਕਿਉਂ ਲਗ ਗਏ ਹਾਲਾਂਕਿ ਇਨ ਤੀਨ ਬਰਸੋਂ ਮੇਂ ਮੇਰੀ ਚਾਰ ਕਿਤਾਬੇਂ ਸ਼ਾਇਆ ਹੋ ਚੁਕੀ ਹੈਂ। ਦੋ ਵਜੂਹਾਤ ਹੈਂ ਇਸ ਕੀ।

ਅੱਵਲ: ਮੈਂ ਲੰਦਨ ਕੇ ਸਿੱਖ ਭਾਈਓਂ ਕੇ ਦੋ ਮੁਸ਼ਾਇਰੋਂ ਮੇਂ ਕਈ ਬਰਸ ਸੇ ਜਾ ਰਹਾ ਹੂੰ, ਮਜ਼ੇ ਕੀ ਬਾਤ ਯੇ ਹੈ ਕਿ ਮੈਂ ਅਕੇਲਾ ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਮੁਸਲਮਾਨ ਹੂੰ ਜੋ ਵਹਾਂ ਜਾਤਾ ਹੂੰ ਔਰ ਬੇਪਨਾਹ ਪਿਆਰ ਮੁਹੱਬਤ ਔਰ ਇੱਜ਼ਤ ਭੀ ਮਿਲਤੀ ਹੈ ਉਨ ਸੇ। ਉਨ ਸੇ ਜਬ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕਾ ਜ਼ਿਕਰ ਹੂਆ ਤੋ ਕੁਛ ਸ਼ੋਅਰਾ ਨੇ ਫੋਰਨ ਫਾਰਮ ਭਰੇ। ਏਕ ਕਿਤਾਬ ਕੀ ਕੀਮਤ ਦਸ ਪੌਂਡ ਭੀ ਦੀ। ਅਬ ਮਸਲਾ ਇਨ ਕੀ ਜ਼ੁਬਾਨ ਕਾ ਆ ਗਿਆ! ਗੁਰਮੁਖੀ ਕੌਣ ਪੜ੍ਹੇ ਔਰ ਕੌਣ ਕੰਪੋਜ਼ ਕਰੇ।

ਦੋਇਮ: ਵਜ੍ਹਾ ਕਿ ਊਪਰ ਸੇ ਕੋਰੋਨਾ ਕੀ ਬੀਮਾਰੀ ਨੇ ਸਾਰੀ ਦੁਨੀਆ ਕੋ ਅਪਣੇ ਘਰੋਂ ਮੇਂ ਮਹਿਦੂਦ ਕਰ ਦੀਆ। ਦੋ ਸਾਲ ਇਸੀ ਤਰ੍ਹਾਂ ਗੁਜ਼ਰ ਗਏ। ਮੇਰਾ ਰਾਬਤਾ ਕਿਸੀ ਸੇ ਨਾ ਹੋ ਸਕਾ। ਅੱਲ੍ਹਾ ਅੱਲ੍ਹਾ ਕਰਕੇ ਇਸ ਮੂਜ਼ੀ ਵਬਾ ਕਾ ਜ਼ੋਰ ਕੁਛ ਕਮ ਹੂਆ ਤੋ ਮੈਂਨੇ ਉਨ ਕੇ ਮੁਸ਼ਾਇਰੇ ਮੇਂ ਐਲਾਨ ਕਿਯਾ ਕਿ ਮੁਝੇ ਯੇ ਮਜਬੂਰੀ ਹੈ, ਮੇਰੀ ਮਦਦ ਕਰੇਂ ਤੋ ਭਲਾ ਹੂਆ ਏਕ ਬਜ਼ੁਰਗ ਦੋਸਤ ਸ਼ਾਇਰ ਹਰਚਰਨ ਸਿੰਘ ਸੈਣੀ ਸਾਹਿਬ ਕਾ ਉਨਹੋਂ ਨੇ ਹਾਮੀ ਭਰੀ, ਉਨ ਕੇ ਯਹਾਂ ਜਾਕਰ ਗੁਰਮੁਖੀ ਕਾ ਤਰਜੁਮਾ

ਪੇਸ਼-ਏ-ਲਫਜ਼

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ

ਜੀ ਦੋਸਤੋਂ! ਉਮੀਦ ਹੈ ਆਪ ਸਬ ਖੈਰੀਅਤ ਸੇ ਹੋਂਗੇ। ਔਰ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਪੜ੍ਹ ਰਹੇ ਹੋਂਗੇ ਔਰ ਮੁਝੇ ਉਮੀਦ ਹੈ ਕਿ ਪੜ੍ਹ ਕਰ ਮੁਝੇ ਇਸ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਅਪਣੀ ਕੀਮਤੀ ਰਾਏ ਸੇ ਭੀ ਮੁੱਤਲਾਅ ਫਰਮਾਏਂਗੇ।

2014 ਮੇਂ ਮੇਰੀ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ ਇਸ ਮੌਜ਼ੂਅ ਪਰ "ਬਰਤਾਨੀਆ ਕੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ" ਕੋ ਬੇਹੱਦ ਸਰਾਹਾ ਗਿਆ ਥਾ, ਉਸ ਜ਼ਮਾਨੇ ਮੇਂ ਸ਼ੋਅਰਾ ਭੀ ਬਹੁਤ ਕਦਾਵਾਰ ਔਰ ਅਦਬ ਸੇ ਸੱਚੀ ਲਗਨ ਔਰ ਮੁਹੱਬਤ ਰਖਨੇ ਵਾਲੇ ਥੇ ਜਿਨਹੋਂ ਨੇ ਬਹੁਤ ਹੀ ਕਮ ਮੁੱਦਤ ਮੇਂ ਮੁਝ ਸੇ ਤਆਵੁਨ ਕਿਯਾ, ਮਾਲੀ ਭੀ ਔਰ ਅਦਬੀ ਭੀ। ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕਾ ਬਜਟ 3200 ਪੌਂਡ ਥਾ ਜੋ ਏਕ ਆਦਮੀ ਕੇ ਬਸ ਕੀ ਬਾਤ ਨਾ ਥੀ ਪਰ ਅਦਬੀ ਦੋਸਤੋਂ ਕੀ ਬੇਪਨਾਹ ਮਦਦ ਓ ਤਆਵੁਨ ਸੇ ਮੁਝੇ ਕਿਸੀ ਕਿਸਮ ਕੀ ਕੋਈ ਪਰੇਸ਼ਾਨੀ ਕਾ ਸਾਮਨਾ ਨਾ ਕਰਨਾ ਪੜਾ। ਕਿਤਾਬ ਮਨੰਸਾ-ਏ-ਸ਼ਹੂਰ ਪਰ ਆਈ ਤੋ ਤੀਨ ਮੁਖਤਲਿਫ ਮੁਕਾਮਾਤ ਪਰ ਇਸ ਕੀ ਤਕਰੀਬ-ਏ-ਰੂਨੁਮਾਈ ਕੀ ਗਈ, ਬੇਸ਼ੁਮਾਰ ਕਿਤਾਬੇਂ ਖਰੀਦੀ ਗਈਂ, ਮੈਂਨੇ ਏਕ ਸੌ ਸੇ ਜ਼ਾਇਦ ਕੁਤਬ ਲਾਇਬਰੇਰੀਓਂ ਔਰ ਯੂਨੀਵਰਸਿਟੀਓਂ ਮੇਂ ਭਿਜਵਾਈਂ। ਅਖਬਾਰਾਤ ਓ ਰਸਾਇਲ ਨੇ ਭੀ ਕਵਰੇਜ ਦੀ।

ਔਰ ਆਜ ਤਕ ਬਰਤਾਨੀਆ ਓ ਯੂਰਪ ਮੇਂ ਕਿਸੀ ਨੇ ਭੀ ਇਸ ਮੌਜ਼ੂਅ ਪਰ ਕੋਈ ਕਿਤਾਬ ਨਾ ਲਿਖੀ.. ਕਿਉਂ..? ਇਸ ਲਿਏ ਭੀ ਕਿ ਦੂਸਰੋਂ ਕੀ ਤਾਰੀਫ ਮੇਂ ਮਜ਼ਾਮੀਨ ਲਿਖਨੇ, ਉਨ ਕੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਕੋ ਸ਼ਾਇਆ ਕਰਨਾ ਕਿਤਾਬੀ ਸ਼ਕਲ ਮੇਂ ਕੋਈ ਆਸਾਨ ਕਾਮ ਨਹੀਂ। ਹਮ ਅਕਸਰ ਅਪਣੀ ਹੀ ਸ਼ਾਇਰੀ ਪਰ ਤਵੱਜੋ ਦੇਤੇ ਹੈਂ, ਬਰਸੋਂ ਕੀ ਮਿਹਨਤ ਔਰ ਜ਼ਖੀਰ ਰਕਮ ਖਰਚਕੇ ਕੋਈ ਕਿਤਾਬ ਤੌਹਫੇ ਮੇਂ ਦੇਂ ਤੋ ਪੜ੍ਹਕਰ ਉਸ ਪਰ ਦੋ ਲਫਜ਼ ਤਕ ਲਿਖਨਾ ਗਵਾਰਾ ਨਹੀਂ ਕਰਤੇ। ਕਈ ਬਾਰ ਐਸਾ ਹੂਆ ਕਿ ਕਿਸੀ ਅੱਛੇ ਮਾਰੂਫ ਸ਼ਾਇਰ ਅਦੀਬ ਕੋ ਕਿਤਾਬ ਦੀ, ਕੁਛ ਮੁੱਦਤ ਬਾਦ ਜਬ ਉਸ ਸੇ ਪੂਛਾ ਗਿਆ ਕਿ ਕਿਤਾਬ ਕੈਸੀ ਲਗੀ ਤੋ ਯਕੀਨ ਕੀਜੀਏ ਕਈ ਬਾਰ ਐਸਾ ਜਵਾਬ ਮਿਲਾ.. "ਓ.. ਯਾਰ ਵਕਤ ਹੀ ਨਹੀਂ ਮਿਲਾ.. ਬਹੁਤ ਜਲਦ ਪੜ੍ਹੂੰਗਾ ਉਸੇ.." ਅਰੇ ਭਾਈ! ਕਿਆ ਕਹੂੰ ਤੁਝੇ.. ਤੇਰਾ ਕਸੂਰ ਨਹੀਂ ਹੈ, ਆਜਕਲ ਤੋ ਹਰ ਕੋਈ ਤੁਝ ਜੈਸਾ ਹੀ ਹੈ..!! ਕਿਤਾਬ ਸ਼ੈਲਫ ਮੇਂ ਸਜਾਈ ਜਾਤੀ ਹੈ।ਪੜ੍ਹੀ ਨਹੀਂ ਜਾਤੀ..!! ਖੈਰ..! ਆਈਏ ਕੁਛ ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੇ ਬਾਰੇ ਮੇਂ ਬਾਤ ਹੋ ਜਾਏ..!!

ਦੋਸਤੋ! ਇਸ ਕਿਤਾਬ ਕੋ ਸ਼ੁਰੂ ਕਰਨੇ ਕੇ ਦੋ ਤੀਨ ਮੁਕਾਸਿਦ ਥੇ.. ਏਕ ਤੋ ਵੋ ਦੋਸਤ ਜੋ ਬਰਤਾਨੀਆ ਸੇ ਬਾਹਰ ਰਹਤੇ ਹੈਂ ਉਨ ਕਾ ਇਸਰਾਰ ਥਾ ਕਿ ਹਮੇਂ ਭੀ ਇਸ ਮੇਂ ਸ਼ਾਮਿਲ ਕਰੇਂ.. ਦੋਇਮ.. ਚੰਦ ਐਸੇ ਮਿਹਰਬਾਨ ਭੀ ਥੇ ਜਿਨਹੋਂ ਬਾਰ ਬਾਰ ਕਹਿ ਕਰ ਭੀ ਉਨਹੋਂ ਨੇ ਪਹਿਲੀ ਕਿਤਾਬ

"ਯੂਰਪ ਦੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ"

ਬਰਤਾਨੀਆ ਓ ਯੂਰਪ ਕੇ ਮਾਰੂਫ ਕਲਮਕਾਰੋਂ
ਪਰ ਤਆਰੁਫੀ ਮਜ਼ਾਮੀਨ ਔਰ ਉਨ ਕੀ
ਤਖਲੀਕਾਤ

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ

ਯੂਰਪ ਕੇ ਅਦਬੀ ਮਸ਼ਾਹੀਰ

ਤਆਰੁੱਫ਼, ਸ਼ਾਇਰੀ

ਅਮਜਦ ਮਿਰਜ਼ਾ ਅਮਜਦ